از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

جلد ثانی

محاضرات مکیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مبارک شخصیت کے بارے میں

اُمت مسلمہ اور قادیانیت کے مابین تقابلی مطالعہ

تألیف

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ

الناشر

المكتبة الإمدادية (مكة المكرمة)

(جلدِ ثانی)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

"محاضرات مکیہ"

"در مسلمات اسلامیہ"

"حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں
امتِ مسلمہ اور قادیانیت کے معتقدات پر تقابلی مطالعہ
کتاب وسنت کی روشنی میں"

(تالیف و ترتیب)

ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ

مدرس مدرسہ صولتیہ (مکہ مکرمہ)

ناشر:

مکتبہ امدادیہ (مکہ مکرمہ).

فہرست:

(پندرھواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"قادیانیت کے ارشادِ ربانی: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ کے گرد اشکالات ومغالطات، اور ان کا بطلان"

پندرھویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) قادیانیت کا پہلا اشکال بصیغۂ ماضی لفظِ "قال" کے ورود پر۔

۲) وجوہاتِ ازالہ۔

۳) دوسرا اشکال نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام دونوں عظیم ہستیوں کے لئے کلمہ تشبیہ "کما" اور کلمہ "توفی" کے ورود پر۔

۴) تیسرا قادیانی مغالطہ اور اسکا ازالہ۔

۵) چوتھا قادیانی مغالطہ اور اسکا ازالہ۔

۶) آیتِ مبحوثہ عنہا اور اس سے ماقبل آیت کا باہمی ربط۔

۷) حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی کے تین مراحل۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول الله عز وجل: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَآۗ أَفَمَن يُلۡقَىٰ فِي ٱلنَّارِ خَيۡرٌ أَم مَّن يَأۡتِيٓ ءَامِنٗا يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۚ ٱعۡمَلُواْ مَا شِئۡتُمۡ إِنَّهُۥ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ ﴾ [فصلت:٤٠].

ويقول أيضًا: ﴿ وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ شَهِيدٌ ﴾ [مائدہ: ١١٧].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**پندرھواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے: "**قادیانیت کے ارشادِ ربانی: ﴿ وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ شَهِيدٌ ﴾ کے گرد اشکالات ومغالطات، اور ان کا بطلان**"۔

بیان وتفصیل:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتے ہیں:

"يؤخذ برجال من أصحابي ذات اليمين وذات الشمال، فأقول أصيحابي، فيقال إنهم لم يزالوا مرتدين على أعقابهم منذ فارقتهم،

فأقول كما "قال" العبد الصالح عيسى ابن مريم: ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾" [المائدہ: ۱۱۷].

ترجمہ:

"بروزِ قیامت میرے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دائیں بائیں لے جایا جائیگا، تو میں کہوں گا یہ میرے صحابہ ہیں، تو کہا جائیگا، یہ وہ لوگ ہیں کہ جب آپ جدا ہوئے تو الٹے پاؤں مرتد ہوگئے، تو میں ویسا ہی کہوں گا، جیسے بندۂ صالح حضرت عیسی ابن مریم علیہما السلام نے کہا ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ "میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں موجود رہا، سو جب تو نے مجھے وفات دے دی، تو تو ہی ان پر نگران تھا".

حدیث مذکور پر قادیانی دو اشکالات یا مغالطات:

اولاً: قادیانیت کا زعم ہے کہ حدیثِ مذکور اس امر کی دلیل ہے، کہ اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام وہ سوال جسکی طرف اس حدیث میں اشاہ ہے وہ ان سے عالمِ برزخ میں ہو چکا ہے، نیز حضرت عیسی علیہ السلام کا جواب بھی عالم برزخ میں واقع ہو چکا ہے، اور یہ سوال وجواب روزِ قیامت واقع نہیں ہوں گے، کیونکہ حدیث میں "قال" کا کلمہ وارد ہے، جو صیغۂ ماضی میں ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے قبل پیش شدہ امور پر دلالت کرتا ہے، نہ کہ پیش آنے والے امور پر.

ثانیاً: اسی حدیث میں حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" سے مراد بھی "توفیٔ موت" ہی ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "توفی" سے مراد بھی "توفیٔ

موت" ہے، "توفیٔ رفع" نہیں.

خلاصۂ کلام:

اولاً: قادیانیت پر حدیثِ مذکور میں لفظِ "قال" کا صیغۂ ماضی میں آنا باعثِ اشکال ہے.

ثانیاً: قادیانیت پر حدیثِ مذکور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی توفی کو حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" سے تشبیہ دینا ہے، تو گویا حضرت عیسی علیہ کی "توفی" بھی ویسی ہے جیسی کہ سید الرسل نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی "توفی" توفیٔ وفات" ہے.

اشکالِ اول کی وجوہِ بطلان:

اب ہم قادیانیت کے اشکالِ اول کی وجوہِ ابطال پیش کرتے ہیں.

پہلی وجہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عیسی علیہ السلام کے جواب کو صیغۂ ماضی میں لفظِ "قال" سے تعبیر کرنا، اور یہ فرمانا کہ "میں ویسے ہی کہوں گا جیسے اللہ کے صالح بندے عیسی ابن مریم علیہما السلام نے کہا"، یہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب قرآن کریم میں وارد مقولہ کی حکایت کے طور پر ہے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک کا معنی یہ ہوا، کہ میں جواب میں حضرت عیسی علیہ السلام کے اس جواب کی طرح کہوں گا، جسکا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے، تو یہ بطورِ حکایت

ہے، نہ کہ اپنے ماضوی معنی میں کسی امر کے واقع ہو جانے کی خبر دینے کے طور پر.

دوسری وجہ:

حدیثِ مبارک میں بصیغۂ ماضی وارد "قال" در اصل کلمہ "یقول" برائے مستقبل کے معنی میں ہے، تو فرمانِ نبوی کا مدلول یہ ہو گا، کہ میں روزِ قیامت ویسا ہی کہوں گا جیسے صالح بندہ حضرت عیسی بن مریم علیہما السلام بروزِ قیامت کہیں گے.

تیسری وجہ:

روزِ قیامت حضرت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد ہو، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے سابق جواب کو لفظِ "قال" سے تعبیر فرما دیا، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب پہلے ہو تو معنی یہ ہو گا کہ میں وہی کہوں گا، جو حضرت عیسی علیہ السلام کہیں گے، بہر حال حدیث میں لفظِ "قال" کی بنیاد پر قادیانیت کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ یہ سوال وجواب عالمِ برزخ میں پیش آ چکے ہیں، کیونکہ عالمِ برزخ میں سوال وجواب سے مقصود سوال وجواب حاصل نہیں ہو سکتا، وہ تو صرف بروزِ قیامت ہی متحقق ہو گا، جسکو ہم عنقریب بیان کرتے ہیں.

چوتھی وجہ:

ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ "**إذ**" اور "**إذا**" دونوں ظرف زمان ہیں، "**إذ**" برائے ماضی ہے، مگر برائے مستقبل بھی آتا ہے، جبکہ "**إذا**" برائے مضارع ہے، مگر ماضی

کے لئے بھی آتا ہے.

"إذا" برائے ماضی کی قرآن کریم میں مثال:

۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ [جمعہ: ۱۱]. ترجمہ: "اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل کو دیکھا، تو اس کی طرف چلے گئے، اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا، ان سے کہہ دو جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ بہترین رزق دینے والا ہے".

۲) ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ﴾ [توبہ: ۱۱۸]، ترجمہ: "حتی کہ ان پر زمین تنگ ہو گئی وسعت کے باوجود، اور ان کے نفوس بھی ان پر تنگ ہو گئے، اور سمجھ گئے کہ اللہ کے سوا کسی کی طرف پناہ نہیں".

"إذ" برائے مستقبل کی قرآن کریم اور لغت میں مثالیں:

۱- ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝٧٠ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ۝٧١﴾ [غافر: ۷۰-۷۱]، ترجمہ: "وہ عنقریب جان لیں گے جب طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے".

۲- "زمخشری" نے "مفصل" میں "إذ" برائے مستقبل کی مثال میں شاعر کا قول ذکر کیا ہے.

"إذ ما دخلت على الرسول فقل له" "حقاً عليك إذ اطمئن المجلس".

ترجمہ:

"جب تو رسول کے پاس پہنچے اور اطمینان سے بیٹھ جائے ، تو ان سے کہنا تم پر واجب ہے".

۳- اور شاعر کا یہ قول بھی:

"ثم جزاك الله عني إذ جزا" "جنات عدن في السموات العلى".

ترجمہ:

"پھر اللہ تعالی تجھے میری طرف سے ہمیشگی کی جنتیں جزا کے طور پر بلند و برتر آسمانوں میں عطا کرے"

لہذا قرآن کریم، سنت شریفہ اور ادبِ عربی میں "إذ" مستقبل کے لئے، اور "إذا" ماضی کے لئے استعمال ہوا ہے.

ہم آیتِ مبحوثہ عنہا میں کہتے ہیں: ارشادِ باری تعالی ہے: **﴿ وَإِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَـٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ ﴾** [مائدہ: ۱۱۶]، میں وارد سوال وجواب روزِ قیامت ہوں گے، "إذ" یا "قال" سے ان کے ماضی میں عالمِ برزخ میں پیش آنے کا قادیانی استدلال درست نہیں، خلافِ لغت، خلافِ مقصودِ قرآن اور خلافِ حکمتِ ربانی ہے، قرآن کریم میں اس آیت کے سیاق کا مطالعہ کریں، کہ یہ مضمون سوال وجواب اور روزِ قیامت کے احوال کا بیان اس ارشادِ ربانی سے شروع ہوتا ہے، **﴿ إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ ٱذْكُرْ نِعْمَتِى عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَٰلِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ ٱلْقُدُسِ تُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِى ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ ٱلطِّينِ كَهَيْـَٔةِ ٱلطَّيْرِ بِإِذْنِى فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ**

طَيۡرَۢا بِإِذۡنِيۖ وَتُبۡرِئُ ٱلۡأَكۡمَهَ وَٱلۡأَبۡرَصَ بِإِذۡنِيۖ وَإِذۡ تُخۡرِجُ ٱلۡمَوۡتَىٰ بِإِذۡنِيۖ وَإِذۡ كَفَفۡتُ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَنكَ إِذۡ جِئۡتَهُم بِٱلۡبَيِّنَٰتِ فَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِنۡهُمۡ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا سِحۡرٞ مُّبِينٞ ﴾ [مائدہ: ۱۱۰]، **ترجمہ:** "جب اللہ تعالی نے کہا اے عیسی بن مریم میری ان نعمتوں کو یاد کرو، جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں، جب میں نے تمہاری روح القدس سے تائید کی، تو لوگوں سے پنگوڑے میں اور بڑھاپے میں باتیں کریگا، اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت، توریت اور انجیل کی تعلیم دی، جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا، پھر اس میں پھونکتا، تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا، تو کوڑی اور برص والے کو میرے حکم سے شفایاب کر دیتا، اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کر دیتا، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روک رکھا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لیکر آیا تو کافروں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے".

اس کی تفصیل یوں ہے، کہ روزِ قیامت ہی باری تعالی حضرت عیسی علیہ السلام کو ان پر اللہ تعالی کی طرف سے کی جانے والی نعمتوں کو یاد دلائیں گے، اور ان کی امت کی موجودگی میں حق تعالی شانہ حضرت عیسی علیہ السلام سے مذکورہ سوال فرمائیں گے، تاکہ امت کے شرک میں مبتلا ہونے پر ان کے پاس یہ عذر نہ ہو، کہ انہیں تو ایسا کرنے پر عیسی علیہ السلام نے کہا تھا، تو اللہ کے سوال پر قوم کے سامنے حضرت عیسی علیہ السلام جواب دیں گے، کہ انہوں نے قوم کو شرک کی تعلیم نہ دی تھی.

اور یوں مقصد سوال وجواب یعنی اہلِ شرک پر اتمامِ حجّت قائم کرنا پورا ہو سکے گا، عالمِ برزخ میں سوال وجواب بلا غرض، بلا مقصد اور بے سود ہو گا، باری تعالی کی ذاتِ گرامی اس سے منزّہ اور پاک ہیں، کہ ان کا کوئی کام عبث ہو.

قرآن کریم میں اس مضمون کا آغاز بھی مکمل صراحت سے اسکے زمانۂ وقوع کو معیّن فرمارہاہے، اوریوں ارشادِ ربانی ہے: ﴿يَوۡمَ يَجۡمَعُ ٱللَّهُ ٱلرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَآ أُجِبۡتُمۡۖ قَالُواْ لَا عِلۡمَ لَنَآۖ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلۡغُيُوبِ﴾ [مائدہ:۱۰۹]، **ترجمہ:** جس روز اللہ تعالی رسولوں کو جمع کرے گا، اور کہے گا کہ تمہاری دعوت کی اجابت کیسی رہی؟ وہ کہیں گے ہمیں علم نہیں، آپ ہی غیب کی باتوں کو خوب جاننے والے ہیں". یہ اسلوبِ بیانِ قرآنی اس امر کی قطعی دلیل ہے، کہ حضرت باری تعالی کی طرف سے رسولوں سے سوال وجواب کا وقت روزِ قیامت ہی ہے، نیز یہ بھی فرمانِ باری تعالی ہے، ﴿فَلَنَسۡـَٔلَنَّ ٱلَّذِينَ أُرۡسِلَ إِلَيۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ ٱلۡمُرۡسَلِينَ ۝٦﴾ [اعراف:٦]، **ترجمہ:** "اس روز ہم ضرور بضرور امتوں اور ان کی طرف بھیجے گئے رسولوں سے سوال کریں گے".

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے: ﴿يَوۡمَ نَدۡعُواْ كُلَّ أُنَاسِۭ بِإِمَٰمِهِمۡ﴾ [اسراء:۷۱]، **ترجمہ:** "اس روز ہم ہر امت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے".

اور یہ بھی ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [فرقان:۱۷]، **ترجمہ:** "اس روز ہم انہیں اور جنکی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے رہے جمع کریں گے".

یہ جملہ آیات اس امر پر نصوصِ قطعیہ ہیں، کہ اللہ تعالی کا مختلف امتوں کے اہلِ شرک سے جنہوں نے اللہ تعالی کے سوا اپنے انبیاء اور ائمہ کی عبادت کی ہو گی اس بارے میں قیامت کے دن سوال وجواب کریں گے، اور حضرت عیسی علیہ السلام

بھی اللہ تعالی کے اولی العزم نبی اور امام ہیں، جنکی عبادت کی گئی، تو ان سے اللہ تعالی کا قوم کے بارے میں سوال، پھر اس سوال پر ان کا جواب ہر دو امر اسی روز واقع ہوں گے، جس روز صادقین کو ان کا صدق ہی کام آئیگا.

لہذا قادیانیت کا یہ قول کہ حضرت عیسی علیہ السلام سے سوال وجواب عالمِ برزخ میں ہو چکا، مذکورہ جملہ قرآنی تصریحات کے سراسر خلاف ہے، نیز قادیانیت کا محض لفظ "قال" اور کلمۂ "اِذ" آجانے سے معنی اور آیت کے ماقبل کی رعایت کئے بغیر یہ کہنا کہ یہ سوال وجواب عالمِ برزخ میں ہو چکے سراسر غلط ہے، یہ الحاد فی آیات اللہ کے زمرے میں سے ہے، یہ آیت مبحوثہ عنہا سے ماقبل کی اور دیگر مواقع پر وارد آیات کی کھلی مخالفت ہے، پھر قادیانیت کا اس سوال وجواب کے عالمِ برزخ میں واقع ہونے کا قول اس حکمتِ باری تعالی کے بھی معارض ہے، جسکی خاطر سوال وجواب قائم ہوں گے، اور وہ ہے اہلِ شرک پر اتمامِ حجّت جسکے لئے ضروری ہے کہ تمام فریق یک جا ہوں، پھر اللہ تعالی حضرت عیسی علیہ السلام سے سوال فرمائیں، اور ان کا جواب ان کی قوم پر اتمامِ حجّت کا موجب بن سکے، پھر وہ مجرمین اپنے انجام کار کو پہنچ جائیں، اس مقصد کا اتمام صرف بروزِ قیامت ہی ممکن ہے، کیونکہ علیحدگی میں اللہ تعالی کا حضرت عیسی علیہ السلام سے ایسا سوال کرنا، نہ تو ان سے مخصوص معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ہے، نہ ہی ان کی ذاتِ مقدسہ کی برات کی خاطر ہے، بلکہ اس سوال وجواب کی غرض تو مجرمین پر فردِ جرم عائد کرنا ہے، اور وہ سبھی کی موجودگی میں بروزِ قیامت ہو گا، تاکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی شہادت کی قرآنی

خبر جو اس آیت میں ہے، ﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾ [نساء:۱۵۹]، **ترجمہ:** "تمام اہلِ کتاب ان کی موت سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیں گے، اور وہ روزِ قیامت ان پر شہادت دیں گے"،- کی بھی عملی تطبیق ہو جائے، اور روزِ قیامت شہادتِ عیسی علیہ السلام کی تصریح تو قرآن کریم سے قطعی طور پر ثابت ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾ [نساء:۱۵۹]، **ترجمہ:** "اور وہ روزِ قیامت ان پر شہادت دیں گے".

ثالثًا: صحیح بخاری میں لفظِ "قال" بمعنی "یقول" برائے مستقبل وارد ہے، شراح حدیث "**ابن حجر قسطلانی**" وغیرہ نے اسکی وضاحت فرمائی ہے، "**ابن تفسیر**" نے اپنی تفسیر میں یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے:

"قال رسول الله ﷺ إذا كان يوم القيامة دُعي الأنبياء وأممهم، ثم يُدعى يا عيسى ابن مريم فيذّكر الله نعمته عليه، فيقر بها فيقول يا عيسى ابن مريم، اذكر نعمتى عليك وعلى والدتك، ثم يقول: ﴿ءَأَنتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيۡنِ مِن دُونِ ٱللَّهِۖ﴾ [المائده: ١١٦]".

"جب روزِ قیامت قائم ہو گا، تو انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا، پھر حضرت عیسی ابن مریم علیہ السلام کو بلایا جائیگا، اللہ تعالی انہیں اپنی خصوصی نعمتیں یاد لائیں گے، جنکا وہ اقرار فرمائیں گے، پھر حق تعالی شانہ فرمائیں گے اے عیسی بن مریم میری ان نعمتوں کو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر میں نے کیں یاد کرو، پھر اللہ تعالی یہ فرمائیں گے، ﴿ءَأَنتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيۡنِ مِن دُونِ ٱللَّهِۖ﴾ [مائدہ: ۱۱٦]، کیا تونے لوگوں کو کہا تھا کہ تم مجھے اور

میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالینا".

اور یوں اس بیان نبوی نے قادیانیت کے قول کا کھلے طور پر ابطال اور امت مسلمہ کے اعتقاد کی تثبیت و تقریر فرمادی، جسکے بعد بھی حق کا انکار محض گمراہی کو عملاً اختیار کرنا ہی رہ جاتا ہے، قادیانیت کو ہر گز ایسا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ حق کو قبول کرلینا ہی سود مند ہوتا ہے، یہاں تک ہم نے لفظِ "قال" کی وجہ سے پیدا شدہ قادیانی اشکال کا ردّ کردیا ہے.

قادیانیت کا دوسرا اشکال:

قادیانیت کا دوسرا اشکال و مغالطہ حدیث مذکور میں نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی "توفی" کو حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" سے مشابہت دینا ہے، جس کی بنیاد پر قادیانیت کہتی ہے کہ دونوں کی "توفی" یکساں طور پر "توفیٔ موت" ہے.

اشکالِ ثانی کا ازالہ:

یاد رہے کہ کلمۂ تشبیہ "**کما**" جہاں وارد ہو، وہاں پر اسکے ما قبل اور اسکے ما بعد کا باہم ہر حکم میں، اور ہر حکم کی کیفیت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہوتا، قرآن کریم میں بھی اور احادیثِ نبویہ میں اور لغت میں بہت سی ایسی مثالیں ہیں، کہ "کما" کا ما قبل اور ما بعد کسی امر میں مشابہ ہوں، اور دیگر بہت سے امور میں مغایر ہوں، جیسے کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ﴾ [انبیاء: ۱۰۴]، **ترجمہ:** "جیسے ہم پہلی خلقت شروع کی اس کا اعادہ کریں گے". تو یہ واضح ہے، کہ "خلقِ اول" اور "خلقِ ثانی" کیفیت خلقت میں تو باہم مختلف ہیں، محض لفظِ "**کما**" کے آنے

سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ دونوں اس کیفیت میں بھی متحد ہیں، اور انسان کی "خلقِ اول" کی طرح جو ماں باپ سے ہوئی "خلقِ ثانی" بھی ماں باپ سے ہوگی، لہٰذا "توفیٔ عیسی علیہ السلام" اور "توفیٔ حضرت محمد رسول اللہ" کے مابین لفظِ "کما" آنے سے دونوں کی "توفی" کا یکساں ہونا لازم نہیں آتا، ہاں! "توفی" تو دونوں ہیں، مگر کیفیتِ "توفی" ہر ایک کی مختلف ہے، اور وہ ہر ایک کے حسبِ حال ہے، قرآن کریم کی اسی آیتِ مبحوثہ عنہا میں ہے، ﴿تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنتَ عَلَّٰمُ ٱلْغُيُوبِ﴾ [مائدہ:۱۱۶] میں وارد لفظِ "نفس" حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے بھی ہے، اور وہی لفظِ "نفس" باری تعالی کے لئے بھی ہے، مگر کوئی نہیں کہتا کہ دونوں کے نفس متحد ہیں، سو جس طرح نفس عیسی علیہ السلام نفسِ مخلوق ہے، اور نفس باری تعالی نفس خالق ہے، دونوں باہم متحد نہیں، اسی طرح "توفیٔ عیسی علیہ السلام" توفیٔ رفع ہے، اور توفیٔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم "توفیٔ اِماتہ" ہے، "توفی" ہونے میں یکساں، کیفیتِ "توفی" میں مختلف.

قرآن کریم میں "توفیٔ بنی آدم" کی کئی انواع مذکور ہیں، "توفی" ایک جنس ہے، مفہوم عام ہے، جسکی تین انواع: (۱) موت، (۲) نیند (۳) رفع ہیں، اور مختلف مقامات پر "توفی" کی ہر نوع اپنے قرینہ سے متعین ہوتی ہے.

جہاں قرینہ موت ہو، وہ "توفیٔ موت" ہے، جہاں قرینہ نیند ہے، وہ "توفیٔ نوم" ہے، جہاں قرینۂ رفع ہے، وہ "توفیٔ رفع" ہے، مگر "توفی" سبھی ہیں، مگر اپنے مخصوص احوال وشواہد اور قرائن سے اس موضوع پر نوع متعیّن ہوگی، ہم نے

آیتِ "توفی" کی تفسیرات میں اسکی مفصل بحث کی ہے، کہ "توفیٔ عیسی علیہ السلام" میں قرینۂ رفع اسے رفعِ عیسی علیہ السلام کے لئے متعین کرتا ہے، جو ان کی حیات کی دلیل ہے، جو ان کی اجل کی آمد سے قبل ہے، پھر قرآن میں "متوفيك" کے بعد "رافعك" اور "ومطهرك من الذين كفروا" اسکے شاہد ہیں، کہ "توفیٔ عیسی علیہ السلام" "توفیٔ موت" نہیں ہے.

رہی "توفی" نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ ان کی اجل کے آنے پر واقع ہوئی، جو "توفی" وفات ہی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی "توفی" کے بیان پر (باب وفاة النبی صلی الله علیه وسلم، ومرضه) قائم فرمایا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور آپ کی مرض کی کیفیت کو بیان کرتا ہے، نیز دیگر احادیث بھی ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل، کفن آپ کے جنازہ کا ذکر ہے، جو سب آنحضرت کی "توفی" کے "توفیٔ وفات" ہونے کی ادلّہ ہیں، لہذا قادیانیت کا یہ مغالطہ تو ثابت ہی نہیں ہو سکتا، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" بھی "توفیٔ موت" ہی ہے، کیونکہ ان کی "توفی" میں تو ان قرائن وفات کا ذکر ہے ہی نہیں، جو "توفی" وفات کو لازم ہوتے ہیں، لہذا ان کی "توفی" ہرگز ہرگز وفات پر حمل نہیں ہو سکتی، ہاں! "توفیٔ عیسی علیہ السلام" کے بیان میں ان کے "رفع" اور "تطہیر از کفار" کا ذکر ہے، جو ان کے "رفع سماوی" کا معنی دیتے ہیں، اور جو ان کی "توفی" کو "توفیٔ رفع" کے لئے متعین کرتے ہیں، یوں قادیانیت کا یہ مغالطہ بھی الحمد للہ کافور ہو گیا.

قادیانیت کا تیسرا مغالطہ:

قادیانیت کبھی یہ مغالطہ بھی پیش کرتی ہے، کہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول اور حیات درست ہو، تو وہ اس دنیا میں آکر جب اپنی قوم کے احوال سے واقف ہو جائیں گے، تو پھر وہ کس طرح روزِ قیامت یہ کہیں گے کہ وہ قوم کے حالات سے باخبر نہیں؟ جبکہ آمدِ ثانی پر وہ مطلع ہو جائیں گے، لہذا اگر یہ آیت سوال وجواب اور اور اظہار لاعلمیت حق ہے، تو پھر ان کی دوبارہ آمد اور ان کی حیات کا نقطۂ نظر باطل ہے.

اس مغالطہ کا ازالہ:

اس مغالطہ کے ازالہ میں ہم **اولاً:** کہتے ہیں کہ یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا جواب ہی نہ ہو گا، کہ وہ قوم کے حالات پر مطلع نہیں ہیں، کیونکہ ان سے تو اس بارے میں سوال نہیں ہو گا، بلکہ ان سے سوال یوں ہو گا کہ کیا انھوں نے قوم کو اپنی اور اپنی ماں کی عبادت کا کہا تھا؟ پھر ان کا جواب اس سوال کے موافق ہو گا کہ میں نے ایسا نہیں کہا تھا.

ثانیاً: اگر یہ فرض کر لیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام سے انکی قوم کے حالات کے بارے میں سوال ہو گا، اور وہ اس کے بارے میں لاعلمیت کا اظہار کریں گے، تو یاد رہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی کے تین ادوار ہیں.

پہلا دور: ان کی "توفی" اور "رفع" سے پہلے کا ہے، جب وہ اپنی قوم کے درمیان رہتے تھے، اور ان کے حالات پر مطلع تھے.

دوسرا دور: ان کی "توفی" اور "رفعِ سماوی" کا زمانہ ہے، جب وہ قوم میں موجود نہ تھے، اور ان کے حالات پر بھی مطلع نہ تھے.

تیسرا دور: حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول اور قوم میں زندگی گزارنے کا ہے، اور وہ قوم کے حالات پر مطلع ہوں گے، لہذا پہلے اور تیسرے دور میں وہ قوم میں موجودگی کے سبب حالات پر بھی مطلع ہوں گے، اور ان پر روزِ قیامت گواہی بھی دیں گے، جیسے کہ دورِ اول کے بارے میں تو قرآن کریم میں ان کی یہ تصریح موجود ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ﴾[مائدہ: ۱۱۷]، "اور میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں موجود رہا"، رہا ان کی زندگی دورِ ثالث جو ان کے آسمان سے نزول کے بعد ہے، تو اس بارے میں قرآنی تصریح موجود ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾ [نساء:۱۵۹]، "کہ وہ روزِ قیامت وہ ان پر گواہ ہوں گے".

لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کے احوال قوم پر اطلاع کے دو موقع ہیں، اور اُن دونوں میں ان کا قوم میں وجود ثابت ہے، اور دونوں کے بارے میں قرآن کریم میں قوم پر ان کی شہادت کا ذکر بھی موجود ہے.

رہا حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی وہ جو دورِ اول اور دورِ ثالث ان کے مابین ہے، یہی ان کی مرفوعیت کا دور ہے، تو اسمیں ان کا قوم میں غیر موجود ہونا قرآن وسنت نے بیان فرمایا ہے، ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ [نساء: ۱۵۸]، اسی دور کا بیان ہے، تو ان کا اس دور کے بارے میں احوالِ قوم سے لاعلمی کا اظہار کرنا، یہ نہ تو ان کے نزول کے

خلاف ہے، اور نہ ہی ان کی حیات کے معارض ہے، بلکہ یہ لاعلمیت واقع کے عین موافق ہے، ان کی لاعلمیت کا دور ان کی مرفوعیت کا دور ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ جب وہ آسمان میں تھے، قوم میں موجود نہ تھے، تو ان کے حالات پر مطلع بھی نہ تھے، اسی زمانے کے بارے میں ان کا ارشاد ہے، ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡۚ﴾ [**مائدہ: ۱۱۷**]. "اے ربِ تعالی جب تونے میرا رفع فرمالیا تو تو ہی ان پر نگراں تھا"، لہذا قادیانیت کا مغالطہ اور اشکال سراسر باطل ٹھہرا.

آیت﴿وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾اور وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ کا باہمی ربط:

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم کی ان دو آیتوں **اولاً:** ﴿وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡ﴾[**مائدہ: ۱۱۷**]، "اور میں ان پر گواہ رہا، جب تک ان میں موجود رہا، اور جب تونے مجھے پورے طور پر قبضہ میں لے لیا تو تو ہی ن پر نگراں رہا".

ثانیاً: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ [نساء: ۱۵۹]، ترجمہ: "تمام اہلِ کتاب ان کی موت سے پہلے پہلے ضرور بضرور ان پر ایمان لے آئیں گے، اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے".- ان دونوں آیتوں کے مابین گہرا ربط ہے، جسے جاننا حقیقتِ حال سے واقف ہونے میں معین ہے.

پہلی آیت میں تو حضرت عیسی علیہ السلام کی قوم میں موجودگی تک ان کی شہادت کا ذکر ہے، نیز ان کی مرفوعیت کا بیان ہے، اور اس دوران میں قوم کے

حالات پر عدم اطلاع کا ذکر ہے، اور قوم میں اللہ تعالی کی رقابت کا بیان ہے.

دوسری آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے بعد اہلِ کتاب کے بالاتفاق والاجماع ان پر ایمان لانے کا بیان ہے، نیز حضرت عیسی علیہ السلام کے روزِ قیامت قوم پر گواہی کا بیان ہے، گویا یہ دونوں آیات سیرتِ عیسوی کے مذکورہ تینوں ادوار کے بیان پر مشتمل ہیں، پہلا دور ولادت کے بعد سے تادم مرفوعیت جب وہ قوم میں موجود ان کے احوال پر مطلع اور گواہ ہیں، یہ مضمون ﴿وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ﴾ میں ہے.

دوسرا دور: زمانۂ "توفی" ومرفوعیت جب سے حضرت عیسی علیہ السلام قوم میں موجود نہیں آسمان پر ہیں، اور وہ قوم میں موجود نہیں، ان پر ربِ تعالی رقیب ہیں، یہ مضمون ﴿فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ﴾ میں ہے.

تیسرا دور: ان کے آسمان سے زمین پر نزول سے لیکر ان کی مدّتِ حیات کے خاتمہ تک کا ہے، وہ قوم میں موجود اور ان کے حالات پر مطلع ہیں، اس کا بیان ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا﴾ [نساء: ۱۵۹] میں ہے.

تو دو دور میں حضرت عیسی علیہ السلام کا قوم میں موجود ہونا، ان کے حالات پر مطلع ہونا، اور ان پر گواہ ہونا ہے، ایک دور میں حضرت عیسی علیہ السلام کا "توفئ رفع" کے سبب آسمان پر ہونا، اور قوم میں موجود نہ ہونا، اور ان کے حالات پر مطلع نہ ہونا ہے، یہ تمام قرآنی حقائق وواقعات ہیں، جنہوں نے ہر قادیانی مغالطہ کو کافور کر دیا.

قادیانیت کا چوتھا مغالطہ اور قیاسِ باطل:

قادیانیت حقائق وواقعات میں خلط پیدا کرنے کی خاطر ایک اور مغالطہ پیش کرتی ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" سے مراد ان کی عزّت سے موت ہے، جیسے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے، ﴿وَرَفَعْنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: ۵۷]، **ترجمہ:** "ہم نے انہیں بلند مقام پر مرفوع کر دیا".

اس مغالطہ کا ازالہ:

ہم **اولاً:** کہتے ہیں کہ یہ لغتِ عربی میں قادیانی صناعت، اور ناجائز تصرف ہے.

ثانیاً: یہ قادیانیت کا قیاس مع الفارق ہے، جو حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کے لئے قادیانیت کی حجتِ باطلہ ہے.

کیونکہ لفظِ "رفع" کی عزت کی موت پر دلالت کے لئے لغت، عرفِ عام، عرفِ شرع اور نقلِ صحیح سبھی قادیانیت کے مخالف ہیں، کسی فن میں بھی لفظِ "رفع" کی موت پر اور عزت کی موت پر دلالت نہیں ہے، لغت میں "رفع" کا معنی پستی سے بلندی کی طرف انتقال ہے، جو کہ "**وضع**" اور "**خفض**" کی ضد ہے، "عزت کی موت" ہرگز ہرگز اس لفظ کا معنی نہیں ہے.

رہا "رفعِ عیسی علیہ السلام" کو "رفعِ ادریس علیہ السلام" پر قیاس کرنا، اور حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفعِ سماوی" کو حضرت ادریس علیہ السلام کے "رفعِ منزلت" پر قیاس کرنا تو "قیاس مع الفارق" ہے، کیونکہ حضرت ادریس علیہ السلام

کے "رفع" میں "مکان علیا" ان کی رفعتِ منزلت کا قرینہ ہے، جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے باب میں ان کے "رفع" کے ساتھ کوئی زائد ترکیب برائے قرینہ موجود نہیں، جو ان کے "رفعِ حقیقی" کو ان کے زمین سے آسمان کی طرف منتقل ہونے کے علاوہ دیگر معنی کی طرف پھیر دے.

ہاں! اس بیان سے رفع کے بارے دو امر خود بخود ثابت ہو گئے ہیں.

اولاً: یہ کہ لفظِ "رفع" کا معنی "عزت کی موت" نہیں ہو سکتا، نہ حقیقۃً نہ مجازًا، نہ صراحتًا نہ کنایۃً.

ثانیاً: لفظِ "رفع" کی "رفعتِ منزلت" پر دلالت بھی صرف اسکے لئے قرینہ کے ساتھ ہو ہو گی، بغیر قرینہ کے نہیں.

قادیانیت کا پانچواں مغالطہ:

مرزا قادیانی کا ایک اور مغالطہ یہ ہے کہ اس نے "رفعِ عیسی علیہ السلام" کو جو اس دنیا میں پیش آمدہ امر ہے، اسے ایک ایسے امر کے ساتھ مربوط کر دیا، جو آخرت میں پیش آنے والا ہے، **مرزا غلام احمد "ازالۂ اوہام" میں رقمطراز ہے.**

"جاننا چاہئے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے، جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے، ﴿وَرَفَعْنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: ۵۷]".

"لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے، مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے، کہ موت کے بعد

ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں، ﴿ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [قمر: ۵۵]".

اس مغالطہ کا ازالہ:

در حقیقت مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک قرآنی آیت سے اس کا ماسبق حذف کر کے عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی سعی کی ہے، حالانکہ جو شخص بھی اس قرآنی آیت کو اسکے سباق کے ساتھ تلاوت کرتا ہے، اس پر یہ حقیقتِ حال واضح ہو جاتی ہے، کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع کو جو اس دنیا میں واقع ہو چکا ہے، آخرت میں اہلِ تقوی کے ساتھ پیش آنے والے امور کے ساتھ جوڑ دیا ہے، کہ حق تعالی شانہ نے متقین کے جنت میں داخلہ اور اسکی نعمتوں سے مستفید ہونے کا جو بیان فرمایا ہے، مرزا صاحب حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو اس کے ساتھ جوڑ دیا ہے، نیز وہ اپنی طرف سے بھی کچھ مزید اضافہ کر رہے ہیں، جسکا قرآنی نص میں کوئی ذکر ہے ہی نہیں.

وہ قرآنی دو آیتیں یوں ہیں: **﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ﴾** [قمر:۵۴-۵۵]، **ترجمہ:** "آخرت میں متقین جنتوں اور نہروں میں ہوں گے، قدرت والے مالک کے پاس صداقت کے بیٹھنے کی جگہ میں"- یہاں پر مقربین کی روحوں کے علیین تک پہنچانے کا کوئی ذکر نہیں ہے، البتہ! یہ مرزا صاحب کی طرف سے قرآن کریم میں اضافہ اور اللہ تعالی کی آیات میں الحاد ضرور ہے، اس قرآنی بیان میں حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفعِ سماوی" کا نہ کہیں ذکر ہے، اور نہ

حضرت عیسی علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ کوئی تعلق ہے.

لہذا مرزا صاحب کا ان آیات سے حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو جوڑنے کا کوئی جواز نہیں ہے، بلکہ حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو متقین کے جنات میں داخلہ پر قیاس کرنا کھلے طور پر "قیاس مع الفارق" ہے، پھر اس سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرنا ظاہر البطلان ہے، پھر اس سے بڑھکر باعثِ غرابت یہ امر ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کی نصِ قطعی: ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ [نساء: ١٥٨] کو جو ان کے "رفع" پر واضح طور پر دلالت کر رہی ہے، اسی سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی ناکام سعی کی جائے، مرزا صاحب کا وفاتِ عیسی علیہ السلام پر یہ اسلوبِ استدلال نصاری کے حضرت عیسی علیہ السلام کی الوہیت کے اس اسلوبِ استدلال کی مانند ہے، جیسے کہ وہ کہیں کہ حق تعالی شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ ﴾ [مائدہ: ٧٢]، اور وہ اسکے ما قبل کو حذف کر دیں، ﴿ لَقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ ﴾ [مائدہ: ٧٢]، "یقیناً وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالی عیسی بن مریم ہیں"، بعینہ اسی طرح مرزا صاحب نے کیا، کہ اللہ تعالی نے تو فرمایا: ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ [نساء: ١٥٨] "حضرت عیسی علیہ السلام نہ قتل ہوئے، نہ سولی پر چڑھے، بلکہ انہیں اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا"، اور مرزا صاحب کہیں کہ "رفع" سے مراد عزّت کی موت ہے، اور جو آیت حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی دلیل

ہے، اسے ان کی وفات کی دلیل بنایا جائے، یقیناً یہ عمل قرآن کریم میں کھلی تحریف ہے، پھر دنیا میں واقع ہونے والے ایک امر کو جو پیش آچکا ہے، آخرت میں پیش آنے والے امر سے جوڑنا یہ اضافہ کرنا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا "رفع" مقربین کی ارواح کو علیین تک پہنچانے جیسا ہے، یہ تیسری تحریف ہے، در اصل یہ مذکورہ آیاتِ قرآنیہ کے گرد قادیانی اوہام واشکالات ومغالطات ہیں، جو اللہ کے فضل وکرم سے کافور ہو گئے.

وصلى الله وسلم على سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(سولھواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"تیسری آیت ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِ﴾ سے مرزا قادیانی کا وفاتِ مسیح علیہ السلام پر استدلال، اور اس کا بطلان"

سولہویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) قسمِ اول کی تیسری آیت۔

۲) آیتِ مبحوثہ عنہا سے مرزا کا اسلوبِ استدلال۔

۳) مرزا کے استدلال کا بطلان۔

۴) مرزا کا اپنی تصریح سے تناقض۔

۵) آیتِ "رفع" کا سیاق مرزا کے مقصود کے خلاف۔

۶) رفعِ مسیح اور قیاس مع الفارق۔

۷) "رفع" عزت کی موت پر حمل کرنا خلافِ لغت و نقل۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝١٥٧ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ [نساء: ١٥٧-١٥٨]. اور فرمانِ باری تعالیٰ: ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [آل عمران: ٥٥].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**سولہواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے: "**تیسری آیت ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ سے مرزا قادیانی کا وفاتِ مسیح علیہ السلام پر استدلال، اور اس کا بطلان**"۔

یہ قسم اول کی ان آیات میں سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں تیسری آیت ہے:

ناظرین وسامعین اور قراء حضرات کے لیے یہ امر انتہائی طور قابلِ تعجب ہو گا، کہ جو آیت حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کی دلیل، اور ان کے "رفع" میں نصِ قطعی ہے، اس سے مرزا قادیانی نے کس طرح ان کی وفات پر استدلال کیا ہے؟

لہذا ہم کہتے ہیں کہ مرزا کی یہ کاروائی یقینًا استدلالات کی تاریخ میں بہت بڑی جسارت اور عدیم النظیر کاروائی ہے، کیونکہ مرزا غلام احمد کا یہ عمل صریح نصِ قرآنی، لغتِ مسلسل، نقلِ صحیح اور عقل و منطق کے کھلم کھلا خلاف ہے، ہمارے علمی نقاش کے دوران یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جائے گی، کہ استدلال کرنے والا دو حال سے خالی نہیں ہے، یا تو وہ عربی علوم اور نصوصِ شرعیہ سے احکام و فوائد کو اخذ کرنے اور استدلال کے اسلوب سے بالکل نابلد ہے، یا وہ نصِ شارع میں لغت و نقل کی عمدًا مخالفت کر رہا ہے، کہ وہ کسی طرح اپنے مقصود (وفاتِ مسیح) کو ثابت کرنے میں کامیاب ہو، ہماری رائے میں دوسری وجہ ہی راجح ہے.

کیونکہ مرزا قادیانی اپنی مؤلفات میں بلند بانگ یہ دعوی کرتا ہے، کہ اسے قرآنی معارف ودقائق پر عبور حاصل ہے، وہ اس پر ایسے منکشف ہوتے ہیں، کہ اس سے قبل ایسے کسی پر منکشف نہ ہوئے ہوں.

مرزا قادیانی کا اسلوبِ استدلال:

مرزا "ازالہ اوہام" میں ارشادِ باری تعالی ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ کے بارے میں یوں رقمطراز ہے:

> **"جاننا چاہئے کہ اس رفع سے مراد وہ موت ہے، جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے، ﴿وَرَفَعۡنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: ۵۷]".**

وہ یوں بھی لکھتا ہے:

"لہذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے، مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو، جیسا کہ مقربین کے لئے ہوتی ہے، کہ موت کے بعد ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں، ﴿ فِى مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقۡتَدِرِۭ ﴾ [قمر: ۵۵]".

یوں مرزا قادیانی نے ایک قرآنی آیت کو اپنے کلام کے ساتھ جوڑ دیا، مگر اس آیت کے سباق کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بتایا کہ یہ آیت کس سے متعلق ہے، مگر اس نے اپنے ہدف کی خاطر اسے حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ مربوط کر دیا.

حضرت مولانا ابراہیم سیالکوٹی "شہادۃ القرآن" کے ص:۳۱/ ۲ میں لکھتے ہیں:

"مرزا صاحب کا اصل مقصود یہ ہے کہ اس آیت ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ سے حضرت عیسی علیہ السلام کی "رفعِ آسمانی" ثابت نہ ہو، اسی لئے کئی دفعہ کہا کرتے ہیں کہ جسمِ عنصری کے اٹھائے جانے کی کوئی دلیل نہیں، اور نہ آسمان کی تصریح ہے، تو پھر ضرور "رفعِ روحانی" اور "عزت کی موت" مراد لی جائیگی".

نقاشِ ایمانی برائے ابطالِ استدلالِ مرزا قادیانی:

آیتِ قرآنی ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ سے مرزا کا گذشتہ اسلوب کے ذریعہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرنا یا ﴿ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ﴾ [آل عمران: ۵۵]. میں وارد لفظِ "رفع" کو "رفعِ روحانی" اور "عزت کی

موت" پر حمل کرنا محض حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمانی رفعِ جسمانی کے انکار کی غرض سے ہے.

اور یہ اسلوب مندرجہ ذیل امور کو مستلزم ہے:

اولًا: یہ مرزا کی اپنی تصریح کے خلاف ہے.

ثانیًا: یہ لفظِ "رفع" کی وضعِ لغوی کے خلاف ہے.

ثالثًا: یہ مسلم مفسرین کی اس آیت ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ اور ارشادِ ربانی ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [آل عمران: ۵۵] والی آیت کی تفسیرات کے خلاف ہے.

رابعًا: یہ آیت "رفع" کے سباق کے کھلم کھلا مخالف ہے.

خامسًا: یہ قرآن کریم کی ایک آیت کو اسکے سباق سے قطع کرنا، اور ایک دوسری ایسی آیت سے جوڑنا، جسکا اس سے کوئی ربط نہیں اپنے ہدف کے حصول اور مسلمات اسلامیہ میں تشکیک کی غرض سے خلافِ شرع اور خلافِ لغت کاروائی ہے.

اب ہم ان امور کا مفصل بیان پیش کرتے ہیں.

مرزا کا اپنے قول میں تناقض:

"ازالہ اوہام" میں مرزا غلام احمد کی یہ تصریح قابلِ تأمل ہے:

"مقربین کی ارواح علیین تک پہنچائی جاتی ہیں".

اس میں مرزانے یہ اعتراف کیا کہ "رفع" کا معنی "مرفوع" کو نیچے سے اوپر لے جانا ہے، اسی کا مرزا صاحب انکار کرنا چاہتے ہیں، تو گویا مرزا صاحب کا اپنا استدلال انہیں کے خلاف ہو گیا، کیونکہ جسکی نفی کے لئے وہ کوشاں تھے، اس کا اعتراف کر لیا، اور وہ "مرفوع" کا نیچے سے اوپر منتقل ہونا ہے، اب رہا کہ قرآنی آیت میں "رفع" کس طرح ہوا؟ مرفوع کون ہے؟ حضرت عیسی علیہ السلام روح و جسم سمیت گئے ہیں؟ یا ان کی روح؟ یا ان کا مقامِ عالی؟ یا ان کا صرف جسد؟

تو قرآن کریم نے اسکا فیصلہ خود فرمایا، اور "مرفوع" کی یوں تعیین فرمادی، ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾، "اے عیسی میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں" باری تعالی کے اس خطاب میں اسکے مخاطب تو حضرت عیسی علیہ السلام خود ہیں، ان کا مقام یا روح نہیں ہے، تو وہی "مرفوع" بھی ہیں، ان کی روح و مقام بغیر ان کی شخصیت کے نہیں.

آیتِ "رفع" کے سیاق میں تامل:

اس آیتِ "رفع" سے قبل حق تعالی شانہ نے یہود پر اپنی ناراضگی کے اسباب کا ذکر فرمایا ہے، تو منجملہ ان کے یہود کا یہ قول بھی رہا کہ ﴿إِنَّا قَتَلْنَا ٱلْمَسِيحَ عِيسَى ٱبْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ ٱللَّهِ﴾ [نساء: ۱۵۷]. "کہ ہم نے مسیح بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں قتل کر دیا ہے"، یہود کا دعوی تھا کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کے ہیں، ان کا دعوی حضرت مسیح کی روح یا مقام کو قتل کرنے کا نہیں تھا.

چونکہ شروع کلام میں حضرت مسیح کا ذکر صراحت سے موجود ہے، جسکے بعد حق

تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ [نساء: ۱۵۷] اس میں موجود "ھا" کی منصوب ضمیر بھی حضرت مسیح کی طرف عود کر رہی ہے، حق تعالیٰ شانہ نے یہود کے "قتل وصلبِ مسیح" کے دعوی کے ابطال میں صراحت سے نفی فرمائی ہے، تو "ھا" ضمیر کا مرجع ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ [نساء: ۱۵۷]، پھر ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ [نساء: ۱۵۷] میں "ھا" ضمیر کا مرجع حضرت مسیح کی ذاتِ گرامی ہی ہے، جب قتلِ مسیح نہ ہوا، صلبِ مسیح بھی نہ ہوا، تو کیا ہوا؟ اس کا ذکر اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے یوں فرمایا:

﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ﴾ [نساء: ۱۵۸]، "بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا"، یعنی جو امرِ واقعی ہوا، وہ حضرت مسیح کا "رفع" ہے، اب ﴿رَّفَعَهُ﴾ میں بھی "ھا" ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عود کر رہی ہے، لہذا "مرفوع" وہ ذات ہوئی جس کے قتل کا یہود دعوی کر رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا اعلان اسکے قتل وصلب کی نفی کا قرآن میں ہوا، پھر قرآن کا بیان بھی اسی ذاتِ مسیح کی مرفوعیت کا ہے، تو جب قابلِ قتل وصلب ذاتِ مسیح علیہ السلام اور ان کا جسدِ عنصری ہے، تو "مرفوع" ہونے والا بھی وہی مسیح علیہ السلام ہے، اپنی روح و جسم سمیت اسے ہی قرآن کریم نے بیان فرمایاہے، اور بالترتیب یہ امور قرآن میں ذکر ہوئے.

اولاً: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود کا یہ قول نقل فرمایا: ﴿إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ﴾ [نساء: ۱۵۷].

ثانیًا: ان کے قتل وصلب کی یوں نفی فرمائی: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ﴾ [نساء: ١٥٧].

ثالثًا: پھر قرآن کریم نے علی وجہ الیقین ان کے قتل کی نفی یوں بیان کی: ﴿وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا﴾ [نساء:١٥٧].

رابعًا: پھر قرآن کریم نے حضرت مسیح کے "رفعِ سماوی" کو ثابت فرمایا، اور کہا: ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ [نساء: ١٥٨]. "بلکہ اللہ تعالی نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا".

خامسًا: اسی طرح قرآن کریم نے دوسری جگہ ان کی کفار سے تطہیر کو یوں بیان فرمایا ہے: ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ [آل عمران: ٥٥]. "اور تجھے کفار سے پاک کرنے والا ہوں".

یہ وہ تمام امور ہیں، اور یہ ان کی ترتیب بیانی ہے، سورت "مائدہ" میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نامِ نامی ذکر فرما کر پھر "ھا" کی ضمیر چار مرتبہ ان کی طرف لوٹائی، اور "آل عمران" میں ان کے "توفی" و"رفع" کے بیان میں پہلے ﴿يَٰعِيسَىٰٓ﴾ [آل عمران: ٥٥] میں ان کا نامِ نامی ذکر فرمایا، پھر "**ک**" ضمیر خطاب ذکر فرمائی.

تو یوں جس کے قتل کا دعوی یہود نے کیا تھا، ان سے قتل وصلب کی نفی اور ان کے "رفع" کا اثبات خود باری تعالی نے قرآن کریم میں فرما دیا، لہذا اس آیت میں "رفع" کو مرزا صاحب کا "رفعِ روحانی" اور "رفعِ درجات" پر حمل کرنا، یا عزّت کی موت قرار دیکر حضرت مسیح کی وفات پر استدلال کرنا کھلی باطل کاروائی ہے، جو

لغت، سباقِ آیت، تفسیر مفسرین اور عقل و منطق کے بھی سراسر خلاف ہے، اب ہم دیگر وجوہِ ابطال کی تفصیل بیان کرتے ہیں.

"رفعِ عیسی علیہ السلام" کو "رفعِ ادریس علیہ السلام" پر قیاس کرنا:

مرزا قادیانی کا "رفعِ عیسی علیہ السلام" کو "رفعِ ادریس علیہ السلام" پر قیاس کرنا، پھر "رفعِ عیسی علیہ السلام" سے ان کی عزّت والی موت مراد لینا، اور ﴿ وَرَفَعۡنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ [مریم:۵۷] کو اسکے ساتھ ملانا، یہ بھی مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل کاروائی ہے.

ہم کہتے ہیں:

مرزا قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو حضرت ادریس کے "رفعِ درجات" پر قیاس کرنا- قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ حضرت ادریس کے رفع کے ذکر کے ساتھ زائد ترکیب موجود ہے، جو اس امر کا قرینہ ہے، کہ یہ "رفعِ حقیقی" نہیں، بلکہ اس سے مراد ان کے "رفعِ درجات" ہے، اور وہ ہے، حق تعالی کا قول: ﴿مَكَانًا عَلِيًّا ﴾ تو اس "مکانِ علّی" کی وجہ سے "رفع" سے حقیقی رفعت کے بجائے رفعِ مقام مراد ہے، یہ بھی اسی طرح ہے جیسے کہ حق تعالی شانہ نے اپنے مرسلین کے بارے میں ان کے "رفع" کا ذکر فرمایا، تو وہاں فرمایا: ﴿وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجَٰتٖۚ ﴾ [بقرہ:۲۵۳]، "اس نے بعض کو بعض پر درجات میں رفعت دی"، تو لفظ درجات کی وجہ سے "رفع" سے مراد حقیقی "رفع" کے بجائے "رفعِ درجات" ہے.

جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ [نساء: ۱۵۸]، اور ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران: ۵۵] آیا ہے، "رفع" کے ساتھ کوئی ترکیب نہیں جو "رفع" کو بلندی کی طرف منتقل ہونے کے بجائے "رفعتِ درجات" کے معنی میں پھیر دے، یہاں "رفع" کا مجازی نہیں، بلکہ حقیقی معنی ہی مراد ہے، اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمین سے آسمان پر منتقل ہو جانا ہے.

موردِ "رفعِ عیسیٰ علیہ السلام" در قرآن کریم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں ان کے "رفع" کا قرآن کریم میں مقام ذکر بھی اس امر کی شہادت و دلیل ہے کہ یہ ان کا روح و جسم سمیت زمین سے آسمان کی طرف ہی منتقل ہوتا ہے، جن دو جگہوں پر ان کے "رفع" کا ذکر ہوا، تامل کیجئے.

سورت "مائدہ" میں "رفعِ عیسیٰ علیہ السلام" کو ﴿بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ﴾ [نساء: ۱۵۸] سے ذکر کرنے سے پہلے یہود کے انہیں قتل کا دعوی، پھر اللہ تعالی کی طرف سے ان کے قتل وصلب کی نفی ہے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع" کا ذکر ہے، تو "رفع" اسی کا ہوا، یہود جسکے قتل کے دعویدار تھے، اور اللہ تعالی جسکے قتل وصلب کا.

سورت "آل عمران" میں "رفعِ عیسیٰ علیہ السلام" کو ﴿وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران: ۵۵] سے ذکر کرنے سے پہلے یہود کے ان کے خلاف مکر کا ذکر ہے، (کہ وہ ان کے قتل وصلب کے درپے تھے)، تو حق تعالی شانہ نے انہیں فرمایا کہ وہ آپ کا "رفع" فرمانے والا ہے، یعنی آپ کو جسم وروح سمیت قبضہ میں لیکر ان کا رفعِ جسدی ہونا اس

کے سباق کا بھی تقاضا ہے، لہذا حضرت ادریس یا دیگر مرسلین کے باب میں تو رفعِ درجات متعین ہے، یہی آیات قرآن کے مورد کا تقاضا ہے.

کیونکہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کا ذکر ان کے دشمنوں کے مکر اور ان کی عداوت برائے قتل وصلب کے اثناء میں ذکر فرمایا، تو اس تخلیص کے موقع پر درجات کی بلندی مورد و مقام سے میل نہیں کھاتی، نہ لفظِ "رفع" کا وہ مدلول لغوی ہے، بلکہ اس موقع پر "رفعِ عیسی" کو "روحانی رفع" پر حمل کرنا بیان وبلاغت کے بھی سراسر خلاف ہے.

"بحر محیط" میں حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" و "تطہیر" کی تفسیر میں ہے:

> **"یہ چاروں ترتیب وار خبریں فصاحتِ کلام کی اعلی ترین مثال ہیں: اولاً: حضرت عیسی علیہ السلام کو حق تعالی شانہ بتا رہے کہ وہ ان کی "توفی" فرمانے والا ہے، وہ انہیں اپنے قبضہ میں پورے طور پر لینے والا ہے، ان کے خلاف مکر کرنے والوں کا ان پر قبضہ یا تسلط نہ ہو گا، نہ وہ ان تک پہنچ سکیں گے، ثانیاً: وہ انہیں اپنے آسمان اور ملائکہ کے مقام اور عبادت گاہ تک پہنچائے گا کہ وہ اپنے رب کی طویل عمر عبادت کریں، ثالثاً: وہ آسمان پر "رفع" سے ان کی کفار سے ایسی تطہیر عام کردے گا جو تمام زمانوں کو شامل ہو، "زمانۂ رفع" کو، پھر "زمانۂ نزولِ دنیا" کو بھی، تو یہ عظیم بشارت ہے کہ وہ کفار سے اول وآخر مطہر رہیں".**

"تفسیر ابن کثیر" میں ہے کہ:

"ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی "توفی" ان کا "رفع" ہے، پھر جب وہ زمین پر اتریں گے، تو عام اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے".

لغت میں "رفع" کو "عزت کی موت" پر حمل کرنے کا بطلان:

عربی زبان میں اسکی نظیر نہیں کہ "رفع" کا لفظ جو ایک کلمہ ہے، دو معنوں پر دلالت کرے، اور وہ موت اور عزّت ہوں، بلکہ یہ تو قرآنی نص میں زیادتی اور الحاد فی آیات اللہ ہے، پھر روحانی رفعت یا مقام و منزلت کی رفعت تو جسمانی رفع کے منافی ہوتی بھی نہیں، حضرت عیسی علیہ السلام جو اللہ تعالی کی قدرت سے آسمان پر "مرفوع" ہوئے، وہ تو صاحبِ رفعت و منزلت ہیں، اس سے ان کی وفات ثابت کرنا اور "رفعِ عیسوی" کو عزت کی موت پر حمل کرنا، اسکی نظیر قرآن وسنت اور عربی زبان میں نہیں ملتی، لہذا مرزا قادیانی کا "رفعِ عیسی علیہ السلام" کو ان کی عزت کی موت پر حمل کرنا باطل استدلال ہے، جو لغت، نقل و عقل کے خلاف ہے.

رفعِ عیسی علیہ السلام کو مقربین کی ارواح پر قیاس کرنے کا بطلان:

مرزا قادیانی کا رفعِ عیسی علیہ السلام کو مقربین کی ارواح کے علیین پر پہنچانے پر قیاس کرنا، اور پھر سورت "قمر" کی ایک آیت میں جہاں آخرت میں اہلِ جنت کے ساتھ ہونے والے معاملہ کا ذکر ہے، اسکے ساتھ جوڑ دینا یہ بھی "الحاد فی آیات اللہ" ہے، مقربین کی ارواح علیین میں دنیا میں مرفوع ہوتی ہیں، جبکہ متقین جنت میں

آخرت میں جائیں گے، تو دنیا اور آخرت کے ان دو امروں کو جوڑ کر حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع" کو عزت کی موت پر حمل کرنا بدیہی البطلان استدلال ہے، مرزا صاحب اور ہر تأمل کرنے والا بخوبی واقف ہے کہ یہ کاروائی صرف قادیانی خلط ہے، تاکہ "رفعِ عیسی علیہ السلام" کے مضمون کو الجھایا جائے، مگر ہمارے اس مفصل بیان نے الحمد للہ اس کاروائی کی حقیقت کو آشکارا کر دیا، اور یہ امر ثابت ہو چکا کہ "رفعِ عیسی علیہ السلام" ان کے جسم وروح سمیت آسمانی رفع ہے، اور اسی آیت سے ان کی عزت سے موت پر استدلال غیر شرعی، غیر لغوی اور غیر منطقی قادیانی کاروائی ہے. ولله الحمد والمنة.

وصلى الله وسلم على خاتم النبين، وعلى وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(سترہواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"چوتھی آیت ارشادِ ربّانی ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اس کا بطلان"

سترہویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) آیتِ مبحوثہ عنہا کا حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر نص ہونا۔

۲) مرزا کا وجہِ استدلال۔

۳) کلمہ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کی تشریح، اور مرزا اور اس کے ساتھی کی باطل تفسیر۔

۴) "ہا" ضمیر کے مرجع میں حضرت عیسی علیہ السلام کی تعیین۔

۵) دوسرے احتمال کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف نسبت کی حقیقت۔

۶) حضرت عیسی علیہ السلام کا دونوں وقتوں میں قرآن کریم کی دونوں آیتوں میں "گواہ" ہونے کا سبب۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَقَوْلِهِمْ بَلْ شَهِيدًا ﴾ [نساء: ۱۵۹].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم.

یہ سلسلہ دین بھلائی ہے، کا "**سترہواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے:

"چوتھی آیت ارشادِ ربّانی: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَقَوْلِهِمْ بَلْ شَهِيدًا ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان".

قرآن حکیم کی یہ آیت مرزا غلام احمد کے آیاتِ قرآنی سے وفات عیسی علیہ السلام پر چوتھی دلیل ہے، یہ آیت جو حضرت عیسی علیہ السلام کی "حیات" پر نصِ قطعی ہے، اور پوری وضاحت کیساتھ حضرت عیسی علیہ السلام کی دوسری بار اس دنیا میں آمد پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے اس وقت تو پورے طور پر اپنے قبضہ میں لے لیا، اور انہیں آسمان پر اٹھالیا، جب انکے

دشمن انہیں قتل کرنا اور سولی دینا چاہتے تھے، اور اللہ تعالی نے اسی وقت انہیں انکے دشمن، کافروں سے پاک کر دیا، اوراللہ تعالی انہیں ایسی جگہ لے گئے جہاں تک ان کافروں کی پہنچ نہیں ہو سکتی تھی، قرآن حکیم نے حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات اور انکی انکے دشمنوں سے حفاظت اور نجات کا ذکر تو آیتِ توفی میں فرمادیا، مگر انکی موت کا ذکر صرف اس آیت میں کیا ہے، جو ہمارے اس محاضرہ میں موضوعِ سخن ہے، وفاتِ عیسی کب ہو گی؟ اسے اللہ تعالی نے ایک ایسی شرط کیساتھ مشروط کر دیا، جو تاحال وجود میں نہیں آئی، وہ قید و شرط انکی اس دنیامیں آسمان سے نزول کے بعد دوبارہ آمد کے بعد اپنی جملہ ذمہ داریوں سے عہدہ براں ہو جانے پر، جن کی تفصیل قرآن و سنت میں مذکور ہے، اور اس آیت میں یہ بیان کی گئی ہے، کہ تمام اہل کتاب یعنی یہود و نصاری دائرہ ایمان میں بالاتفاق داخل ہو جائیں گے، مگر یہ شرط تا حال پوری نہیں ہوئی، تو پھر انکی موت کیسے واقع ہوئی ؟ مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی آیت سے یہ ناکام کوشش کی ہے کہ وہ اپنے مخصوص اسلوب سے اس سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرے، کہ وہ تو واقع ہو چکی ہے، اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے اس آیت سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر طرز استد لال کا بیان کرتے ہیں.

مرزا غلام احمد کا طرز استدلال:

مرزا غلام احمد نے اس آیت سے خلافِ مقصودِ ربانی اور خلافِ نصِ قرآنی حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے سے نزول سے پہلے ہی ان کی موت ثابت

کرنے کیلئے اس آیت کا یوں ترجمہ کیا ہے.

"اور کوئی اہل کتاب ایسے نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیا ہے، ایمان نہ رکھتا ہو، قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا"

("ازالہ اوہام" جلد اول صفحہ: ۱۸۸).

مرزا قادیانی کے طرزِ استدلال کا بطلان:

قرآن حکیم کی اس آیت کے مطلب و مفہوم کو جو امت مسلمہ کے ہاں متواتر طور پر منقول ہے اور مسلم امت کا اس پر بالاجماع ایمان ہے اور جو قرآن حکیم کے الفاظ کے عین مطابق ہے اُسے بیان کرنے سے پہلے ہم ایک اصولی ضابطہ بیان کرتے ہیں.

اہم ضابطہ:

یاد رہے کہ قرآن حکیم اللہ تعالی کا ایک منظوم اور مربوط، فصیح و بلیغ کلام ہے اسکی ہر آیت اور ہر آیت کا ہر کلمہ اپنے سیاق و سباق کیساتھ ربط رکھتا ہے لہذا قرآن حکیم کے مترجم یا مفسر کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے قواعد وضوابط اور اسکے محاورات کا خیال رکھے کیونکہ قرآن حکیم عربی زبان میں نازل ہوا، نیز ہر مترجم و مفسر قرآنِ حکیم کی ہر آیت کے سیاق وسباق کا بھی خیال رکھے کہ کسی بھی کلام کو بغیر اس کے سیاق و سباق کے جانے، درست طور پر سمجھا نہیں جا سکتا، پھر قرآن کے ترجمہ اور تفسیر میں قرآنِ حکیم کے الفاظ اسکی تراکیب اور اسکے

کلمات کے وہی معنی معتبر ہونگے جن کے لئے عربی زبان کے وہ کلمات وضع کیے گئے اس کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی وہ تفسیر جو مسلم مفسرین نے بیان کی اس سے سر مو انحراف بھی باعثِ گمراہی ہو گا، قرآن حکیم کے ترجمہ اور تفسیر میں ان جملہ امور کی رعایت ضروری ہے.

مبحوث عنہا قرآنی آیت کا وہ ترجمہ جو مرزا صاحب نے کیا اس میں انہوں نے نہ تو قرآنی مفردات کا خیال رکھا نہ اس آیت کے سیاق وسباق کی رعائت کی اور یہ مرزا صاحب کا معروف اسلوب ہے کہ وہ اپنی مطلب براری کے لئے جس لفظ کو چاہتے ہیں لغت اور نقل کے خلاف اپنے مطلب کے معنی و مفہوم پر حمل کر لیتے ہیں، انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع کو انکی "عزت کے ساتھ موت" پر حمل کیا اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کی توفّی کو انکی وفات پر حمل کر لیا اور لفظ خاتم کو افضل پر تا کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کا اور جناب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا انکار کر سکیں، یہی اسلوب انہوں نے اس آیت میں اختیار کیا.

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾[نساء: ۱۵۹].

اس کا درست ترجمہ یہ ہے: "اہل کتاب میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں مگر کہ وہ ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا ان کی موت سے پہلے پہلے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے".

مضمون آیت:

یہ آیت صاف طور پر حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی پر اور انکے آسمان سے نازل ہونے اور پھر ان پہ جملہ اھل کتاب یہود و نصاری کے ایمان لانے اور اسکے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے واقع ہونے نیز حضرت عیسی علیہ السلام کے قیامت کے دن ان پر گواہی دینے کے بیان پر مشتمل ہے، مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے ترجمہ میں تأمل کرنے والا بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ مرزا صاحب کا اس آیت کا ترجمہ قرآن کریم کے الفاظ و مفردات، عربی لُغت، مسلم مفسرین کی تفسیر اور عربی قواعد کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے، بھلا اس آیت سے وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کو کیسے ثابت کر سکتے ہیں جبکہ پورا عالم اس بات پر گواہ ہے کہ ہزاروں اہل کتاب مر چکے اور آج بھی مر رہے ہیں مگر وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے جو عیسی علیہ السلام کے حیات کی کھلی دلیل ہے، پھر حضرت عیسی علیہ السلام کا قیامت کے دن اُن پر گواہ بننا یہ بھی حضرت عیسی علیہ السلام کے دوبارہ اس دنیا میں آکر انکے ساتھ زندگی گزارنے کی واضح طور پر یقینی اور قرآنی خبر ہے کیونکہ گواہ جن پر گواہی دیتا ہے اُس کا اُن میں موجود ہونا ضروری ہوتا ہے.

اب ہم اس آیت میں وارد بعض کلمات پر مفصل گفتگو کرتے ہیں.

اس آیت میں وارد ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کا مفہوم و مدلول:

اس آیت میں ایک کلمہ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ وارد ہوا ہے، یہ فعل مضارع ہے جس کے شروع میں لامِ مفتوح (زبر والی) ہے، اور آخر میں نون مشدّد ہے، جب فعل مضارع

کے آخر میں نون برائے تاکید آجائے، اور شروع میں لام مفتوح ہو، یہ کلمہ عربی محاورہ میں ہو یا قرآن حکیم میں یا حدیث نبوی میں توجملہ آئمہ لغت، آئمہ تفسیر کا اس بات پر اجماع ہے کہ فعل مضارع میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ زمانہ حال کیلئے نہیں رہتا نہ ماضی میں چلا جاتا ہے، بلکہ زمانہ مستقبل کیساتھ خاص ہو جاتا ہے.

مشہور لغوی ابن ہشام "المغنی اللبیب" (صفحہ: ٢/٢٢) میں نون تاکید کے بارے میں رقم طراز ہیں.

"وأما المضارع إن كان حالا لم يوكد بها، وإن كان مستقبلاً أكّد بها وجوباً نحو قوله تعالى: ﴿ وَتَٱللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصۡنَٰمَكُم بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ ﴾ [الأنبياء: ٥٧]".

اردو ترجمہ:

"فعل مضارع (جو حال اور مستقبل دونوں کیلئے آتا ہے، جب حال کے معنی میں ظاہر ہو تو نون تاکید مشدد ہو یا ساکن اس کے ساتھ نہیں آسکتے اگر وہ مستقبل کے معنی میں ہو تو پھر نون کے ساتھ اسکی تاکید واجب ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ ﴿ وَتَٱللَّهِ لَأَكِيدَنَّ أَصۡنَٰمَكُم بَعۡدَ أَن تُوَلُّواْ مُدۡبِرِينَ ﴾ [انبیاء: ٥٧]".

اسی طرح عربی قواعد کی تمام کتابوں میں یہ وضاحت موجود ہے کہ فعل مضارع کیساتھ جب بھی نون تاکید لگ جاتا ہے تو وہ اسے مستقبل کیلئے خاص کر دیتا ہے.

علامہ رضی نے کافیہ کی شرح میں لکھا ہے:

"وأما في المستقبل الذى هو خبر محض فلا يدخل إلاّ بعد أن يدخل على أول الفعل ما يدل على التوكيد أيضًا كلام القسم".

ترجمہ:

"یعنی جو مستقبل محض خبری ہو اس پر نون تاکید اس وقت تک نہیں آتا جب تک کہ فعل کے شروع میں کوئی ایسا کلمہ نہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے، جیسے کے لامِ قسم".

یہی جملہ اہلِ لغت کے ہاں مسلم قاعدہ ہے، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ اسی فعل مضارع کی مثال ہے، جس کے شروع میں لامِ قسم برائے تاکید ہے، اور آخر میں نون مشدّد برائے تاکید ہے، لہذا اس فعل مضارع پہ دو تاکیدیں لگی ہوئی ہیں، اور یہ مستقبل کے زمانہ کیساتھ خاص ہے.

مرزاصاحب کی لغتِ عربی کی مخالفت:

﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کا درست ترجمہ تو یہ ہے کہ **"وہ ضرور بہ ضرور ایمان لائے گا"**، مگر مرزاصاحب کا ترجمہ یہ ہے **"جو ایمان رکھتا ہو"**، اس اعتبار سے مرزاصاحب نے ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ فعل کو جو مستقبل کے لیے خاص ہے، اُسے حال کے لیے بنادیا اور یوں وہ قرآن حکیم میں تحریف کے مرتکب ہوئے اور ساتھ ہی عربی زبان کے قواعد کی بھی مخالفت کی.

مرزاصاحب کے ایک دوسرے ساتھی **"مولوی مبارک علی سیالکوٹی"** نے اپنی کتاب "**القول الجمیل**" کے **صفحہ ۲۸** پر اسی آیت کے ترجمہ میں اس فعل مضارع کو فعل امر کے معنی میں کر دیا، اور تحریفِ قرآن کے مرتکب ہوئے، اور ساتھ ہی

لغت کے قواعد کی بھی مخالفت کی.

مولوی مبارک علی کا اسی آیت کا ترجمہ یوں ہے.

"اور اہل کتاب میں سے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے جانے کے پیشتر ہی تسلیم کرے کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی گئی اس واسطے وہ صلیب پر نہیں مرا، اور یہ تو آخر کو ہونا ہی ہے کہ مسیح جس کی نسبت یہ وہم و گمان بھرے ہوئے اعتقادات اہل کتاب نے تسلیم کر رکھے ہیں، ان کا حال بتلا دے گا اور ان کے خلاف قیامت کے دن گواہی دیگا اُس وقت سب اپنی غلطی سے واقف ہو جائینگے".

قادیانی زعماء کی تحریف اور ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کا ترجمہ:

بانی قادیانیت مرزا غلام احمد نے ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ "ضرور بہ ضرور ایمان لائے گا" کو "ایمان رکھتا ہو" حال میں تبدیل کر دیا، مگر مولوی مبارک علی نے اسی مضارع کو جو مستقبل کے لیے خاص ہے، یہ ترجمہ کر کے "ضروری ہے کہ تسلیم کرے" مضارع مؤکد کو امر کے معنی میں کر دیا، دونوں کا ترجمہ قرآن میں کھلی تحریف کا نمونہ ہے، اور ساتھ ہی لغت کی بھی مخالفت ہے.

ہمارا قادیانیت سے سوال:

ہم حق بجانب ہیں کہ قادیانیت سے پوچھیں کہ قرآن حکیم کا یہ کلمہ ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ جو فعل مضارع ہے، اور وہ لامِ تاکید اور نون تاکید سے مؤکد ہے، اور مستقبل کیساتھ خاص ہے، مرزا صاحب نے کس دلیل سے اُسے حال کے معنی پر حمل کیا؟ پھر

مولوی مبارک علی نے لغت کے بھی خلاف اور اپنے بانی مذہب کے بھی برخلاف کس دلیل سے اُسے امر کے معنی پر حمل کیا؟ حالانکہ لامِ امر تو مکسور (زیر والی) ہوتی جبکہ ﴿لَيُؤْمِنُنَّ﴾ پر داخل ہونیوالی لا مفتوح ہے جو "لامِ "قسم ہے اور آخر میں نونِ تاکید ہے، اور مضارع مستقبل کیساتھ خاص ہے.

شیخ زادہ کا بیان:

یاد رہے کہ قرآنی کلمہ ﴿لَيُؤْمِنُنَّ﴾ میں نون تاکید استقبال کے لیے ہے، جس سے حال کی تاکید نہیں ہوتی، نہ ہی شروع کا لام مفتوح امر کے لیے ہوتا ہے، چنانچہ اسکی مفصل بحث شیخ زادہ نے حاشیہ بیضادی میں اسطرح کی ہے.

"واعلم أن الأصل في "نون التاكيد" أن تلحق بآخر فعل مستقبل فيه معنى الطلب، كالأمر، والنهي، والاستفهام، والتمني، والعرض، نحو: اضربَنَّ زيدًا، أو لا تضربَنّ، وهل تضربنّه؟ وليتك تضربنّ، مثقلة ومخففة، واختص بما فيه معنى الطلب، لأن وضعه للتاكيد، والتاكيد إنما يليق بما يطلب حتى يوجد، ويحصل، فيغتنم هو بوجدان المطلوب، ولا يليق بالخبر المحض، لأنه قد وجد وحصل، فلا يناسبه التأكيد، واختص بالمستقبل، لأن الطلب إنما يتعلق بما لم يحصل بعدُ ليحصل، وهو المستقبل بخلاف الحال والماضي لحصولهما، والمستقبل الذي هو خبر محض لا تلحق "نون التاكيد" بآخره إلاّ بعد أن يدخل على أول الفعل ما يدل على التاكيد كلام القسم، وإن لم يكن فيه معنى الطلب لأن الغالب أن المتكلم يقسم على مطلوبه".

ترجمہ:

"نون تاکید کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس فعل مستقبل میں طلب

کے معنے پائے جائیں اس کے آخر میں آئے، مثلاً امر، نہی، واستفہام، تمنی اور عرض، اور یہ طلب کے معنے والے فعل سے اس لئے مختص ہے کہ اس کی وضع تاکید کے لئے ہے، اور تاکید اس کے ساتھ مناسب ہوتی ہے جس میں طلب پائی جائے تاکہ وہ حاصل اور موجود ہو اور یہ محض خبر کے مناسب نہیں ہوتا کیونکہ وہ حاصل و موجود ہوتی ہے اور مستقبل کے ساتھ اس لئے مختص ہوتا ہے کہ طلب اسی کے متعلق ہوتی ہے جو ابھی حاصل نہ ہوا ہو اور یہ بات صرف مستقبل میں پائی جاتی ہے، بر خلاف حال اور ماضی کے کہ وہ دونوں حاصل شدہ ہوتے ہیں"، اور جو مستقبل محض خبر ہو اس کے آخر نون تاکید صرف اس صورت میں آتا ہے کہ فعل کے پہلے کوئی ایسا کلمہ ہو جو تاکید پر دلالت کرے جیسے لام قسم، اگرچہ اُس میں طلب کے معنے نہ پائے جائیں کیونکہ متکلم غالباً ایسے امر پر قسم کھاتا ہے جو مطلوب ہو ".

ماحصل:

ہم نے گذستہ حوالوں سے یہ بات شرح وبسط کے ساتھ ثابت کر دی ہے کہ نون تاکید مضارع کو استقبال کیساتھ خاص کر دیتا ہے، لہذا اللہ تعالی کا ارشاد ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ مضارع مؤکد ہے جو مستقبل کے ساتھ خاص ہے، اور اُس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے، "**ضرور بہ ضرور ایمان لائے گا**"، وہ نہیں جو مرزا صاحب نے کیا کہ "**ایمان رکھتا ہو**"، یا "**مولوی مبارک علی**" نے کیا کہ "**ضرور تسلیم کرے**"، یہ دونوں ترجمیں باہم ایک دوسرے کے بھی مخالف ہیں، اور لغت کے بھی خلاف ہیں، بلکہ یہ دونوں

ترجمیں قرآن حکیم میں کھلی تحریف ہیں، کیونکہ اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ **"اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہو گا مگر وہ ضرور بہ ضرور حضرت عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئے گا"**، لہذا جب تک یہود و نصاری دائرہ ایمان میں داخل نہ ہونگے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت واقع نہیں ہو گی، پھر علاوہ ازیں حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد جب اہل کتاب میں دعوت حق قائم کریں گے، اور وہ تمام کے تمام دائرہ ایمان میں داخل ہو جائیں گے، تو پھر انکی موت واقع ہو گی اور وہ قیامت کے دن اُن پر گواہ بنیں گے.

ارشاد باری تعالی: ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں "ھا" ضمیر کا مرجع اور اسمیں دو احتمال:

یاد رہے کہ ﴿قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ میں "ھا" ضمیر کے مرجع کے بارے میں دو احتمال ہو سکتے ہیں.

پہلا احتمال:

یہ کہ یہ ضمیر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے پھر آیت کے معنی یوں ہونگے کہ **"اہل کتاب کا ہر شخص خضرت عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے ضرور بہ ضرور ان پہ ایمان لے آئے گا"**.

دوسرا احتمال:

یہ ضمیر کتابی کی طرف لوٹے اور پھر معنی یہ ہوں کہ "ہر کتابی اپنی موت سے پہلے ضرور بہ ضرور ان پر ایمان لے آئے گا"، مگر اس احتمال پر ﴿لَيُؤْمِنَنَّ﴾ کا لفظ

مستقبل کیساتھ خاص نہیں رہے گا، کیونکہ اہل کتاب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے اور اُسکے نازل ہونے کے وقت بھی مرتے رہے ہیں، اور وہ دائرہ ایمان میں بھی داخل نہیں ہوئے، لہذا یہ دوسرا احتمال سراسر غلط ہے.

دوسرے احتمال کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہٗ کی طرف نسبت کی حقیقت:

ایک ضعیف قول میں ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہٗ کی طرف یہ نسبت کی گئی ہے کہ وہ اس ضمیر کو کتابی کی طرف لوٹاتے تھے، مگر یاد رہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کے قائل نہیں تھے، لہذا اُنکی طرف یہ نسبت بھی درست نہیں.

ابنِ حجر نے "فتح الباری" میں اس ضمیر کو حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف لوٹانے کے بعد یہ کہا ہے:

"وبهذا جزم ابن عباس ﷺ فيما رواه ابن جرير عن طريق سعيد بن جبير عنه بإسناد صحيح، ومن طريق أبي رجاء عن الحسن قال "قبل موت عيسى عليه السلام" والله إنه الآن لحي، ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون. ونقله عن أكثر أهل العلم ورجحه ابن جرير وغيره" (انظر فتح الباري كتاب بدء الخلق باب نزول عيسى عليه السلام).

ترجمہ:

"کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی نے اسی پر جزم کیا ہے جیسا کہ علامہ ابن جریر رحمتہ اللہ نے سعید بن جبیر کے طریق سے ان سے روایت کیا ہے، اور نیز ابو رجاء کے طریق سے حضرت حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ "

عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے"، خدا کی قسم اب تک وہ زندہ ہیں لیکن جس وقت نازل ہونگے اس وقت سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اس بات کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے اور اسی کو ابن جریر وغیرہ مفسرین نے ترجیح دی ہے".

صحیح بخاری کی دیگر شروح مثلاً عمدۃ القاری اور ارشاد الساری وغیرہ میں بھی یہی لکھا ہے اور اسی امر کو ترجیح دی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے.

چنانچہ شرح قسطلانی میں ہے:

" "أي وإن من أهل الكتاب أحد إلاّ ليؤمنَنَّ بعيسى عليه السلام قبل موت عيسى عليه السلام، وهم أهل الكتاب الذين يكونون في زمانه، فتكون الملة واحدة، وهي ملة الإسلام"، وبهذا جزم ابن عباس رضي الله عنه فيما رواه ابن جرير رحمه الله من طريق سعيد بن جبير عنه بإسناد صحيح."

(إرشاد الساری شرح صحيح البخاری).

ترجمہ:

"کوئی اہل کتاب میں سے نہ ہو گا مگر البتہ ایمان لے آئیگا عیسی علیہ السلام پر عیسی علیہ السلام کی موت سے پہلے پہلے اور یہ وہ اہل کتاب ہوں گے جو آپ کے زمانِ نزول میں موجود ہوں گے، اور صرف ایک ہی مذہب یعنی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا اور اسی پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جزم کیا ہے جیسا کہ صحیح سند سے روایت ہے".

محقق، مفسرین و شارحین حدیث ہر زمانے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو یعنی کتابی کی طرف ضمیر کے پھرنے والی روایت کو ضعیف کہتے چلے آئے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسی امر کو صحیح و ثابت قرار دیتے چلے آئے ہیں کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت عیسی علیہ السلام ہیں اور بس.

دیگر یہ کہ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے، پس جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کو نزولِ عیسی علیہ السلام کی حدیث کی تصدیق کے لیے سب صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پڑھتے ہیں، اور ان کو باآواز بلند پکار کر کہتے ہیں، "فاقرؤا إن شئتُم" اور کوئی صحابی ان کے اس استدلال کا انکار نہیں کرتا، اور نہ ان کے خلاف کھڑا ہو کر اس ضمیر کو کتابی کی طرف پھیرنے کے لیے کہتا ہے، تو اب ثابت ہو گیا کہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم میں اس ضمیر کا حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف پھرنا بلا نکیر مانا گیا ہے، اور اس پر ان کا اجماع و اتفاق ہے.

کیا قادیانی حضرات میں سے کوئی اسے بسند صحیح ثابت کر سکتا ہے، کہ کسی صحابی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کے اس استدلال کی تردید کی ہو، یا اُن سے خلاف کیا ہو؟ ہر گز نہیں، اور کبھی نہیں.

اس آیت کے معنی جو ہم نے مضبوط دلائل سے ثابت کر کے پیش کیے ہیں، قادیانیت کی طرف سے ان پر جو جو مغالطات پیش کیے جاتے ہیں ان سب کے جواب کیلئے نون ثقیلہ کا قاعدہ جو جمیع ائمہ علم نحو کا اتفاقی و اجماعی ہے، کافی ہے.

بیان مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ آیت: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦ ﴾ [نساء: ١٥٩] میں حضرت عیسی علیہ السلام کی موت قبل النزول کا واقع ہونا مذکور نہیں، لہذا مرزاغلام احمد قادیانی کا اس آیت سے حضرت عیسی کی وفات پر استد لال کرنا باطل ہے.

بلکہ اس آیت میں تو مرزا کے بر خلاف حضرت عیسی علیہ السلام کے زندہ ہونے کا صاف ثبوت ہے.

ایک اور عظیم نکتہ کا بیان:

حضرت ابو ہریرہ نے قرآن کریم کی اسی آیت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول والی حدیث کی تصدیق میں کیوں پیش کیا؟

اب اس عظیم اور لطیف نکتہ کا بیان کیا جاتا ہے کہ جس کی رو سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ﴿قَبۡلَ مَوۡتِهِۦ ﴾ کی ضمیر کو اس آیت کو حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف لوٹانے کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کی اس آیت: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦ ﴾ [نساء: ١٥٩] کو حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول والی حدیث کی تصدیق کے لیے سب صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے سامنے پیش کیا، اور ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہ کیا.

وہ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورہ "**مائدہ**" کے آخر میں فرمایا کہ قیامت کو جب حضرت عیسی علیہ السلام کو سوال ہو گا کہ:- "کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالی کے سوا معبود بنالینا؟ تو عیسی علیہ السلام اپنی برأت کے لیے عرض

کریں گے کہ اے میرے پروردگار میں نے تو ان کو وہی کچھ کہا تھا، جو تم نے مجھے حکم کیا".

نیز وہ کہیں گے:

﴿وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ﴾ [مائدہ: ١١٧].

"اور میں اُن پر اس وقت تک شاہد رہا، جب تک میں اُن میں رہا".

اس سے معلوم ہوا کہ شاہد کا مشہود علیہم کی جماعت میں ہونا ضروری ہے.

اب آیت: ﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦ﴾ [نساء: ١٥٩] میں اللہ تعالیٰ نے ان اہل کتاب کی نسبت جو عیسی علیہ السلام کے آسمان سے نزول کے بعد اُن پر ایمان لائیں گے، فرمایا ہے کہ عیسی علیہ السلام قیامت کے دن ان پر شاہد ہوں گے، قرآن حکیم کی پہلی آیت جس میں حضرت عیسی علیہ السلام سے روزِ قیامت سوال و جواب کا ذکر ہے، اور ان کے اس جواب کا بیان ہے کہ میں اس وقت تک اپنی قوم پر شاہد رہا جب تک ان میں موجود رہا.

اور دوسری یہ آیت: ﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾ [نساء:١٥٩]، جس میں روز قیامت حضرت عیسی کی ان پر ایمان لانے والوں کے لیے گواہی کا ذکر ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آخری زمانہ کے لوگوں میں نزول فرما ہوں گے اور وہ ان کے ساتھ رہیں گے اسی بنیاد پر وہ روز قیامت ان پر گواہ بنیں گے.

مرزا کا ایک اور اشکال اور اس کا ازالہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کو حضرت عیسی علیہ السلام پر روز قیامت سوال و جواب والی آیت پر یہ اشکال ہے کہ اگر وہ دنیا میں دوبارہ آئے، اور قوم کے حالات سے اگاہ ہو چکے تو پھر روز قیامت کیوں یہ کہیں گے کہ میں اس وقت تک شاہد رہا جب تک ان میں رہا؟ تو قرآن کریم کی یہ آیت جس پر ہم بحث کر رہے ہیں اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کی اسی شہادت کی خبر دی ہے جس کے بارے مرزا صاحب کو یہ وہم و اشکال ہوا کہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہونگے، اور اہل کتاب کے حالات سے خبر دار ہو جائیں گے تو وہ حق تعالی شانہ کی بارگاہ میں یہ کیوں نہ کہہ دیں گے کہ جب میں دوبارہ گیا تھا تو میں نے اس طرح قوم کو سمجھا دیا تھا، ارشاد باری تعالی: ﴿ وَيَوْمَ ٱلْقِيَـٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ [نساء:١٥٩].

ترجمہ: "کہ قیامت کے دن عیسی علیہ السلام ان پر گواہ ہونگے".

اس آیت میں اسی شہادت کی خبر دی گئی ہے جو ان کی اس دنیا میں دوبارہ آمد سے متعلق ہے، اور ان لوگوں کے متعلق ہی ان کی گواہی ہے جن میں وہ دوبارہ نازل ہونے کے بعد بقیہ زندگی گزاریں گے، پھر قیامت کے دن ان کے بارے گواہی دیں گے، اس طرح قرآن کریم کی اس آیت کے آخری حصہ نے مذکورہ مرزائی اشکال کا بھی ازالہ کر دیا.

یاد رکھنے والا سلسلہ:

یاد رہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اپنی پہلی آمد کے وقت جن لوگوں پر شاہد بنے، وہ تو وہ لوگ تھے جن کے ساتھ رہنے کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کی "**توفی**"، "**رفع**" اور "**تطہیر**" ہوئی اُن کی وفات نہیں ہوئی، بلکہ وہ آسمان پر زندہ اٹھا لیے گئے.

یہ بھی یاد رہے کہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد جن لوگوں میں وہ رہیں گے ان میں ان کی عمر پوری ہونے کے بعد انکی وفات ہو گی، اس اخیر زمانے کے اہل ایمان پر ان کی گواہی روز قیامت دوبارہ زندہ ہونے پر ہو گی جن کے حالات سے وہ اپنی دوبارہ آمد پر ان کے درمیان رہ کر مطلع ہوئے.

یہ بھی یاد رہے کہ ہر دو زمانے کے لوگوں پر انکی شہادت ان دونوں زمانوں کے لوگوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے ان ہر دونوں زمانوں میں حیات کی کھلی شہادت ہے.

وصلى الله وسلم على سيدنا ونبينا محمد، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(اٹھارہواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"پانچویں آیت ارشادِ ربّانی: ﴿مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال،

اور اس کا بطلان"

اٹھارہویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) مراد کو سمجھنے کے لئے کلام کے سیاق وسباق کی رعایت ضروری ہے.

۲) عالم میں حتمی طور پر واقع ہونے والے امور: (۱) امورِ عادیہ، (۲) خوارق عادت امور.

۳) اہلِ ایمان کا شعار "تسلیم کرنا" ہے، اور اہلِ الحاد کا شعار "تاویل" کرنا ہے.

۴) قادیانیت نے حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع"، "نزول"، ان کے "معجزات" وحیات کا ان کے خوارقِ عادت ہونے کی وجہ سے انکار کر دیا.

۵) قادیانی شبہات.

۶) ایمانی جوابات.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد........

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ [مائدہ: ۷۵].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم.

یہ **"سلسلہ دین بھلائی"** ہے، کا **"اٹھارہواں محاضرہ"** ہے. جس کا عنوان ہے، **ارشادِ باری تعالیٰ:** ﴿مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ **سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان"**.

پانچویں آیت:

باری تعالی کا ارشاد: ﴿مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ [مائدہ: ۷۵].

قرآن حکیم کی یہ پانچویں آیت ہے جس سے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا ہے، ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے طرز استدلال اور اس کی وجوہِ بطلان کو بیان کرنے سے پہلے مناسب سمجھتے ہیں کہ قرآن فہمی کے چند اہم امور کو بیان کر دیں.

قرآن فہمی کے اہم امور:

اولاً: یاد رہے کہ قرآن حکیم کی جملہ آیات میں سے ہر آیت کا اپنے سیاق وسباق سے ایسا گہرا تعلق ہوتا ہے کہ کسی بھی آیت کا درست مفہوم اس کے سیاق وسباق کو سمجھے بغیر معلوم نہیں کیا جاسکتا.

ثانیاً: قرآن حکیم کی ہر آیت کا ہر ہر کلمہ بھی دیگر کلمات سے مربوط ہوتا ہے، کسی آیت کا درست مفہوم جاننے کے لئے اسمیں وارد مفردات کو ملحوظِ خاطر رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے.

ثالثاً: یہ بھی یاد رہے کہ ہر کلمے کا اپنا لغوی و وضعی معنی ہوتا ہے، اور وہ اسی پر دلالت کرتا ہے. بغیر قرینہ کے کوئی لفظ بھی اپنے وضعی یا لغوی معنی سے دیگر معنی کی طرف نہ پھیرا جاسکتا ہے، نہ اسے اسکے وضعی معنی کے علاوہ دیگر کسی معنی پر حمل کیا جاسکتا ہے، یہ تمام امور قرآن فہمی کے اہم ضابطے ہیں، آیت مبحوث عنہا کا انہی ضوابط کی روشنی میں کیا مفہوم ہے؟ اسے ذکر کرنے سے قبل ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے طرزِ استدلال کو بیان کرتے ہیں.

مرزاغلام احمد قادیانی کا طرزِ استدلال:

اس آیت کریمہ کا مرزاغلام احمد قادیانی نے جو اردو ترجمہ کیاہے، پیشِ خدمت ہے.

"مسیح صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے نبی فوت ہوچکے ہیں اور ماں اسکی صدیقہ ہے جب وہ دونوں زندہ تھے توطعام کھایا کرتے تھے".

اس کے علاوہ مرزاغلام احمد قادیانی صاحب اسی آیت کے بارے میں رقم طراز ہیں.

"یہ آیت بھی صریح نص، حضرت مسیح علیہ السلام کی موت پر ہے کیونکہ اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے، ہاں! کسی زمانہ میں کھایا کرتے تھے، جیسا کہ "کانا" کا لفظ اس پر دلالت کر رہا ہے جو حال کو چھوڑ کر گذشتہ زمانہ کی خبر دیتا ہے، اب ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام طعام کھانے سے اسی وجہ سے روکی گئی، کہ وہ فوت ہو گئی اور چونکہ " کانا" کے لفظ میں جو تثنیہ کا صیغہ ہے حضرت عیسی علیہ السلام بھی حضرت مریم علیہ السلام کے ساتھ شامل ہیں، اور دونوں ایک ہی حکم کے نیچے داخل ہیں، لہذا حضرت مریم علیہ السلام کی موت کے ساتھ ان کی موت بھی ماننا پڑی کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں ہر گز یہ بیان نہیں کیا گیا کہ حضرت مریم علیہ السلام تو بوجہ موت طعام کھانے سے روکی گئیں، لیکن حضرت ابن مریم علیہ السلام کسی اور وجہ سے".

مرزا صاحب کی صریح غلطیاں اور ان پر علمی نقاش:

اس آیت کریمہ سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر مرزا غلام احمد قادیانی کے اسلوبِ استدلال کے بطلان کو جاننے کیلئے یہ ضروری ہے کے ہم ان کے طرز استدلال اور ان کے ترجمہ کی اغلاط اور انکے ان مغالطات پر مطلع ہوں، جنہیں مرزا صاحب نے اپنی مطلب براری کیلئے اختیار کیا ہے، ان کی وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل امور قابل تامل ہیں.

اولاً: اس آیت میں وارد اس نص اور اسکے ترجمہ میں تامل.

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ [مائدہ:۷۵].

جس کا اردو ترجمہ ہے: " وہ دونوں کھانا کھاتے تھے".

مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا اردو میں یوں ترجمہ کیا ہے.

"جب وہ دونوں زندہ تھے تو طعام کھایا کرتے تھے".

نص قرآنی اور مرزا صاحب کے ترجمہ کے مابین موازنہ کر کے ہر خاص وعام یہ جان سکتا ہے کہ قرآن حکیم میں یہ الفاظ تو ہے ہی نہیں، **"جب وہ دونوں زندہ تھے"**، یقیناً یہ قرآنی نص میں اضافہ ہے، جو آیت قرآنی (کی تفسیر وترجمہ) میں الحاد ہے.

ثانیاً: یہ امر بھی خصوصی طور پر توجہ طلب ہے کہ **مرزا صاحب نے کہا:-**

"یہ آیت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت پر صریح نص ہے".

صریح نص“ کا مفہوم یہ ہے کہ متکلم کے بیان میں مقصود صراحت سے مذکور ہو. مگر مرزا صاحب کی یا تو علم اصول سے یہ ناواقفیت ہے، کہ انہوں نے اس امر کو صریح نص قرار دیا، جو متکلم کے بیان میں مذکور نہیں ہے، یا پھر انہوں نے مغالطہ میں ڈالنے کی غرض سے عمداً مذکورہ غلط بیانی کی، کہ ایسے امر کو جو متکلمِ قرآن نے ذکر ہی نہیں فرمایا، اسکے بارے میں کہا یہ نصِ صریح سے ثابت ہے، یہ عظیم مغالطہ ہے.

ثالثاً: مرزا صاحب نے کہا ہے:-

"اس آیت میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ مریم طعام نہیں کھاتے".

آیت میں تو اسکی بھی تصریح نہیں، یعنی ذات باری تعالی جو متکلم قرآن ہیں، انھوں نے اپنے بیان میں اسکی صراحت نہیں فرمائی، یہ تو مرزا صاحب کا اضافہ ہے، جو الحاد فی آیات اللہ میں سے ہے.

رابعًا: قرآن حکیم کے نزول سے لے کر آج تک کسی مسلمان مفسر کی یہ تصریح موجود نہیں کہ یہ آیت حضرت عیسی علیہ السلام کی موت پر نصِ صریح ہے، یہ مرزا صاحب کے اپنے اضافات اور الحاد فی آیات اللہ ضرور ہے، اب ہم اس آیت کا درست معنی و مفہوم بیان کرتے ہیں.

آیت قرآنی کے سیاق وسباق اور اسکے مفردات کی روشنی میں اسکا درست معنی و مفہوم:

قرآن کریم اس آیت میں جو مضمون بیان کر رہاہے، اس کا آغاز ما قبل کی اس آیت سے یوں ہو رہاہے: ﴿لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٧٥﴾﴾ [مائدہ: ۷۳-۷۵].

ترجمہ: "یقینًا جن لوگوں نے یہ کہا کہ بے شک اللہ تین میں سے تیسرا ہے، انہوں نے کفر کیا، اور معبود تو سوائے ایک معبود کے اور کوئی نہیں، اور اگر یہ لوگ اس قول سے باز نہ آئے تو ان میں سے کافروں کو ضرور بضرور دردناک عذاب پہنچے

گا، سو کیا یہ لوگ اللہ کی طرف لوٹ کر نہیں آتے؟ اور اس سے بخشش نہیں مانگتے؟. حالانکہ اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے، مسیح ابن مریم علیہ السلام تو صرف رسول ہیں، ان سے پیشتر کئی رسول گذر چکے ہیں، اور ان کی ماں صدّیقہ ہے، **"وہ دونوں تو کھانا کھایا کرتے تھے"**، اے پیغمبر دیکھو ہم ان کے لیے کیسے واضح طور پر اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو یہ لوگ کدھر کو بھٹکے جاتے ہیں"؟.

قرآن کی ان آیات میں اللہ تعالی نے اپنی توحید الوہیت کا بیان اور حضرت مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہ السلام کی الوھیت کی نفی فرمائی ہے، یہ آیات الوھیت باری تعالی کے اثبات اور عقیدہ تثلیث کے ابطال کے لیے نازل ہوئیں، باری تعالی نے اپنی توحیدِ الوھیت کے اثبات لیے فرمایا:

﴿وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ﴾ [مائدہ: ٧٣].

ترجمہ: "معبود برحق تو صرف ایک ہی معبود ہے".

اس لئے کہ صرف اس کی ذات گرامی میں ہر صفت درجۂ کمال پر ہے، وہ وحدہ لا شریک ہی ہے.

عقیدۂ تثلیث کے ابطال کے لیے ارشاد ربّانی ہے: ﴿مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَ ۗ﴾ [مائدہ: ٧٥].

ترجمہ: "کہ حضرت مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں (معبود نہیں)، ان سے پیشتر کئی رسول گزر چکے ہیں، اور ان کی ماں صدّیقہ ہیں، "وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے".

یوں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوھیت کے ابطال کے سلسلہ میں جو امور ذکر کیے ہیں ان میں:

پہلا امر: تو یہ ذکر کیا کہ وہ "ابن مریم" ہیں، یعنی انکی پیدائش ایک عورت سے ہوئی تو اپنے وجود میں کسی کا محتاج کیسے معبود ہو سکتا ہے؟.

دوسرا امر: یہ ذکر فرمایا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور انکے جو معجزات تمہارے علم و مشاہدے میں آئے ہیں وہ ان کی رسالت کی تو دلیل ہیں، مگر وہ ان کی الوھیت کی دلیل نہیں، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح معجزات کیساتھ آئے جیسے ان سے پہلے رسول معجزات کیساتھ آئے، لہذا وہ صرف رسول ہیں، (معبود نہیں)، اور انکی والدہ ماجدہ صدیقہ ہیں (معبود نہیں)، اور جو کرامات ان کے اندر ظاہر ہوئیں وہ بھی اللہ کے صالح بندوں کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے والی کرامات جیسی تھیں.

آخری امر: یہ ذکر فرمایا کہ **"وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے"**، اور یہ امر واضح ہے کہ کھانے سے مقصود بدن کی پرورش ہوتی ہے، اور کچھ مدت تک کھانا کھانے والا اس سے بے نیاز ہو جاتا ہے، پھر دوبارہ اسے اسکی حاجت محسوس ہوتی ہے، لہذا کھانے کا محتاج کیسے معبود ہو سکتا ہے؟ تو جب مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ ماجدہ دونوں کھانا کھاتے تھے تو وہ دونوں معبود نہ تھے، اور معبود صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی ہے، جو غنی ہے، محتاج نہیں، یوں ان آیات میں حضرت مسیح ابن مریم اور انکی والدہ کی الوھیت کی نفی اور اللہ تعالیٰ کی الوھیت کا اثبات ہو گیا، یہاں پر مقصود کسی کی موت و حیات کی نفی و اثبات تو ہے ہی نہیں. جس کے لیے مرزا صاحب نے اپنی مذکور ناکام کوشش کی.

دونوں کی صرف ایک احتیاج کا ذکر کیوں؟ پھر دونوں کا باہم اکٹھے ذکر کیوں؟

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام اور آپکی والدہ ماجدہ کے متعلق صرف ایک امر کا ذکر فرمایا ہے، اور وہ ہے اُنکی کھانے کی احتیاج، حالانکہ وہ دونوں تو مخلوق ہونے کے ناطے بہت سی دیگر اشیاء کے بھی محتاج تھے، وجہ اسکی یہ ہے کہ اگر موضوعِ مقصود جو کہ احتیاجِ محتاج کا بیان ہے صرف ایک ہی امر کے ذکر سے ثابت ہو جاتا ہے تو ان کی الوھیت کی نفی کے لیے یہی کافی ہے، دیگر حاجتوں کے شمار کرنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی.

نیز حضرت مریم علیہ السلام اور ابن مریم علیہ السلام دونوں کے باھم کھانے کی احتیاج کے بیان کرنے سے غرض الہی ہر دو کی الوھیت کا ابطال ہے، کہ بہت سے لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کی الوھیت کے ساتھ حضرت مریم علیہا السلام کی الوھیت کے بھی قائل تھے، لہذا دونوں کا باہم ذکر فرما کر قرآن کریم نے دونوں کی الوھیت کا بطلان فرما دیا، قرآن کریم کی ان آیات میں موضوعِ سخن انکی زندگی یا موت نہیں، کیونکہ کسی کی محتاجی کے بیان سے اسکی الوھیت کی نفی مقصود ہے، یہ اسکی زندگی میں ہو، یا اسکی زندگی کے بعد ہو، کسی کی الوھیت کی نفی سے اسکی موت وحیات کی نفی، یا اثبات کا ہر گز تعلق ہوتا ہے، اور اس آیت میں مقصود صرف ان دونوں کی الوھیت کی نفی کرنا ہے، جس کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں.

مرزا صاحب کا اس آیت سے حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کی طرف جانا

اور اس سے ان کی وفات ثابت کرنے کی سعی کرنا بے ربط امر اور انتہائی بے سمجھی کی بات ہے، پھر ان کا یہ کہنا کہ یہ آیت عیسی علیہ السلام کی موت کے لیے نص صریح ہے، یہ مرزا صاحب کی علم اصول سے یکسر ناواقفیت ہے، قرآن کریم کی یہ تینوں آیات اول تا آخر حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے ذکر سے یکسر خالی ہیں، انہیں ہیر پھیر سے اس طرف لے جانا قرآن کریم اور حضرت انسان کے ساتھ کھلی زیادتی ہے، اس کا پتہ آیت: ﴿ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ٱتَّخِذُونِى وَأُمِّىَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [مائدہ: ۱۱۶]، یعنی "اے عیسی علیہ السلام کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنالینا"؟

آیتِ ثلاثہ کا ماحصل:

قرآن حکیم کی ان تینوں آیتوں کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مریم اور حضرت ابن مریم علیہ السلام میں کوئی معبود نہیں، نہ ہی وہ تین معبودوں میں سے دو معبود ہیں، بلکہ معبود برحق صرف اکیلا اللہ تعالی ہی ہے، اسی لیے فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ تعالی کو تینوں میں سے تیسرا جانا وہ کفر پر ہیں، پھر قرآن حکیم نے حضرت مریم اور حضرت عیسی علیہما السلام کی الوھیت کی نفی کی دلیل ذکر فرمائی کہ وہ دونوں محتاج طعام تھے، معبود محتاج نہیں ہوسکتے، ان میں سے ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے، حضرت عیسی علیہ السلام مقامِ رسالت پر ہیں، اور حضرت مریم مقام صدیقیت پر.

حضرت عیسی علیہ السلام اپنے معجزات اور حضرت مریم علیہا السلام اپنی کرامات کی وجہ سے اپنے مرتبے سے بڑھ کر الوھیت تک نہیں پہنچ سکتے، حضرت عیسی علیہ السلام رسول ہیں، ان سے پہلے اللہ تعالی کے کئی رسول گزر چکے، وہ سبھی رتبہ

رسالت سے بڑھ کر رتبہ الوھیت تک نہیں پہنچے، انہیں بھی بہت سے معجزات سے نوازا گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کیلئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کا عصا سانپ بن گیا، انہیں ید بیضاء عطا ہوا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے مردے زندہ کر دیئے، کوڑی اور برص والوں کو شفاء دی، تو یہ صرف نبوت ورسالت کا مقام ہے الوھیت کا نہیں.

ان دلائلِ توحید اور ابطال تثلیث کے بیان کر دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿اَنظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ﴾ [مائدہ: ۷۵].

ترجمہ: "اے پیغمبر دیکھیں ہم کس طرح ان کے لیے دلائل کو صاف طور پر بیان کرتے ہیں، پھر یہ بھی دیکھیں کہ یہ لوگ راہ راست سے بھٹکے ہوئے کدھر جاتے ہیں"، (یعنی اپنے باطل پر بضد ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے).

مقصودِ بیانِ قرآن اور اسلوبِ مقارنہ:

یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ اس آیت کریمہ سے مقصود صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کی الوھیت کی نفی ہے، حضرت عیسیٰ کی وفات کا ذکر نہیں، جملہ مسلم مفسرین نے اسی آیت کی یہی تفسیر کی ہے، رہا! مرزا صاحب کا طرز استدلال کہ "کانا" کا لفظ فعل ماضی ہے، اور تثنیہ کا صیغہ ہے، جس سے یہ ثابت ہوا کہ دونوں گذشتہ زمانہ میں کھانا کھایا کرتے تھے اور اب نہیں کھاتے، نیز مرزا کا یہ کہنا کہ حضرت مریم علیہ السلام اپنی موت کی وجہ سے کھانے سے رک گئیں، اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی موت کی وجہ سے کھانے سے رک گئے، مرزا

صاحب کے اس استدلال کا قرآن حکیم کے الفاظ سے کوئی جوڑ نہیں، نہ یہ مقصودِ کلامِ باری تعالی ہے، لہذا ان کا یہ طرز استدلال صرف ایک مضحکہ خیز عمل ہے، **جسکی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں**.

اولاً: کسی امر کے کسی زمانہ میں مذکور ہونے سے دیگر زمانے میں اسکی نفی لازم نہیں ہوتی، بلکہ مسلّم قاعدہ یہ ہے کہ جس امر کو جس زمانہ میں ثابت کیا جائے وہ اس زمانہ میں ثابت شمار ہو دیگر زمانہ میں اسکی نفی نہیں کی جائے گی، اسی طرح جس امر کی کسی زمانے میں نفی کی گئی وہ اس زمانہ کے ساتھ خاص ہو گی، دیگر زمانہ میں اس کا اثبات نہیں ہو گا، ہاں! دیگر زمانہ میں اس امر کے اثبات یا نفی کرنے کے لیے خارجی دلائل کی ضرورت ہو گی، انہیں سے اس کا علم حاصل ہو گا.

ثانیاً: حضرت عیسی علیہ السلام کے کھانے کی نسبت قرآن نے ماضی کا لفظ استعمال کیا ہے، کیونکہ وہ لوگ جو حضرت عیسی کی الوھیت کے قائل تھے وہ بھی ان کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے ان کے کھانا کھانے کے قائل تھے، لہذا ان کے سامنے اس اسلوب بیان سے قرآن کا مدّعا (نفی الوھیت عیسی علیہ السلام) ثابت ہو گیا، رہا! حضرت عیسی کے آسمانی رفع کے بعد تو ان کو الہ ماننے والے "رفع" کی حالت میں انہیں کھانے کا محتاج نہیں جانتے تھے، اگر قرآن میں ان کے کھانے کی احتیاج کی نفی میں زمانۂ حال کو بھی شامل کر دیا جاتا تو ان لوگوں پر حجت قائم نہ ہو سکتی تھی، کیونکہ وہ تو زمانۂ حال (مرفوعیت) میں حضرت عیسی علیہ السلام کی کھانے کی احتیاج کے قائل نہیں تھے، ان پر زمانہ ماضی میں ہی کھانا کھانے کی نسبت حجّت ہو سکتا تھا، کیونکہ وہ زمانہ ماضی میں جب کہ حضرت عیسی علیہ السلام زمین پر تھے تو انہیں معبود

بھی جانتے اور کھانے کا محتاج بھی مانتے، اس طرح حضرت مریم علیہ السلام کو بھی وہ لوگ معبود بھی مانتے اور انکی کھانے کی احتیاج کو بھی تسلیم کرتے، لہذا یہ قرآن کریم کی انتہائی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس نے ایک ہی لفظ سے دونوں کی الوھیت کی تردید فرمادی، اور ایک ہی کلمہ سے اپنے مدعّا کو ثابت فرما دیا، اور وہ ان دونوں کی الوھیت کی نفی ہے، رہاحال میں کھانے کا مسئلہ..

حضرت عیسی علیہ السلام کا زمانہ حال (مرفوعیت) میں کھانا کھانا، یا نہ کھانا، تو اس امر کے بیان کی نہ ضرورت تھی نہ قرآن کی مذکورہ آیت نے بھی اس کا ذکر کیا ہے، نہ خارجی دلائل اس پر قائم ہیں، رہا حیات ووفاتِ عیسی کا مسئلہ تو یہ اس آیت کا موضوع سخن ہی نہیں ہے، یعنی اس آیت کے مضمون سے اس موضوع کا کوئی تعلق نہیں ہے، لہذا مرزا صاحب کا اس جگہ لفظ ﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے جب تک وہ زندہ تھے، اور اب وہ کھانا نہیں کھاتے کیونکہ وہ مردہ ہیں، یہ خلاف عقل و نقل استنتاج ہے، کیونکہ قرآن کریم نے تو تثنیہ کے اس اسلوب میں ﴿كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ﴾ صرف ان دونوں کی کھانا کھانے کے وصف میں مشارکت کو بیان کیا ہے، اور یہی تثنیہ کے صیغے سے مراد ہوتی ہے کہ اس حکم میں فاعل کے ساتھ ایک اور بھی شریک ہے اور بس، کسی وصف میں دونوں کی مشارکت ہی تثنیہ کے لفظ سے ثابت ہوتی رہیں، دونوں کی دیگر کیفیات وحیثیات تو اس کے لیے خارجی دلائل پر نظر ضروری ہے قرآن حکیم ہو، یا لغتِ عربی، جب بھی تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوتا ہے تو یہ ضروری نہیں ہوتا کہ دونوں شرکاء کی کیفیت وحیثیت بھی ایک ہی ہو.

قرآن حکیم ہو یا عربی زبان یا دیگر انسانی زبان میں تثنیہ سے مشارکت کا بیان کسی امر میں مشارکت بتاتا ہے، جیسا کہ ہم اردو میں کہیں کل محمد اور محمود دونوں میرے پاس آئے تھے مگر آج نہیں آئے، تو اس سے ہر گز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ آج نہ آنے کی جو وجہ محمد کی ہے وہی محمود کی بھی ہے، کوئی عقلمند ایسا نہیں کہتا، نہ اس کلام سے ایسا استدلال کرتا ہے، نہ ایسا نتیجہ نکالتا ہے، عقلِ سلیم اور فہم و دانش اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ محمد اور محمود کے نہ آنے کی وجہ ضرور ایک ہی ہو گی، لہذا قرآن کریم نے جب یہ بیان کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ ماجدہ دونوں کھانا کھاتے تھے تو اس سے غرض ان دونوں کی کھانے کی احتیاج کو بیان کر کے انکی الوھیت کی نفی کرنا تھی، پھر اگر مرزا صاحب یہ کہیں کہ وہ اب نہیں کھاتے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دونوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ بھی ایک ہی ہے، اور وہ یہ کہ وہ دونوں مَر چکے ہیں، کوئی عقل مند، صاحبِ علم و فراست ایسا نہ کہتا، نہ تثنیہ کے لفظ کا لغت یہ تقاضا ہے، مگر مرزا صاحب نے تو ایسا ہی کہا ہے، اور یہی نتیجہ اخذ کیا ہے، جس سے ان کے اس قول کی حیثیت اور ان کی عقل و فہم کا درجہ خود ہی متعین ہو جاتا ہے، اور ان کے طرز استدلال کا بطلان بھی ظاہر و باہر ہو گیا، **کیونکہ:**

اولاً: اسکی کیا دلیل ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اب کھانا نہیں کھاتے؟ کوئی خارجی امر اس پر دال نہیں کہ اب حضرت عیسی علیہ السلام جو آسمان پر ہیں کھانا نہیں کھاتے؟ پھر اس امر پر کیا دلیل ہے کہ وہ موت واقع ہونے کی وجہ سے کھانا نہیں کھاتے؟ اسکی کوئی خارجی دلیل نہیں، نہ آیت اس پر دال ہے، یہ صرف مرزا صاحب کا اپنا اجتہاد ہے، پھر یہ کیوں نہ کہا جائے کہ وہ دنیا کا کھانا نہیں کھاتے؟ جنت

کا کھانا کھاتے ہیں؟ یا اس لیے کھانا نہیں کھاتے کہ وہ آسمان میں ملائکہ کے ساتھ رہتے ہیں جن کی حیات ہی ذکر وعبادت الہی سے ہے، اہل دنیا کے طعام سے ہوتی ہی نہیں؟ لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کا کھانے سے باز رہنا اگر مان بھی لیا جائے تو اس کا کوئی دیگر سبب ہے، انکی موت نہیں ہیں، رہیں حضرت مریم علیہ السلام تو ان کے کھانے سے باز رہنے کا سبب اور ہے، قرآن کریم نے حضرت مریم علیہ السلام کی اس دنیا کی زندگی ہی میں دنیا کے کھانوں کے علاوہ اللہ کی طرف براہِ راست سے آنیوالے کھانوں کا بھی ذکر کیا ہے، جنہیں وہ کھا کر اس وقت دنیا کے کھانے سے باز رہتی تھیں، اس وقت وہ مردہ نہیں تھیں، زندہ تھیں.

لہذا اس دنیا کے کھانے سے رکنا تو حضرت مریم علیہا السلام کے لئے بھی موت کہ دلیل نہیں، پھر حضرات انبیاء علیہ السلام، اکابرین، اولیاء کیلئے ذکر وعبادت الہی بھی طعام کا فائدہ دے کر سرمایہ حیات بن سکتی ہے، خود جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صومِ وصال رکھا کرتے تھے، اور کچھ نہ کھاتے تھے اور باقوّت بھی رہتے تھے، اسی حالت کے بارے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

﴿أبيتُ عند ربي فهو يُطعمُني و يسقيني﴾:

ترجمہ: "میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے".

لہذا مرزا صاحب کا کھانے سے رکنے سے موت پر استدلال باطل ہے، ہمارے اس مفصل بیان سے مرزا صاحب کا یہ استنتاج بالکل باطل ہوا کہ کھانے سے باز رہنے والا "مردہ" ہوتا ہے.

مرزا کے ایک اور وہم کا ازالہ:

قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُواْ خَٰلِدِينَ ﴾ [انبیاء: ۸].

ترجمہ: "ہم نے انہیں محض لاشہ نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں".

اس سے مرزا صاحب اس وہم میں پڑ گئے کہ اگر عیسی علیہ السلام آسمان پر ہیں تو کیسے کھانا کھاتے ہیں؟ اور اگر کھانا نہیں کھاتے تو کیسے زندہ ہیں؟

کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُواْ خَٰلِدِينَ ﴾ [انبیاء: ۸].

ہم نے گذشتہ سطور میں اس وہم کا خوب ازالہ کر دیا کہ کسی کا دنیاوی کھانے سے باز رہنا اللہ تعالی کی طرف سے اسے کھلانے، خصوصی کھانے کے آجانے یا ذکر وعبادت کے سرمایہ حیات بن جانے کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے، کسی کا دنیاوی کھانوں سے باز رہنا اسکی موت کی دلیل نہیں بن سکتا، خصوصاً حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں تو علامہ "شعرانی" نے "الیواقیت والجواہر" میں بڑا مسکت جواب دیا ہے، **وہ کہتے ہیں:**

> **"اگر کوئی عیسی علیہ السلام کے بارے یہ سوال کرے کہ آسمان پر قیام کے دوران انہیں کھانے پینے سے کیسے استغناء ہو گا؟ کیونکہ باری تعالی کا ارشاد ہے: "کہ ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں بنایا کہ جو کھاتا پیتا نہ ہو".**

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو زمین پر رہنے والا ہے اس کے بدن کی قوت کے لیے کھانا بنایا گیا ہے اس لیے کہ اس کے جسم پر گرم اور سرد ہواؤں کا عمل دخل ہے جن

سے جسم تحلیل ہوتا ہے اس اثر پذیری کے پیش نظر قدرت نے کھانے کے عمل کو رکھ دیا ہے باقی جسے اللہ تعالی نے آسمانوں میں اٹھالیا بس اس کا وہاں کھانا پینا تسبیح وتہلیل ہے.

دنیا میں آنے سے قبل جو خوراک حضرت آدم علیہ السلام کی تھی وہی خوراک حضرت عیسی علیہ السلام کی بھی ہوتی ہوگی، کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے قبیل سے ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ ٱللَّهِ كَمَثَلِ ءَادَمَ ﴾ [آل عمران: ٥٩].

ترجمہ: "بیشک عیسی کی مثال اللہ تعالی کے نزدیک آدم کی حالت کی طرح ہے".

خلاصہ کلام در آیت مبحوث عنہا:

آیت مبحوث عنہا کا مقصود ومراد حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے کھانا کھانے کے بیان سے ان کی اس احتیاج کا اثبات اور ان کی الوھیت کی نفی ہے. موت وحیات کا بیان مقصود ہے ہی نہیں. لہذا اس سے مرزا قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال مقصود قرآن کے کھلم کھلا خلاف عمل ہے.

هذا وصلى الله وسلم على نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(انیسواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"چھٹی آیت ارشادِ ربّانی: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان"

انیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) چھٹی آیت کی تعیین.

۲) طالبِ ہدایت کی خاطر نصوصِ شریعت سمجھنے کے لئے اہم تمہید.

۳) مرزا صاحب کے وہ اوہام جن کی بنیاد پر وہ آیتِ مبحوثہ عنہا سے وفاتِ مسیح پر استدلال کرتے ہیں.

۴) مرزا صاحب کے اشکالات کا ازالہ.

۵) آیتِ مبحوثہ عنہا کی درست تفسیر.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد........

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول القرآن الكريم حكاية عن كلام عيسى عليه السلام في المهد:

﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ ﴾

[مريم: ٣١].

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم.

یہ **"سلسلہ دین بھلائی"** ہے، کا **"انیسواں محاضرہ"** ہے. جس کا عنوان ہے، **"ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان"**.

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ گفتگو جو انہوں نے ماں کی گود میں فرمائی تھی اسے یوں نقل فرمایا ہے: ﴿ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ ﴾ [مريم: ٣٠-٣١].

اس آیت سے وفاتِ مسیح پر مرزا غلام احمد کے طریقۂ استدلال کو بیان کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل ضروری امر کو تمہید کے عنوان سے بیان کرنا ناظرین وسامعین اور قرّاء کے لئے انتہائی مفید ہو گا۔

اہم تمہید:

کسی مومن کے دل میں اُس امر کے بارے میں کبھی کوئی وہم واشکال پیدا نہیں ہو سکتا جو شرعی نصوص کتاب و سنت سے ثابت ہو، اور اگر کبھی ضعیف العلم قاصر الفہم شخص کو ایسی صورتحال پیش آئے تو ایسے شخص کو اہل علم واختصاص کی طرف رجوع کرنا ہو گا، کسی بھی عقل مند مسلمان کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا، کہ وہ اپنے وہم وخیال یا خود ساختہ اشکال کی وجہ سے قرآن وحدیث سے ثابت شدہ کسی امر کا انکار کر دے۔ قرآنی آیت ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝٣١﴾ [مریم:۳۱] کے بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کو جو وہم پیش آیا یا جن اشکالات کا انہیں سامنا کرنا پڑا، انہیں کسی سے سمجھنے یا مسلمان مفسرین کی تفسیرات کی طرف رجوع کر کے حل کرنے کے بجائے مرزا صاحب نے جو راہ اختیار کی، یقیناً وہ خطرناک، غیر شرعی اور کسی اعتبار سے درست نہیں۔ انہوں نے اپنے وہم واشکال کی بنیاد پر قرآن و سنت سے ثابت ایک اجماعی مسئلہ، حیات عیسیٰ کا انکار کر دیا۔

مرزاغلام احمد قادیانی کا وجہِ استدلال:

قرآنی آیت: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ ﴾ [مریم:۳۱] کا اردو ترجمہ یہ ہے "کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا تاکیدی حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں"۔

مرزاغلام احمد کو اس آیت میں دو وہم ہوئے یا خود ہی انہوں نے دو اشکالات اٹھالئے، پھر انہیں بنیاد بنا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار کر دیا، اور بقیہ عمر مسلسل ان کی وفات کو ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے رہے، اور تاحال قادیانیت یہی کر رہی ہے۔

پہلا وہم:

یہ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر حیات ہیں تو وہ کس طرف رُخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں؟ اور کیسے زکوٰۃ دیتے ہیں؟

دوسرا اشکال:

ان کے نماز کا طریقہ کیا ہے؟ وہ انجیلی طریقہ سے نماز پڑھتے ہیں یا قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریقہ اور شریعت محمدی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں؟ ان دونوں اشکالات کا حل مرزا صاحب نے اپنی عقل سے یہ سمجھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو وفات شدہ مان لیا جائے، تو اس آیت پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا، لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام وفات پاگئے ہیں۔

مرزا قادیانی کے ان دونوں وہموں، یا اس کے اشکالات کا سبب کیا ہے؟ اور اس کا حل کیا ہے؟ اب ہم انہی کا بیان کرتے ہیں۔

مرزا کے استدلال کا بطلان:

مرزا صاحب نے ادّعائے مسیحیت کے بعد اپنے لیے اس امر کو ضروری سمجھا کہ وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کریں، جس کیلئے وہ قرآن و سنت سے استدلال کرنے کی ناکام سعی کرتے رہے، اسکا سلسلہ قادیانیت میں آج تک جاری ہے، ہم پورے وثوق سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی مطلب برآری کیلئے قرآن کا مطالعہ نہ کرے، اور وہ محض قرآن فہمی کیلئے اسے پڑھے تو اسے کبھی کوئی وہم و اشکال پیش نہیں آئے گا، نہ ہی وہ شرعی نصوص کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی جسارت کرے گا، بلکہ وہ اپنی فکر و نظر اور عمل کو شریعت کی تعلیمات کی روشنی میں سدھارے گا۔

اگر مرزا قادیانی صاحب صرف قرآن کریم کے الفاظ میں غور کرتے، اور اس آیت کی وہ تفسیر جو مسلمان مفسرین سے مسلسل طور پر نقل ہو رہی ہے اسے پڑھتے، تو اولاً انہیں مذکورہ اشکال پیش ہی نہ آتے، اور اگر کوئی وہم ہو تا بھی تو وہ قرآن کریم میں تأمل کرتے اور مسلمان مفسرین کی تفسیرات پڑھنے سے ان کا وہم کافور ہو جاتا، مگر مرزا صاحب چونکہ مدعی مسیحیّت تھے تو انہوں نے اپنے دعوے کو درست ثابت کرنے کیلئے اوّلین طور پر یہ ضروری سمجھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات

ثابت کریں، پھر وہ قرآنی آیات سے حیلوں بہانوں سے اپنے اس مدعا کو ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے رہیں، جب مرزا غلام احمد اور اسکی امت ایک غلط اور خلافِ حق رائے پیش کرے، اور اپنی رائے کے حقِ حریت کو استعمال کرے، تو اسے ہمارا بھی حقّ حریت تحقیق و تسلیم کرنا ہو گا۔

پھر ہمارا عین یہ شرعی فریضہ ہے کہ ہم انسانیت کی خیر خواہی عمومی طور پر، اور قادیانیت کی خیر خواہی خصوصی طور پر پیش نظر مرزا صاحب کے اشکالات جس کی بنیاد پر انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا انکار کیا ہے، ان پر علمی طور پر مناقشہ کریں، تاکہ ناظرین و قارئین اور ابنائے ملتِ قادیانیت حق و صواب اور حق و باطل کے مابین فرق کر سکیں۔

البتہ قرآن کریم کی ہدایت سے صرف وہی مستفید ہو سکتا ہے جو تقویٰ، خدا خوفی اور ایمان کے زیور سے آراستہ ہو، جو شخص الحاد وانحراف کا راستہ اختیار کریگا، وہ بجائے ہدایت کے گمراہی کی راہ پر ہی گامزن رہتا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ تعارف خود اس نے آغاز ہی میں کرا دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ الٓمٓ ۝١ ذَٰلِكَ ٱلْكِتَٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢ ﴾ [بقرہ: ۱-۲].

ترجمہ: "اس کتاب میں کوئی شک نہیں، اہل تقوی کیلئے یہ ہدایت ہے".

نیز یہ بھی فرمایا: ﴿ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِى بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلْفَٰسِقِينَ ﴾ [بقرہ: ۲۶].

ترجمہ: "اس سے بہت سے لوگ گمراہ ہوں گے اور بہت سے ہدایت پائیں گے"، مگر یہ تو ھُدی للمتقین ہے، اہلِ تقوی کے لئے ہدایت ہے.

قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنے کا جو منہج ہم نے ذکر کیا ہے اسے اختیار کیے بغیر اس سے ہدایت نہیں مل سکتی، اور نہ ہی فلاح اور کامیابی اور وہ راستہ صرف یہی ہے کہ قرآن کا قاری ایمان اور تقویٰ کے زیور سے مزّین ہو، پھر انہیں لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أُولَٰٓئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْۖ وَأُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٥ ﴾ [بقرہ: ۵].

ترجمہ: "یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں".

قبل اس کے کہ ہم مرزا قادیانی کے دونوں اشکالات کا بیان اور ان پر علمی رَد پیش کریں، مناسب یہ ہے کہ ہم مذکورہ آیت کی مسلم مفسرین کی تفسیرات پیش کر دیں۔

مسلم مفسرین کی تفسیرات کا خلاصہ:

مذکورہ آیت قرآنی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝٣١ ﴾ [مریم: ۳۱] کے بارے میں امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"﴿ وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝٣١ ﴾ أي لأوديهما إذا أدركني التكليف، وأمكنني أدائها، ومثل ذلك قاله البغوي".

"یعنی میں ان دونوں کو ادا کروں اگر مجھے مکلّف کیا گیا اور میرے لیے ان کی ادائیگی ممکن ہوئی اسی طرح بغوی کا بھی قول ہے"۔

نیز باری تعالیٰ کے قول ﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ اس کے بارے قرطبی فرماتے ہیں:

"﴿مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ في موضع نصب على الظرف، أي دوام حياتي (أي هو ظرف لفعل أوصى)".

"یہ عبارت محل نصب میں ہے کہ یہ ظرف "أوصى" فعل کا ظرفِ زمان ہے"۔

نیز امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال مالك ابن أنس رضي الله عنه عن هذه الآية ما أشدها على أهل القدر أخبر عيسى عليه السلام بما قُضي من أمره، وما هو كائن إلى الموت".

"حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا یہ قدریہ کے خلاف نہایت شدید ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ کچھ بتایا گیا جو ان کے بارے میں فیصلہ ہوا، اور جو کچھ ان کی وفات تک ہونے والا ہے"۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

"دلّت هذه الآية على أن الصلاة والزكاة وبر الوالدين كان واجبًا على الأمم السابقة والقرون الماضية، فهو مما يثبت حكمه، ولم ينسخ في شريعة أمره".

"یہ آیت اس امر پر دلیل ہے کہ نماز اور زکوٰۃ اور والدین کے ساتھ احسان پہلی امتوں پر اور گذشتہ زمانوں میں بھی واجب رہے ہیں یہ اُن شرعی احکام

میں سے ہیں جو ثابت رہے، اور ان میں سے کوئی حکم کسی شریعت میں منسوخ نہیں ہوا"۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قوله تعالى: ﴿وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ [مريم: ٣١]، كقوله: ﴿ وَٱعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ ٱلْيَقِينُ ﴾ [الحجر: ٩٩]".

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی!" کہ مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تادم حیات وصیت فرمائی، اس طرح ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ آپ وفات کے آنے تک اپنے رب کی عبادت کیجئے"۔

حبیب الرحمن قاسم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"مالک بن انس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد گرامی ﴿وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا﴾ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں جو ہونیوالا ہے اسکی انہیں خبر دے دی، جو اہل قدر کے لیے بڑی مثبت دلیل ہے"۔

ہم نے بعض مسلم علمائے تفسیر کی تفسیرات کو نقل کیا۔بقیہ حضرات کی بھی اس آیت میں یہی تفسیر ہے کہ اسمیں مسئلہ قدر کے انکار پر ردّ ہے، اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں ہونے والے امور کی خبر ہے، کسی بھی مسلم مفسر نے اس آیت سے وفات عیسیٰ کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے۔ یہ کارروائی صرف غلام احمد

قادیانی ہی کی ہے، جو امر حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل ہے وہ اس سے اپنے اوھام واشکالات کی بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کرے۔

اب ہم مرزا قادیانی کے اوھام واشکال پر کچھ تفصیل سے ردّ کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی کے پہلے اشکال کی وجوہ ابطال:

مرزا کا یہ اشکال کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان اگر زندہ ہیں تو کیسے نماز اور زکاۃ ادا کرتے ہیں؟ **اس اشکال کی وجوہِ ابطال مندجہ ذیل ہیں.**

پہلی وجہ: تمام اہل علم جو احکام شریعت کا ادراک رکھتے ہیں اور تکالیف شرعیہ سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ شریعت کے احکام کے اہل زمیں مکلّف ہیں، اہل آسمان جیسے کہ حضرات ملائکہ مکلّف نہیں ہیں۔ حالانکہ فرشتے بھی مخلوق رب تعالیٰ ہیں، اور وہ تو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔

دوسری وجہ: مرزاصاحب اس لئے حیات عیسیٰ کے منکر ہیں کہ اگر انہیں زندہ مان لیا جائے تو وہ تو زندگی بھر نماز اور زکوۃ کے مکلّف ہیں پھر وہ آسمان سے کیسے نماز ادا کرسکتے ہیں اور کیسے زکوۃ دیتے ہیں؟

ہم کہتے ہیں کہ مرزاصاحب کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات سے محض اس لیے انکار کر دینا کہ وہ آسمان پر کیسے عبادت کرتے ہوں گے؟ ملائکہ جو سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے مکّرم بندے ہیں تو وہ بھی تو آسمان پر رہ کر ہی اللہ

تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ مرزاصاحب کا یہ قول بالکل لغو و باطل ہے۔

دوسرا اشکال: کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے عبادت کر سکتے ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ملائکہ کی صف میں اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں، اور نماز ادا کر سکتے ہیں، رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تادم حیات حکم زکوٰۃ تو اس پر مرزاصاحب کو یہ اعتراض ہے کہ آسمانوں پر وہ کس کو زکوٰۃ دیتے ہیں؟ اس سلسلے میں ہم کہتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی مسلم مفسرین کی تفسیرات کا مطالعہ کرتا تو اسے یہ اشکال پیش ہی نہ آتا، یا لفظ زکوٰۃ میں بھی تأمل کر لیتا تو شاید اس کا اشکال خود ہی حل ہو جاتا۔ عربی زبان میں لفظِ "زکوٰۃ" کے معنیٰ "طہارت و تزکیہ" اور اخلاق رذیلہ سے "پاکیزگی" ہے۔ خود قرآن کریم ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے: ﴿وَحَنَانًا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةً ۖ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾﴾ [مریم: ۱۳] کہ حق تعالیٰ نے انہیں نرم خوئی اور تزکیہ سے موصوف فرمایا۔

پھر خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کے بارے میں فرشتہ نے ان کی والدہ ماجدہ کو کہا تھا: ﴿لِأَهَبَ لَكِ غُلَـٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾﴾ [مریم: ۱۹]، ترجمہ: "تا کہ میں تمہیں پاکیزہ لڑکا دوں"، تو بچے کی زکوٰۃ سے مراد اسکے نفس کا اخلاقی رزائل سے پاک وصاف ہونا ہے۔

لہٰذا ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَأَوْصَـٰنِى بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾﴾ [مریم: ۳۱]- میں زکوٰۃ کے حکم سے مراد پاکباز رہنا ہے، لفظ "زکوٰۃ" کا تزکیۂ نفس کے لیے

استعمال یہ عربی محاورات اور قرآنی نصوص کے عین مطابق ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قرآن میں زکوٰۃ اگر نماز کے ساتھ وارد ہو تو اس سے مراد فرضی صدقہ ہی ہوتا ہے، اس سے مراد اسکا وضعی ولغوی معنی "طہارت وتزکیہ" نہیں ہوتا، تو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں۔

اولاً: یہ وجہِ استدلال ایک استقرائی امر ہے، اور استقراء مفید ظنّ ہوتا ہے، قطع ویقین کا فائدہ نہیں دیتا۔

ثانیاً: یہ امر تو ہے کہ قرآن کریم میں پیشتر جگہ زکوۃ، نماز کے ساتھ مخصوص فرضی صدقہ کے لیے وارد ہوا ہے، مگر اس سے یہ امر لازم نہیں آتا، جب بھی زکوٰۃ، نماز کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے مراد واجبی صدقہ ہی ہو گا۔ لغوی، وضعی معنی نہیں ہو گا، اس امر کے لغوی اور قرآنی شواہد نہیں ہیں۔

ثالثاً: اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر بہت سے مواقع پر فرضی صدقہ کے لیے آتا ہے، مگر زکوۃ کو اسکے لغوی معنی تزکیہ وطہارت پر حمل کرنا قرآنی محاورات کے خلاف ہرگز نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم ہی میں نماز کیساتھ ایک اور مالی عبادت کا ذکر موجود ہے۔ جو فرضی زکوۃ کے علاوہ ہے، جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالی کا خطاب ہے: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝٢ ﴾ [کوثر: ۲] **ترجمہ:** "تم اپنے رب کے لیے نماز ادا کرو اور قربانی کرو"۔ اس آیت میں نماز کے ساتھ جس مالی عبادت کو جمع کیا گیا ہے، وہ فرضی صدقہ نہیں بلکہ قربانی ہے.

ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں بھی قرآن حکیم میں نماز اور تزکیہ وطہارت کو جمع کیا گیا ہے، نیز طہارت نماز کی شروط میں سے اہم ترین شرط ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ لفظ زکوٰۃ کی طہارت پر دلالت اسکا لغوی ووضعی معنی ہے۔ یہ اسکی کوئی تاؤیلِ محض نہیں ہے۔

صاحبِ قاموس رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والزكوة" صفوة الشيء، وما أخرجته من ذلك لتطهيره به".

"زکوٰۃ کسی شئے کو پاک، صاف کرنا ہے، اور مال کا وہ حصہ ہے جس سے اسکی تطہیر مقصود ہو"۔

صاحبِ مصباح کہتے ہیں:

"زكا الرجل يزكو إذا صَلُحَ، قال الله عزّ وجلّ: ﴿ خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡۖ ﴾ [التوبة: ١٠٣]".

"لغت میں زکوٰۃ کے معنی صالح اور درست ہونے کے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، "آپ ان کے اموال سے صدقہ وصول کریں جس سے آپ ان کی تطہیر وتزکیہ فرمائیں"۔

اس تفصیل سے یہ امر واضح ہو چکا کہ "زکوٰۃ" لغت میں تزکیہ اور طہارت سے عبارت ہے، جبکہ شرعی اصطلاح میں زکوٰۃ سے مراد مخصوص فرضی صدقہ ہے، اور اسکا زکوٰۃ ہونا بھی اس وجہ سے ہے کہ یہ زکوٰۃ دینے والے کے دل کو بخل سے اور حبّ مال سے پاک کر دیتی ہے، نیز یہ امر بھی سب کے ہاں معروف ومسلّم ہے کہ

کسی لفظ کا لغوی معنی اور اسکا منقول مدلول دونوں میں باہم مناسبت ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں مذکورہ آیت میں "زکوٰۃ" کے لفظ کو طہارت وتزکیہ پر حمل کرنا لغت اور قرآن کریم کے اسلوبِ بیان کے عین مواقف ہے، بلکہ مذکورہ طور پر لفظ زکوٰۃ کی طہارت وتزکیہ پر دلالت کی قرآن کریم سے تائید بھی موجود ہے۔

تیسری وجہ: اگر آیت مبحوثہ عنہا میں لفظ زکوٰۃ کی فرضی صدقہ پر بھی دلالت ہو تب بھی مرزا صاحب کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زکوٰۃ ادا نہ کرسکنے اور مستحق زکوٰۃ نہ پانے کی وجہ سے ان کی حیات کا انکار کر دینا، اور ان کی وفات پر استدلال کر لینا کسی اعتبار سے درست نہیں، کیونکہ اسلامی شریعت میں یہ امر مسلّم وثابت ہے کہ کسی شرعی حکم کی تعمیل اس وقت ضروری ہوتی ہے، جب اسکی شروط پورے طور پر موجود ہوں، اگر کسی امر شرعی کی شروط نہیں تو ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نماز وقت کے ہونے پر فرض ہوگی، اگر وقت نہیں ہوا، تو فرضیت بھی نہیں، پھر ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ زکوٰۃ کیلئے نصاب کا ہونا، پھر سال کا گزرنا شرط ہے، اگر نصاب نہیں یا سال نہیں گزرا، تو اسکی ادائیگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نصاب کے مالک نہیں تو زکوٰۃ واجب ہی نہیں۔ اس امر کی یہی مسلم مفسرین نے ﴿وَأَوْصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝٣١﴾ [مریم: ٣١] میں یوں تصریح فرمائی ہے، (وأمرني بالزكاة إن ملكت)، "اللہ تعالیٰ نے مجھے زکوٰۃ کا حکم دیا اگر میں مالک نصاب ہوا"۔

لہٰذا اس اسلوب سے مرزا قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال بالکل لغو اور سراسر باطل ہے، کہ چونکہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ادائیگی زکوٰۃ ممکن نہیں، اور وہ تاحیات نماز وزکوٰۃ کی ادائیگی کے مکلّف تھے لہٰذا ان کی وفات ثابت ہوگئی۔

مرزا قادیانی اگر عربی لغت اور نصوص شرعیہ سے استفادے کے ضوابط کی پاسداری کرتا تو اسے ہرگز مذکورہ اشکال نہ پیش آتا، نہ وہ اسکی بنیاد پر وہ حیات عیسیٰ کا انکار کرتا۔ یہاں تک ہم نے مرزا قادیانی کے پہلے اشکال اور اسکے تفصیلی ردّ کا ذکر کردیا ہے۔

مرزا قادیانی کا دوسرا وہم یا اشکال:

مرزا غلام احمد کا دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تادم حیات نماز کی ادائیگی کے مکلّف ہیں تو وہ نماز کی کس طریقہ پر ادائیگی کرتے ہیں؟

ہم کہتے ہیں:

اولاً: اگر یہاں پر بھی مرزا صاحب مسلم مفسرین کی مذکورہ آیت کی تفسیرات میں غور کرتے تو انہیں ہرگز ہرگز یہ وہم واشکال بھی پیش نہ آتا، کیونکہ اس آیت کو تو علمائے تفسیر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کی دلیل بنایا ہے، رہا مرزا غلام احمد قادیانی تو اس نے اولاً اس پر اپنا خود ساختہ اشکال وارد کیا، پھر اس اشکال کا حل اپنی ہی فکر سے ان کی وفات کو سمجھا، اور اشکال اور حل کو جمع کرتے ہوئے وفات

عیسیٰ کا قول کیا، یہی مرزا صاحب کی عادت ہے کہ وہ قرآنی نصوص کو اللہ تعالیٰ کی مراد کے خلاف حمل کر کے اس پر خود ساختہ اشکال وارد کرتے ہیں، پھر وہ اس اشکال کا حل ّاپنے ہی خود ساختہ اعتقاد کو بنا لیتے ہیں۔

جبکہ مسلم علمائے تفسیر نے تو یہ بھی تصریح فرمادی کہ یہ آیت اس امر کی بھی دلیل ہے۔ کہ نماز، زکوۃ اور والدین سے حسنِ سلوک سابقہ امم اور شرائع میں بھی اسی طرح مطلوب رہے ہیں، جیسے کہ نبی خاتم حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم الشرائع میں خاتم الامم سے مطلوب ہیں، ان امور میں سے کوئی امر بھی منسوخ نہیں ہوا، رہا ان کی ادائیگی تو قرآن کریم نے حضرت مریم علیہ السلام کیلئے جو حکمِ شارع نقل فرمایا وہ یوں ہے: ﴿ يَٰمَرۡيَمُ ٱقۡنُتِي لِرَبِّكِ وَٱسۡجُدِي وَٱرۡكَعِي مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ﴿٤٣﴾ ﴾ [آل عمران: ۴۳]، **ترجمہ**: "اے مریم تو اپنے رب کی عبادت کر، سجدہ کر، اور رکوع کر"۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ جس طرح شریعت **محمدیہ** میں قیام، رکوع اور سجود نماز کے ارکان ہیں، اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کی نماز میں بھی یہی ارکان تھے، لہٰذا مرزا صاحب کو کیوں اشکال پیش آیا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مان لیں تو وہ کس طرح نماز پڑھتے ہوں گے؟ کیونکہ وہ تو تاحیات نماز کے مکلّف ہیں؟ لہٰذا انہیں وفات شدہ مان لو تاکہ یہ اشکال ختم ہو جائے؟

ہم کہتے ہیں: کہ اہل اسلام کو تو یہ اشکال پیش نہیں آیا، مرزا صاحب کو کیوں پیش آگیا؟ پھر جس طرح اہل اسلام کی نماز میں قیام، رکوع اور سجود زندوں کیلئے مستحیل نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے کیونکر مستحیل ہوں گے؟ کہ کسی کو

حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا مجبوراً قول کرنا پڑے؟ حق اور سچ یہی ہے کہ اگر مرزا صاحب مسلم مفسرین کی تفسیرات میں تأمل کر لیتے تو ہر گز ہر گز انہیں کوئی ایسا اشکال پیش نہ آتا جس کے حل کے لیے انہیں مجبوراً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قول کرنا پڑتا، بلکہ وہ اہل اسلام کی طرح ہی اس ارشاد ربانی کو مانتے، وہ اسکی تفسیر کو قبول کرتے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے منکر نہ بنتے۔

مرزا صاحب کے اشکال کے ابطال کی دوسری وجہ:

مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز ادا کرنے پر یہ اشکال ہے کہ وہ کونسے طریقے پر نماز ادا کرتے ہیں؟ کیا انجیلی طریقہ پر یا قرآنی طریقہ نماز پر؟ ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا مرزا صاحب نے دونوں طریقوں میں فرق کا ذکر کیا ہے؟ جبکہ ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ نماز کے جو ارکان قیام، رکوع و سجود قرآنی طریقہ نماز میں ہیں ان کا ذکر حضرت مریم کی نماز میں بھی موجود ہے، پھر اگر دونوں طریقوں میں فرق ہو تو اسمیں بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ دین کی بنیاد تو توحید پر ہے جو تمام سماوی ادیان میں مشترک ہے، اسمیں نسخ بھی نہیں نہ کوئی تبدیل و تغیرّ ہے۔ رہا طریقۂ عبادت تو یہ فقط عملی علامت سے عبارت ہے، تو شارع کی طرف سے اعمال کی کیفیت میں ہر نبی اور ہر شریعت کا ہر دور میں ایک ہی طریقہ پر ہونا ضروری بھی نہیں ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا قرآن حکیم میں شریعت موسوی اور عیسوی کے ذکر کرنے کے بعد یوں ارشاد ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ﴾ [مائدہ: ۴۸]۔

ترجمہ: "ہم نے تم میں ہر ایک کے لیے شریعت اور طریقۂ حیات مقرر کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سبھی کو ایک ہی امت بنا دیتا، مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ عطا کیا اس سے وہ تمہاری آزمائش چاہتا ہے، تم خیرات میں سبقت اختیار کرو"۔

اس آیت میں دو محکم باتوں کا ذکر ہوا ہے۔

پہلی بات: یہ کہ نسخ کی حقیقت اور دائرہ کیا ہے؟

دوسری بات: نسخ کی حکمت کیا ہے؟

یہ بات واضح رہے کہ نسخ اصول دین میں نہیں ہوتا، یہ عبادت کی کیفیت میں واقع ہوتا ہے، جو ہر زمانے کی حالت کے مطابق ہوتا ہے، یہ امر بھی حکمت کے عین موافق ہے، نیز حق تعالیٰ شانہ اس میں اختلاف کے ذریعہ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں کہ شارع کی اتباع کون کرتا ہے؟ اسی سے بندوں میں مخلصین اور غیر مخلصین میں تمیز ہوتی ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی اس حکمتِ تشریع میں تأمل کرتا تو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ادائیگی نماز کے بارے وہ وہم یا اشکال پیش نہ آتا جو اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز کی ادائیگی میں ہوا، اور اس نے محض اس بہانے حیات عیسیٰ کا انکار کر دیا کہ اگر ان کی حیات تسلیم کر لیں تو اسکا یہ اشکال دور نہ ہو گا کہ وہ کونسے طریقے پر نماز ادا کرتے ہیں؟ کیونکہ آیت مبحوثہ عنہا میں ان کا یہ بیان ہے کہ وہ تاحیات نماز کی ادائیگی کے مکلّف ہیں، اس پر ہم نے جو کہا اسکا خلاصہ یہ ہے، کہ:

اولاً : تو قرآنی اور انجیلی نماز کے ارکان ایک جیسے ہیں۔

ثانیاً: طریقۂ نماز میں اختلاف ہوتا تو یہ بھی حکمتِ تشریع کے عین مطابق بات ہے، کہ خود شارع نے ہر امت کو فروع میں مختلف کیفیات کا مکلّف بنایا ہے۔

لہٰذا نماز کی کیفیت میں اختلاف کوئی باعث اشکال نہیں کہ اس حیلے سے مرزا قادیانی حیات عیسیٰ کا انکار کر بیٹھے، اور یہ کہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ تاحیات نماز کے مکلّف ہیں اور ان کے لیے نماز کی ادائیگی مشکل ہے لہٰذا وہ وفات شدہ ہیں۔

الحمدللہ کہ یہاں تک ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے ان دو وہموں یا اشکالات کا اور ان کے مفصل ردود کو ذکر کر دیا، جس سے یہ بات بالکل کھل کر واضح ہوگئی کہ مرزا غلام احمد کا ارشاد ربانی: ﴿وَأَوْصَـٰنِى بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾﴾ [مریم: ٣١] سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال سراسر باطل اور لغو ہے۔

هذا وصلى الله وسلم على نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(بیسواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے"

بعنوان:

"ساتویں آیت ارشادِ ربّانی: ﴿ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيّٗا ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان"

بیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) وفاتِ مسیح پر مرزا قادیانی کے استدلال کی چھٹی آیت، باری تعالی کا ارشاد: ﴿وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيّٗا﴾ [مریم: ۳۳].

۲) مرزا قادیانی کا وجہ استدلال.

۳) مرزاصاحب کے نتیجہ اور استدلال کے بطلان کی وجوہ.

۴) برکاتِ عیسی اور شاماتتِ مرزا کے مابین موازنہ.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ......

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيًّا ﴾ [مريم: ٣٣].

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبى الكريم.

یہ **"سلسلہ دین بھلائی"** ہے، کا **"بیسواں محاضرہ"** ہے. جس کا عنوان ہے،

"ارشادِ باری تعالی: ﴿ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيًّا ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان".

ترجمہ: *"اور مجھ پر سلامتی ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز زندہ اٹھایا جاؤں گا"۔*

مضمون آیت اور اسکے بر خلاف مرزا کا استدلال:

اس آیت کا مضمون بالکل عیاں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے اوپر (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس سلامتی کا ذکر فرمارہے ہیں جو ان کے یوم ولادت ان کے یوم وفات اور ان کے یوم بعثت یعنی زندہ ہو کر اٹھنے کے روز کو شامل ہے۔ یہ تو اس آیت کا مضمون ہے، مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت سے اسکی نص اور اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد اور اجماع امت کے بر خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔

مرزا قادیانی کا طرزِ استدلال:

وہ اپنے مطلوب کے اثبات کے لیے رقمطراز ہیں۔

"اس آیت میں واقعاتِ عظیمہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے وجود کے متعلق تھے صرف تین بیان کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اگر رفع اور نزول واقعات صحیحہ میں سے ہیں تو ان کا بیان بھی ضروری تھا کیا نعوذ باللہ رفع اور نزول حضرت مسیح علیہ السلام کا مورد اور محل سلام الٰہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ سو اس جگہ پر خدا تعالیٰ کا اس رفع اور نزول کو ترک کرنا جو مسیح ابن مریم کی نسبت مسلمانوں کے دلوں میں بسا ہوا ہے صاف اس بات پر دلیل ہے کہ وہ خیال سچ اور خلاف واقع ہے بلکہ وہ رفع "یَومَ أموتُ" میں داخل ہے اور نزول سراسر باطل ہے"۔

مرزا صاحب کا وہم یہ ہے کہ "**سلام الٰہی**" کے ہر وہ تین مواقع کا ذکر اس امر کی دلیل ہے کہ اسکے ماسوا امور کی کوئی واقعی حقیقت نہیں۔ مرزا قادیانی کے اس وہم کے ازالہ کی ہم مندرجہ ذیل وجوہات بیان کرتے ہیں۔

اوّلاً: یہ ضابطہ تمام عقلاء کے نزدیک مسلّم اور جملہ معقولات میں مصرّح ہے کہ کسی امر کا ذکر نہ ہونا اس کے وقوع کی نفی کی ہرگز دلیل نہیں ہوتی۔ قرآن وحدیث میں بلکہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں اس کی مثالیں کثرت سے پائی جاتی ہیں، کسی امر کے مذکور نہ ہونے سے اس کے عدم وقوع کا نتیجہ نکالنا خلاف عقل ومنطق ہے۔

ثانیاً: اگر قرآن شریف میں کہیں بھی مطلقاً "**رفع**" کا ذکر نہ ہوتا، تو مرزا صاحب کا قول کچھ وزن رکھتا، مگر جب قرآن کریم میں دوسرے مقام پر "رفع" کی تصریح موجود ہے۔ تو اس سے اس بنا پر کہ فلاں جگہ پر رفع ونزول کا ذکر موجود نہیں۔ لہٰذا اس کا اس مقام پر عدم ذکر ان کی نفی کی دلیل ہے۔ یقیناً یہ اسلوبِ استدلال تصریح کو چھوڑ کر خلاف عقل ونقل خود ساختہ دلیل سے تمسک کرنا ہے، یہ اتباع ہوی ہے، اور تفسیر بالرائے ہے، غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام ہی کے ذکر میں فرمایا: ﴿كَانَا يَأْكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ [مائدہ: ۷۵]، **ترجمہ:** "وہ دونوں کھانا کھاتے تھے"۔ تو اس مقام پر ان دونوں کے صرف کھانے کی احتیاج کے ذکر ہونے، اور دیگر کسی احتیاج کے ذکر نہ ہونے سے یہ نتیجہ ہرگز نکل نہیں سکتا کہ وہ کسی دیگر چیز مثلاً گھر، لباس وپانی وغیرہ

کے محتاج نہ تھے۔

مرزاصاحب کے قاعدہ کے مطابق تو اس جگہ پر احتیاج کی جمیع جزئیات اور جملہ انواع کا ذکر کرنا ضروری تھا، ورنہ جس احتیاج کا ذکر نہیں وہ دونوں اسکے محتاج ہی نہ ہوتے، جو سراسر غلط اور خلاف واقع ہے، کسی امر کے ذکر نہ کرنے سے اسکی نفی لازم نہیں آتی۔

ثالثًا: یہ ارشادربانی: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران:۵۵]، بآواز بلند مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کو ثابت کررہاہے اور آیت: ﴿وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ﴾ [نساء: ۱۵۹]، حضرت عیسیٰ کے نزول کی شہادت دے رہی ہے تو اب دوسرے کسی مقام پر ان کے مذکور نہ ہونے کے ساتھ ساتھ تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزاصاحب کو ان کے انکار کا حق کس طرح حاصل ہوا؟

رابعًا: آیت زیر بحث سے پیشتر خود اسی مقام پر "رفعِ عیسیٰ علیہ السلام" کا ذکر موجود ہے، جو مرزاصاحب کو قرآن کریم میں تدبّر نہ کرنے کی وجہ سے معلوم نہیں ہوسکا، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ﴾ [مریم:۳۱]، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے مبارک بنایا۔ جہاں کہیں میں ہوں"۔

اسی طرح ان آئندہ آیاتِ سے بھی یہ امر ثابت ہے، جیسے کہ ارشادِ باری تعالی

ہے: ﴿لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِم بَرَكَٰتٖ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ﴾ [اعراف:۹۶]۔ ترجمہ: "ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے"۔ اور فرمانِ الٰہی ہے: ﴿فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحۡسَنُ ٱلۡخَٰلِقِينَ﴾ [مؤمنون: ۱۴]۔ ترجمہ:"اللہ تعالیٰ بابرکت بہترین خالق ہیں"۔ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٦٤﴾﴾ [غافر: ۶۴]۔ ترجمہ:" اللہ رب العالمین بابرکت ہیں "۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿تَبَٰرَكَ ٱلَّذِي بِيَدِهِ ٱلۡمُلۡكُ﴾ [ملک: ۱]۔ ترجمہ: "وہ ذات برکت والی ہے جسکے ہاتھ میں ملک ہے"۔ ان سب آیات میں برکت سے مراد علو اور بلندی ہے اب برکت کے یہ دونوں معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں، ان کی خیر کثیر تو معروف ہے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفایاب کرنے، اور مردوں کو زندہ کرنے، اور آسمان سے تیار کھانا اترنے کی دعا کے قبول ہونے سے ظاہر ہے۔ پھر آئندہ اس عالم میں جو برکات وخیرات آپ کے نزول پر ہوں گی۔ جیسے کہ انسانوں کے مابین دشمنی اور بغض اور حسد کا دور ہو جانا، اور دنیا میں مال کا کثرت سے ہو جانا، اور پھلوں اور دودھ کا معمول سے زیادہ ہو جانا۔ جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں، مشہور ہیں۔ پھر دیگر معنی علو و سربلندی، آیت: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِ﴾ [نساء: ۱۵۸] میں بالتصریح مذکور ہے۔ پس ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيۡنَ مَا كُنتُ﴾ [مریم: ۳۱] میں ہرسہ اقوال "رفع مکان"، "رفع زمان" اور "برکات بعد از نزول" مذکور ہیں۔ کیونکہ ﴿أَيۡنَ مَا كُنتُ﴾ [مریم:۳۱] جو فرمایا گیا ہے، اس کے معنوں میں بہت وسعت ہے۔ نیز اس آیت سے "رفع آسمانی" ثابت کرنے میں جملہ مفسرین برابر لکھتے چلے

آئے ہیں۔ (دیکھیں تفسیر کبیر و تفسیر سراج منیر)۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ آیت مبحوثہ عنہا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول کا انکار کرنا سراسر جہالت ہے چہ جائیکہ اسے دلائل وفات میں پیش کیا جائے۔

تصریح باری تعالیٰ اور قولِ مرزا میں موازنہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کا زعم یہ ہے کہ باری تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی: ﴿ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيّٗا ﴾ [مریم: ۳۳] میں بزبان عیسیٰ علیہ السلام صرف سلامتی کے تین مواقع کو ذکر فرمایا گیاہے۔

(۱) یوم ولادت۔(۲)یوم وفات۔(۳)یوم بعثت۔

اور اگر ان کا رفع اور ان کا نزول دونوں امر واقعی ہوتے تو آیت سلامتی میں ان دونوں کا بھی ضرور ذکر ہوتا۔ لہٰذا ان کا یہاں پر عدم ذکر ان کے عدم وجود کی دلیل ہے۔ ہم کہتے ہیں شارع کے سامنے پیش آمدہ امور میں سے ان کا کسی امر پر انکار نہ کرنا، یا اس ردّ نہ کرنا، یہ اُس امر کے وجود اور اس کی صحت کی دلیل ہوتا ہے، جسے اہل علم کے ہاں شارع کا "سکوتی بیان" کہا جاتا ہے۔ مگر کسی امر کا ذکر نہ ہونا یہ اسکے عدمِ وقوع کی دلیل ہرگز نہیں ہوتا، **ان دو امر میں بہت فرق ہے۔**

(۱) امر واقعی پر ردّ یا انکار نہیں۔(۲) یا امر واقعی کا ذکر نہیں۔

پہلی صورت حال میں وہ امر ثابت ہوتا ہے دوسری صورت میں اس امر کی نفی نہیں ہوتی زبان فہمی یا قرآن فہمی کیلئے ان دو امر میں فرق کرنا ضروری ہے۔

ابطال استدلال مرزا کی کچھ تفصیل یوں ہے:

مرزا کا یہ اسلوب استدلال کہ رفع و نزول کا عدم ذکر ان کے نہ ہونے کی دلیل ہے یہ کسی وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ: جملہ اہل علم و عقل و دانش کے ہاں یہ امر مسلّم ہے، اور تمام معقولات میں مذکور بھی کہ کسی امر کا عدم ذکر اسکے عدم وقوع کی دلیل نہیں ہوتا، اسکی بہت سی مثالیں قرآن و سنت اور عربی محاورات میں بھی موجود ہیں، اور عربی کے علاوہ بنی آدم کی دیگر لغّات میں بھی ہیں۔

دوسری وجہ: قرآن کریم جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں انسانی گروہوں کے عقائد میں حق و باطل کے مابین فیصلِ حق ہے، اس نے اپنے مفصل بیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے یہود کے قتل و صلب کے زعم پر ردّ فرمایا، اور ان کے عقیدہ ابنیت و تثلیث پر بھی ردّ فرمایااس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوھیت اور ان کے تین میں سے تیسرا ہونے پر ردّ فرمایا، ان کے بارے صلیب برائے کفارہ از دیگراں پر ردّ فرمایا، جسکا مفصل ذکر ہم نے سابقہ محاضرہ "انسانی گروہوں کے اختلاف در عیسی علیہ السلام" میں کیا ہے۔ یاد رہے کہ نزول قرآن کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر

"رفع"، پھر قربِ قیامت ان کے آسمان سے نزول ہر دو عقیدے بھی معروف تھے۔ شارع نے ان پر ردّ نہیں فرمایا، تو قرآن وسنت کا "رفع" و"نزول" پر عدم ردّ ان کی صحت کی دلیل ہے۔ یہی شارع کا "بیانِ سکوتی" ہے۔ شارع کا اس وقت موجود بعض عقائد پر ردّ اور ابطال، اور "رفع" و"نزول" پر عدم ردّ ان دونوں کی صحت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل ہے۔

تیسری وجہ: ارشاد باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خطاب میں یوں وارد ہوا ہے: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران:۵۵]۔ **ترجمہ:** "اے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لینے والا اور تیرا رفع کرنے والا ہوں"۔ یہ آیت پوری صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کو بیان کر رہی ہے۔ جبکہ باری تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ١٥٩﴾ [نساء: ۱۵۹]۔ **ترجمہ:** "اہل کتاب میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں مگر وہ ان پر ضرور بہ ضرور ایمان لے آئے گا ان کی موت سے پہلے پہلے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے"۔ یہ آیت صراحت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں نزول کو بیان کر رہی ہے۔ لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں کہ آیت سلامتی میں رفع و نزول کا ذکر نہیں ہوا، کیونکہ کسی امر کا ایک جگہ ذکر نہ ہونا اسکے عدم وجود کی ہرگز دلیل نہیں ہوتا۔ پھر جب دوسری جگہ پر صراحت سے ان دونوں کا ذکر موجود بھی ہے، تو کس طرح مرزا قادیانی "آیتِ سلام" میں "رفع" و"نزول" کے ذکر نہ ہونے

سے "رفع" و "نزول" کی نفی پر استدلال کر سکتا ہے؟ یا حضرت عیسیٰ کی حیات کی نفی کر سکتا ہے؟ اور ان کی وفات پر استدلال کر سکتا ہے۔

امثلہ برائے واقعاتی حقائق جن کے کسی جگہ عدم ذکر سے ان کی نفی پر استدلال باطل ہے:

قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوھیت کی نفی پر یوں استدلال فرمایا ہے: ﴿مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ [مائدہ: ۷۵]۔

ترجمہ: "حضرت مسیح ابن مریم صرف رسول ہیں، ان سے پیشتر کئی رسول گزر چکے ہیں اور ان کی ماں صدیقہ ہیں۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے"۔

حضرت مریم اور حضرت مسیح علیہما السلام کی الوھیت کی نفی کیلئے صرف ایک ہی ایسے امر کا (یعنی ان کے کھانے کے احتیاج کا) ذکر فرمایا گیا تو کیا مرزا صاحب کے ضابطہ کے مطابق وہ پینے، لباس اور رہائش کے محتاج نہ تھے؟ یا وہ نہ پیتے تھے نہ لباس پہنتے تھے نہ ان کی رہائش تھی؟ ہرگز ایسا نہیں۔ یقیناً وہ حضرات کھانے کے علاوہ ان تمام امور کے بھی محتاج تھے، مگر چونکہ مقصود ان کی نفی الوہیت تھی جس کے لیے ایک ہی امر کا ذکر کافی تھا۔ بقیہ کے عدم ذکر سے ان کے وجود کی نفی نہیں ہوتی۔ نہ کوئی عقل مند یہ کہتا ہے کہ وہ دیگر بنی آدم کی طرح دیگر اشیا کے محتاج ہی نہ تھے۔ لہٰذا مرزا صاحب کا آیت سلامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع"

و"نزول" کے ذکر نہ ہونے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے "رفع" و"نزول" کے باطل ہونے کا قول کرنا سراسر باطل استدلال ہے۔

چوتھی وجہ: سورۃ مریم ہی میں آیت سلامتی سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تصریح موجود ہے: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ ﴾ [مریم:۳۱]۔

ترجمہ: "اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بابرکت بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں"۔

"بابرکت" کا لفظ لغت میں علو اور خیر کثیر پر بولا جاتا ہے۔ اس کے لیے قرآن کریم کی یہ آیت بھی شاہد ہے: ﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ ٱلْقُرَىٰٓ ءَامَنُوا۟ وَٱتَّقَوْا۟ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَٰتٍ مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ﴾ [اعراف: ۹۶]۔

ترجمہ: "اگر یہ لوگ ایمان و تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکات کھول دیتے"۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحْسَنُ ٱلْخَٰلِقِينَ ﴾ [مؤمنون: ۱۴]۔

ترجمہ: "بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو حسین ترین پیدا کرنے والا ہے"۔

نیز ارشاد گرامی ہے: ﴿ تَبَٰرَكَ ٱلَّذِى بِيَدِهِ ٱلْمُلْكُ ﴾ [ملک:۱] ۔

ترجمہ: "بابرکت ہے وہ ذات جسکے ہاتھ ملک ہے"۔

برکت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں ہر دو اعتبار سے "خیر کثیر" اور "علوّ" بطور احسن موجود ہے۔ قرآن کریم میں ہے "وہ اللہ کے حکم سے کوڑی اور

برص والوں کو شفایاب کرتے"۔ نیز ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ان پر آسمان سے دستر خوان نازل فرمائے"۔ یہ تو وہ برکت ہے جو ان کے رفع سے قبل ان کی قوم کے ساتھ مخصوص رہی پھر ان کے نزول کے بعد ان کی برکات میں سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے انسانوں کے مابین کی دشمنیاں اور حقد وحسد اور بغض ختم ہو جائیں گے۔ دنیا میں مال وافر مقدار میں ہو جائے گا، پھلوں کی کثرت ہو گی، دودھ بڑھ جائیں گے۔

احادیث صحیحہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ برکتیں ثابت ہیں نیز ان کا علّو مکانی تو یہ بھی نص قرآنی سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا: (بل رفعه الله إليه)۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ برکات عیسوی کے بارے میں تو قرآنی نص صریح ہے: ﴿وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ﴾ [مریم:۳۱]۔ **ترجمہ:** "اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا بنایا کہ میں جہاں بھی ہوں مبارک ہوں"۔ قرآن کریم کے کلمہ ﴿أَيْنَ مَا كُنتُ﴾ جہاں کہیں بھی ہوں بابرکت ہوں۔ میں بہت وسعت ہے۔ اس مختصر بیان سے یہ امر محقق ہو چکا کہ آیت سلام سے مرزا غلام احمد قادیانی کا وفات عیسیٰ پر استدلال سراسر باطل امر ہے۔

یاد رہے:

یہ بھی مت بھولئے کہ مرزا غلام احمد خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے

میں ان تمام مذکورہ برکات کا معترف رہاہے۔ "**براہین احمدیہ**" اسکی تالیف بھی اس پر شاہد ہے، پھر اس نے یہ بھی کہا ہے کہ میری اس تالیف میں جو کچھ موجود ہے وہ قرآن وحدیث سے مؤیّد ہے، مگر جب اس نے خود مسیحیت کا دعویٰ کر دیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جملہ برکات اسکی نگاہوں سے غائب ہو گئیں اسے یہ زعم ہو گیا کہ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات وبرکات کا انکار کر دے تو شاید اسکی بے برکت شخصیت کا ادعاء عیسویت کا دعویٰ ثابت ہو سکے۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں احادیث صحیحہ میں وارد برکات اور مرزا غلام احمد کے ساتھ متحقق ہونے والی نحوسات کو شمار کرنے والا، مسیح حق حضرت عیسیٰ بن مریم کے مسیح موعود ہونے اور مسیح دجال مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیح باطل ہونے کے دعویٰ میں اسکے کذب کو آسانی سے سمجھ لے گا۔

لہٰذا ہم ذیل میں ایک خانہ میں برکات عیسوی کو ذکر کرتے ہیں، اور دوسرے خانہ میں نحوسات مرزا کو ذکر کرتے ہیں۔ تا کہ عوام پر بھی حق وباطل میں فرق ہو جائے۔

برکاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور شاماتتِ مرزا کے متعلق جدول:

نمبر	عیسیٰ علیہ السلام کی برکتیں	نمبر	مرزاصاحب کی شامتیں
۱	حدیث صحیح کی خبر کے مطابق عمومی انسانوں میں خصوصاًاور مسلمانوں کے مابین دشمنی، حسد اور بُغض کا دُور ہو جانا۔ "وَلَتَذْهَبَنَّ الشَّحنَاء وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحاسَد"۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسی)۔	۱	بنی نوع انسان میں عموماً اورانسانوں کے مابین مسلمانوں میں خصوصاًدشمنی، حسد اور بُغض کا عام ہو جانا اوران کے مابین ایسی عداوت کا پیدا ہو جانا جن سے ایک دوسرے سے جدائی اور قطع تعلقی بلکہ قطع رحم جیسے نتائج نکلیں۔
۲	حدیث صحیح کے مطابق دنیامیں مال ودولت اس قدر کثیر ہو جانا کہ زکوٰۃ کو قبول کرنے والے نہ ملیں۔ (مشکوٰۃ باب نزولِ عیسیٰ).	۲	پوری دنیا کا عموماًاور مسلمانوں کا خصوصاًاقتصادی بحرانوں کا شکار ہو جانا کہ اگر کوئی شخص خیرات کا دروازہ کھولے تو اس کثرت سے فقراکا جمع ہو جانا کہ اسے دروازہ بند کرنا پڑے اور بعض کا افلاس کے مارے بے دینی کی طرف مائل ہو جانا۔

۳	لوگوں کے قلوب میں آخرت کی رغبت اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جانا۔ حتیٰ کہ صحیح مسلم کی روایت کہ ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے قیمتی ہو جائے۔ (حَتّٰى تَكُونَ السَّجدَةُ الواحِدَةُ خَيرًا مِّنَ الدُّنيَا)، (مشکوٰۃ)۔	۳	لالچ اور طمع نفسانی کا بڑھ جانا حتیٰ کہ حلال و حرام میں تمیز نہ رہنا، رشوت و خیانت اور دوسروں کا مال باطل طریقوں سے کھانے کا عام ہو جانا یہاں تک بعض کا لالچ کے مارے بے دینی اختیار کر لینا عاقبت کو بھلا دینا اور دینوی فائدوں کو پیش نظر رکھنا۔
۴	کثرت سے بارش کا ہونا، دودھ اور پھلوں کا معمول سے زیادہ ہونا اور جو امور عام مخلوق کے حق میں مضر ہوں ان کا رُک جانا۔	۴	خشک سالی اور ہر جنس کی گرانی خصوصاً گھی اور دودھ وغیرہ طبعی چیزوں کا کم ہو جانا۔ اور آئے دن نئی بیماریاں اور وبائیں اور طاعون اور زلزلے اور بہت سے مصائب و آلام دنیا میں عام طور پر بدامنی اور بے آرامی کا ہو جانا۔

هذا وصلى الله وسلم على نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(اکیسواں محاضرہ)

از: "سلسلہ دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"قسمِ ثانی کی پہلی آیت ارشادِ ربّانی: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ ۚ ﴾ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان"

اکیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) دوسری قسم کی پہلی آیت، باری تعالی کا ارشاد: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴].

۲) آیت میں مذکور بعض کلمات اور تراکیب کے مدلول میں تأمل.

۳) لفظِ "خلا" کے دو معنی، اور ان کا "موت" و "حیات" کے حق میں متحقق ہونا.

۴) ترکیب ﴿مِن قَبْلِهِ ﴾ جار مجرور کے متعلَّق کا بیان.

۵) آیت میں وارد "الرسل" پر داخل "ال" کی نوعیت کا بیان.

۶) آیت کے مفردات میں مرزا کی تاویلات مان لینے کے باوجود مرزا کے مقصود کا عدمِ ثبوت.

۷) دلیلِ خاص حکمِ عام سے مخصوص کا استثناء کرتی ہے.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

يقول الله عزّ وجلّ: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴].

وقال النبي ﷺ : "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبى الكريم.

یہ **"سلسلہ دین بھلائی"** ہے، کا **"اکیسواں محاضرہ"** ہے. جس کا عنوان ہے، **"ارشادِ باری تعالیٰ:** ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ **سے مرزا غلام احمد قادیانی کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال، اور اس کا بطلان"**.

یاد رہے کہ مرزا غلام احمد کی وفات مسیح پر پیش کردہ آیات قرآنی کی اب یہ دوسری قسم ہے۔ یہ وہ آیات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کے ساتھ خاص نہیں، مگر حضرات سادات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عمومی حکم وفات کے ضمن میں مرزا غلام احمد قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قبل از نزول کو ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے، یہ اس سلسلے کی پہلی آیات ہے۔ **جسکا ترجمہ ہے۔**

ترجمہ: "حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہیں جن سے پہلے کئی رسول گذر چکے اگر وہ وفات پائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے"؟۔

مرزا کا وجہ استدلال:

مرزا کا زعم ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی ہے نیز جملہ سابقہ انبیاء کی بھی وفات کی خبر دی تو چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں میں سے ایک ہیں لہٰذا وہ بھی وفات شدہ ہیں۔

مرزا کے استدلال کا بطلان:

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذکورہ آیت قرآنی سے وفات عیسیٰ علیہ السلام پر استدلال کے ردّ کے لیے اسمیں وار مندرجہ ذیل چار امور میں تأمل ضروری ہے۔

اولاً: لفظ "خَلَت" اور اسکا لغوی معنیٰ۔

ثانیاً: ترکیب "من قبله" میں تأمل۔

ثالثاً: لفظ "**الرسل**" پر داخل "**ال**" کی نوعیت کہ یہ کس قسم کا ہے؟

رابعاً: اگر بالفرض مذکورہ تین امور میں مرزا قادیانی ہی کی تحقیق کو مان لیں تو، کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو سکتی ہے؟

اب ہم مذکورہ امور کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

لفظ "خَلت" کا مفہوم و معنیٰ:

عربی زبان میں لفظ "خَلاَ" اور اسکے مشتقّات دو معنیٰ میں وارد ہوئے ہیں۔

١- جگہ کو خالی کر دینا۔ انتقال مکان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا۔

٢- گزرنا۔

معنیٰ اول کا بیان:

"لسان العرب" اور "قاموس" میں ہے۔

"خَلا ": خلا المكان، والشيء يَخْلو خُلواً وخلاء وأخلى، إذا لم يكن فيه أحد، ولا شيء فيه وهو خال"۔

ترجمہ: "کسی مکان یا کسی شیٔ کے خالی ہو جانے کا معنیٰ ہے کہ وہاں کوئی نہ ہو"۔

قرآن کریم میں ہے: ﴿وَإِذَا خَلَوۡاْ إِلَىٰ شَيَٰطِينِهِمۡ﴾ [بقرہ:١٤]۔

ترجمہ: "اور جب وہ اپنے شیطانوں کے پاس جاتے ہیں"۔

تو اس آیت میں بھی لفظ "**خلا**" انتقالِ مکانی کے لیے آیا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم میں ہے: ﴿وَإِذَا خَلَوۡاْ عَضُّواْ عَلَيۡكُمُ ٱلۡأَنَامِلَ مِنَ ٱلۡغَيۡظِۚ﴾ [آل عمران: ١١٩]۔

ترجمہ: "اور جب وہ آپ سے علیحدہ ہوتے ہیں تو غصّے سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں"۔

اسی طرح قرآن حکیم میں آیا ہے: ﴿فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ [توبہ: ۵]، ترجمہ: "سو تم ان کا راستہ خالی کر دو"۔ یعنی مشرکین جب اسلام میں داخل ہو جائیں تو ان کا راستہ خالی کر دو۔ پھر ان کے درپہ نہ ہو، ان تمام آیات میں "**خَلا**" انتقالِ مکانی کے لیے آیا ہے یعنی ایک جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ چلے جانا، یہی انتقالِ مکانی کہلاتا ہے۔

"خَلا" کا دوسرا معنیٰ:

لفظِ "**خَلا**" کا دوسرا معنیٰ گزرنا ہے، اور گزرنا زمانے کی صفت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ [حاقہ: ۲۴]۔

ترجمہ: "تم کھاؤ اور پیو اس کے عوض جو کچھ تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیا"۔

اور ہر ذی عقل و شعور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ گزرنا زمانے کی صفت بالذات ہے، رہی وہ چیزیں جن پہ زمانہ گزرتا ہے تو یہ ان چیزوں کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ مگر بالذات نہیں۔ بلکہ بالعرض کہ زمانہ ان پر گزرتا ہے، اور ان چیزوں کا زمانہ سے تعلق ظرفیت اور مظروفیت کا ہوتا ہے۔ کہ زمانہ ان چیزوں کیلئے ظرف ہوتا ہے۔ "خَلا" کا معنیٰ جگہ کو خالی کرنا ہو یا گزرنا آیت کے معنیٰ یہ ہوں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بہت سے رسول جگہ خالی کر گئے۔ یا گزر چکے ہیں۔ اور یہ دونوں معنیٰ زندہ اور مردوں دونوں پر آسکتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مکان خالی کرنا اور گزرنا ہر دو امر موت ہی میں منحصر نہیں۔ مردوں کے حق

میں "خَلا" موت سے متحقق نہیں ہو گا۔ بلکہ زندوں کے حق میں "خَلا" مکان کے تبدیل کرنے سے متحقق ہو گا۔ جیسے کہا جائے کہ اس ملک میں کئی حاکم گزرے، یہ جملہ ہر دو حال میں صحیح المعنیٰ ہوتا ہے چاہے کوئی حاکم وفات پا چکا یا وہاں سے تبدیل ہو کر دوسری جگہ چلا گیا۔ اسی طرح قرآن حکیم کی یہ آیت: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] کا ترجمہ ہو گا: **"کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے"**۔ اب یہ "خَلا" یعنی رسولوں کا گزرنا مسیح علیہ السلام کے حق میں کیسے ہو گا، خود قرآن حکیم نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں "خَلا" کا معنیٰ یوں متعین کر دیا۔ ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ ﴾ [نساء: ۱۵۸]۔ **"بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا"**۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "خَلا" زمین سے آسمان پر منتقل ہونے سے عبارت ہے۔ یہاں تک لفظ "خَلا" کے ہر دو معنیٰ کا نیز ﴿ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے "خَلا" کا مفہوم کا بیان ہو گیا ہے۔

"خَلَا" کا معنیٰ "موت" یا "عدم" نہیں:

یہ امر بھی ضروری ہے جسکے جاننے کے بغیر آیت مبحوثہ عنہا کا مفہوم نہیں سمجھا جا سکتا کہ عربی زبان میں لفظ **"خَلا"** کا معنیٰ **"مات"** **"مر گیا"**، یا **"عدم"**، **"انعدم"**، وہ **"معدوم ہو گیا"** ہوتا ہی نہیں۔ اسکا معنیٰ **"انتقالِ مکانی"** یا **"گزرنا"** ہی ہے۔ **"خَلا"** کے **"موت"** و **"عدم"** کے خلاف ہونے کے لیے یہ ارشاد باری تعالیٰ کافی طور پر حجت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ سُنَّةَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ ﴾ [فتح: ۲۳]۔

"اللہ کی سنت اس سے پہلے گذر چکی"۔ ﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ [فتح:۲۳]۔ **"اور آپ اللہ کی سنت میں ہر گز تبدیلی نہ پائیں گے"۔** یہی "خَلا" کے درست معنی ہیں۔ اور اگر مرزا صاحب والا مفہوم مانا جائے تو پھر ﴿سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ﴾ [فتح:۲۳]۔ "اللہ کی سنت (العیاذ باللہ) مٹ چکی، مر چکی، معدوم ہو چکی ہے"۔ اور دوسرا ارشاد: ﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ [فتح:۲۳]۔ "اللہ کی سنت قابل تبدیلی نہیں"۔ دونوں کھلے طور پر متناقض ہیں، اور اللہ کے کلام میں تناقض نہیں۔ لہذا مرزا کا قول باطل قرار پایا کہ **"خلا"** کا معنی مرنا یا معدوم ہو جانا ہے۔ یہاں پر "خلا" کے بارے میں قادیانی مغالطہ کا بھی رفع ہو گیا۔ یقیناً قرآنی لفظ "خلت" میں یہ ضروری تحقیق فہم قرآنی میں معین ومددگار ہے۔

آیت مبحوثہ عنہا میں وارد "مِن قبله" ترکیب میں ضروری تحقیق:

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]۔ میں "مِن قبله" جار ومجرور کی حیثیت سے آیا ہے۔ یاد رکھیں کہ جب "مِن قبله" کی درست حیثیت سے ہی آیت کا درست مفہوم سمجھا جائے گا۔ اور اسکی غلط حیثیت سے یقیناً غلطی کا ارتکاب ہو گا۔

مرزا اور ان کے رفیق کار **"مولوی احسن امروهی"** ہر دونے "مِن قبله" جار ومجرور کو **"الرسل"** کی صفت قرار دیا۔ پھر یہ تفسیر کی کہ "جو پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر تھے وہ مر گئے"۔ یہ "مِن قبله" ترکیب کی حیثیت کا غلط تعین ہے، جو علم نحو سے ناواقفیت کی دلیل بھی ہے اگر ایسا نہیں ہے، تو یقیناً یہ عوام کو دانستہ

طور پر مغالطہ میں ڈالنے کی سعی ہے۔ جو تفسیرِ قرآن میں جرمِ عظیم ہے، کیونکہ عربی کا ہر مبتدی بھی جانتا ہے کہ صفت پہلے اور موصوف بعد میں آتا ہے۔ پھر "مِن قَبلِه" پہلے آنے والا "الرسل" بعد والے کی کیسے صفت ہو سکتا ہے؟

تو اب "مِن قبله" کی صحیح حیثیت کیا ہے؟ کہ آیت کا درست مفہوم جان سکیں، اور وہ یہ ہے کہ "مِن قبله" محلِ ظرف میں واقع ہے، جو "خَلَت" فعل سے متعلق ہے، ظرف کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی فعل سے متعلق ہو اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، اور ان سے پیشتر کئی رسول گزر چکے ہیں، اس سے نہ تو علمِ نحو کی مخالفت ہوئی، اور اسکا لغوی مفہوم بھی درست سامنے آگیا، اور مقصود ربّانی صرف یہی ہے کہ جماعت مرسلین کے آخری حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی خلود نہیں، جیسے پہلوں کیلئے نہیں ہوا، اور نبوت وفات میں منافات نہیں ہے، یہاں پر حیات عیسیٰ یا وفات عیسیٰ کا موضوع زیر بحث ہے ہی نہیں، نہ کسی مسلم مفسر نے اس آیت میں ایسا کہا، سوائے قادیانی خلط کے۔ نیز یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات بھی ان کے خلود کی متقاضی نہیں ہے، امتِ مسلمہ تو صرف ان کی قبل از نزول حیات کی قائل ہے۔ کیونکہ وہ بھی دیگر انبیاء ہی کی طرح ہیں، جب ان کی اجل آئے گی وہ وفات پائیں گے، باقی انکی خصوصیت تو ان کی "توفی" ہے، یقیناً وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر آئے، پھر گزر گئے، ان کا گزرنا اور "خَلا" تا حال انتقال مکانی سے عبارت ہے۔ اور ارشادِ ربانی: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ [نساء: ۱۵۸]- اسکی

دلیل ہے۔ پھر اجل آنے پر وہ بھی دیگر انبیاء کی طرح "خَلا" بمعنی انتقال موت کا ذائقہ چکھنے والے ہیں۔ ان کی قبل از نزول تاحال حیات ہرگز "خلا" کے خلاف نہیں ہے، اس باب میں جو قادیانی مغالطہ تھا ہم نے اسکا ازالہ کر دیا۔ نیز ہم نے ترکیب "مِن قَبلِه" کی بھی آیت مبحوثہ عنہا میں حیثیت پر بات کر دی ہے۔

آیت میں وارد "الرسل" پر داخل "ال" کی نوعیت کا بیان:

"**ال**" جو "الرسل" پر داخل ہے اسکی نوعیت کا علم بھی آیت کے درست مفہوم سمجھنے، اور مسلم مفسرین کی تفسیر کے حق ہونے اور مرزائی تأویل کے تحریف ہونے میں مددگار ہو گا۔

انواع "ال" اور موجود مقام کا تقاضا:

عربی اسم پر داخل ہونے والے "ال" کی تین اقسام ہیں:

۱- رائے عہد۔

کہ ذہن میں معہود پر "**ال**" آئے، جیسے کہا جائے: "لقيتُ رجلاً " میں ایک مرد کو ملا، "فالرّجلُ أكرمني" اس مرد نے میرا اکرام کیا، اب "**رجل**" پر "**ال**" برائے عہد ہے کہ وہ ذہن میں معہود مرد کو بتارہا ہے۔

۲- برائے جنس۔

کہ "**ال**" جس پر داخل ہو، اسکی جنس کو بیان کر رہا ہے۔ جیسے: "الرجل أفضل من المرأة"۔ "جنسِ مرد جنسِ عورت سے بہتر ہے"۔

۳- برائے استغراق۔

کہ "**ال**" سے غرض اسم کے تمام افراد کا احاطہ ہو، جیسے حمد باری تعالیٰ میں ہے "الحمد" تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کیلئے ہیں۔ اب آیت مبحوثہ عنہا میں "**الرسل**" پر "**ال**" نہ تو عہد کیلئے ہے کہ اسمیں معہود تو پہلے مذکور ہوتا ہے، نہ ہی استغراق کے لیے ہے جس کے مواقع ہم ابھی ذکر کرتے ہیں۔ "**ال**" کا عہد واستغراق کے لیے نہ ہونا دلیل حتمی ہے کہ "**الرسل**" پر داخل "**ال**" جنس کے لیے ہے اور معنی آیت ہوں ہے "**حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں**" اور اسی جنس کے کثیر لوگ پہلے گزر چکے ہیں۔

قادیانی خلطِ فاحش کا خطرناک نتیجہ:

قادیانیت نے "**ال**" کی نوعیت میں جو خلطِ فاحش کیا، اور اسکا جو خطرناک نتیجہ نکلا وہ یوں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی احسن امروھوی ہر دو نے "الرسل" پر داخل "اَل" کو برائے استغراق قرار دیا اور معنی آیت یہ بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور ان سے پیشتر کے تمام رسول فوت ہو چکے ہیں۔ یعنی وہ تمام مرسلین جن کا وصف "محمد رسول اللہ" سے پیشتر ہونا ہے، وہ تمام وفات پا چکے ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام کا وصف ہے، کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر کے نبی اور رسول ہیں، لہٰذا وہ بھی وفات پا چکے ہیں۔

قادیانیت کی اغلاط:

۱) قادیانیت نے لفظ "خلت" کا معنی "مَاتَت" کیا۔ جو سراسر غلط ہے، اسکا معنی جگہ خالی کرنا اور گزرنا ہے۔

۲) "من قبله" کو الرسل کی صفت قرار دیا۔ جو سراسر غلط ہے، یہ جار مجرور "خلت" سے متعلق محل ظرف میں ہے، جو رسولوں کے گزرنے کا زمانہ بتارہاہے۔ کہ قبل از محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۳) "**الرسل**" پر "**ال**" کو استغراق کہا جائے۔ تو یہ سراسر غلط ہے، خود "من قبله" کی ترکیب اس سے مانع ہے کہ "**ال**" استغراقی ہو کیونکہ "من قبله" کی ترکیب جو جار مجرور ہے، اگر ہم "**ال**" کو استغراقی کہیں تو (معاذاللہ) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہتے، کہ تمام رسول تو ان سے پہلے گزر چکے ہیں، لہذا یہ فعل "خلت" سے متعلق ہے، یہ "**الرسل**" کی صفت نہیں ہے۔ تو یوں "من قبله" کی ترکیب "**ال**" کے استغراقی نہ ہونے کیلئے حجتِ کافیہ ہے، جب "من قبله" خَلَت کیلئے ظرف ٹھہرا جو بالکل درست ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ان "**الرسل**" کے گذرنے کا زمانہ حضرت محمد رسول اللہ سے پہلے کا ہے۔ اس آیت میں یہی تو بیان ہو رہاہے۔ وہ بہت سے رسول حضرت محمد ﷺ سے پہلے گزر چکے ہیں؟ اگر "الرسل" پر داخل "**ال**" کو استغراقی مانا جائے (جو سراسر غلط ہے) تو معنی یہ ہوا تمام مرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گزر چکے۔ معاذاللہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے خارج ہیں، اور آپ جماعت مرسلین میں سے نہیں ہیں، کیونکہ صفت رسالت سے موصوف جتنے اشخاص تھے وہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر فوت ہو چکے

ہیں۔ اب جس اندازِ بیان سے کسی بھی رسولِ حق کی رسالت کا انکار لازم ہو وہ قطعی طور پر لغو باطل اور واجب ردّ ہے، پھر "**ال**" کو استغراقی بنانے سے دوسری قباحت یہ لازم آتی ہے کہ قرآن کریم کے بیان میں تناقض ہے، وہ شروع میں بتاتا ہے ﴿**وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ**﴾ [**آل عمران:۱۴۴**]، آغاز میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان ہے، اور آخر میں "**ال**" کو استغراقی قرار دے کر تمام مرسلین کو آپ سے پہلے ہی وفات شدہ قرار دے دیا گیا، اور یہ آیت کے آخری حصہ کا پہلے حصّہ سے کھلا تناقض ہے، اور یہ خرابی "**ال**" کو استغراقی قرار دینے کے سبب ہے، اور اس سے نہ صرف نبی خاتم ﷺ کا مرسلین سے خارج ہونا لازم آیا، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی (معاذاللہ) مرسلین کی فہرست سے خارج گئے۔ کیونکہ اسی طرح کی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی وارد ہے، **اور وہ ہے:** ﴿**مَّا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ**﴾ [**مائدہ:۷۵**]۔

اگر بوجہ سفاہت کسی نے "**الرسل**" کے "**ال**" کو یہاں پر بھی استغراقی کہا تو معنی یہ ہو گا۔ حضرت مسیح رسول ہیں ان سے پیشتر تمام رسول گزر چکے، یعنی صفت رسالت سے موصوف اشخاص مسیح سے پیشتر ہی گزر چکے یا مر چکے ہیں، تو وہ خود (مسیح علیہ السلام) مرسلین سے خارج ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں اولی العزم رسولوں کا "ال" کو استغراقی قرار دینے کی پاداش میں خارج ہونا لازم آتا ہے، لہٰذا جس امر سے رسول بر حق کی رسالت کا انکار لازم ہو، وہ یقینا لغو باطل ہے، یہی نتیجہ ہے۔

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]، اور ﴿ مَّا ٱلْمَسِيحُ ٱبْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ [مائدہ: ۷۵] ہر دو آیت میں "**الرسل**" پر داخل "**ال**" کو استغراقی ٹھہرانے کا کہ نبوتِ محمدی اور نبوتِ عیسوی کا انکار لازم آئے، کیونکہ معنی یہ ہوگا کہ سب رسول حضرت محمد ﷺ پیشتر وفات پا چکے، اور سب رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر وفات پا چکے، اور (معاذ اللہ) یہ دونوں مرسلین کی فہرست سے خارج ہیں۔ حالانکہ جناب نبی خاتم ﷺ کی ولادت باسعادت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے کئی سو سال بعد ہوئی، اور شرفِ نبوت سے ممتاز ہوئے، تو یہ کیسے درست ہوا کہ تمام رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پیشتر وفات پا چکے یا گزر چکے ہیں؟ جبکہ سید الرسل اس آیت کے نزول کے وقت زندہ موجود تھے، اور یہ آیت آپ ہی پر اتری، جب "ال" کا استغراق ان خطرناک نتائج کا موجب ہے، تو یہ امر واضح ہوا کہ یہ برائے استغراق نہیں ہے۔

وجہ ثانی کے الرسل کا "ال" استغراقی نہیں:

اولاً: ہم نے "**الرسل**" کے "**ال**" کے استغراقی ہونے کے خطرناک شرعی نتائج کی طرف اشارہ کیا ہے، ان کے علاوہ جس آیت میں "**الرسل**" کا کلمہ وارد ہوا اس کا شان نزول اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ "**ال**" استغراقی نہ ہو۔ کیونکہ اسکے شانِ نزول موقع یہاں پر تمام رسولوں کے ذکر کی حاجت کے خلاف ہے، اور وہ شان نزول یہ ہے کہ "**غزوہ احد**" میں جب آنحضرت ﷺ کی شہادت کی غلط خبر اُڑ گئی

تو بعض لوگ جنہوں نے نبوت اور موت میں مناقات سمجھی، مسلک ارتداد اختیار کرنے کا ارادہ کرنے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس باطل خیال کے ابطال کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔ کہ نبوت اور موت میں منافات نہیں حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پیشتر کئی رسول گزر چکے ہیں، تو جس طرح دیگر رسولوں کے حق میں ان کی وفات ان کی نبوت میں کوئی قدح کا موجب نہیں۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ رسول اللہ بھی اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ طبعی وفات پا جائیں یا شہید ہو جائیں، تو یہ ان کی رسالت کے منافی نہیں، اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ ﷺ نبی برحق نہیں کیونکہ نبوت و موت میں منافات نہیں ہے۔ اس مقصودِ قرآنی اور مرادِ ربانی کے بیان کرنے اور ثابت کرنے کیلئے استغراق افرادِ نبوت کی ضرورت نہیں کہ سبھی رسولوں کو فوت شدہ ذکر کرنے کی حاجت ہو، یہ تو بلاغت و بیان کے سراسر خلاف ہے، یہاں پر تو صرف ایک رسول یا چند رسولوں کے ذکر سے ہی مقصود حاصل ہو جاتا ہے، اور نبوت و موت میں منافات کی نفی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ کوئی رسول وفات نہیں پاتا، تو اسکا ردّ تمام رسولوں کے وفات شدہ ہونے سے نہیں ہو گا، بلکہ بعض رسولوں کے وفات شدہ ہونے کا ذکر ہو گا۔

لہٰذا "**الرسل**" کا "**ال**" استغراقی نہیں بلکہ یہ "**ال**" جنس کے لیے ہے۔ استغراقی ہونے کے خطرناک نتائج اور موقع و محل سے عدم مناسبت واضح ہو چکی۔ نیز "من قبله" اور شانِ نزول بھی مانع ہیں، کہ استغراقی ہو، پھر یہ "**ال**" عہدی اس

لیے نہیں کہ اس سے قبل ان رسولوں کا ذکر نہیں، لہٰذا جنس کے لئے ہی ہے، اور آیت کا معنی ہے حضرت محمد ﷺ سے پہلے جنسِ رسول سے کئی رسول گزر چکے ہیں۔

"ال" کے استغراقی نہ ہونے کا معقولی انداز میں بیان:

حضرت مولانا "**محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ**" نے "**شہادت القرآن جلد دوم: ص/٦٦**" میں اس مضمون کو معقولی طور پر سمجھانے کے لیے جو مقدمات قائم کیے ہیں وہ نہایت خوبصورت اور آسان فہم ہیں۔ **وہ فرماتے ہیں:**

> **"معقولی طور پر اس کا بیان اس طرح ہے کہ مشککین کا قول" سالبہ کلیہ" ہے کہ کوئی نبی مر نہیں سکتا اور خدا تعالیٰ کو اس کی تردید منظور ہے اور معلوم ہے کہ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزیہ ہوتی ہے نہ کہ موجبہ کلیہ۔ پس: "ال" "الرسل" کا استغراق کے لیے نہ ہوا، بلکہ تعریف جنس کے لیے ہوا، اور چونکہ "الرسل" کلی ہے اور اس پر کوئی کلمہ حاصر نہیں اس لیے: ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]" قضیہ مہملہ ہوا، اور معلوم ہے کہ مہملہ قوت جزییہ میں ہوتا ہے، لہٰذا آیت کے معنی ہوئے تحقیق گزر چکے ہیں پیشتر اس سے کئی رسول"۔**

قادیانی خلافت سے پہلے جناب "مولوی نورالدین صاحب" نے بھی اس آیت کا ترجمہ اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں یہی کیا ہے جو ہم نے کیا ہے (ملاحظہ ہو ص: ۳۳ حصہ اول)۔

> **"پس "ال" کے استغراق نہ ہونے کے سبب تمام رسول فوت شدہ ثابت نہ**

ہوئے بلکہ بعض رسول۔ لہٰذا یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات قبل النزول کی دلیل نہ ہو سکی"۔

ہم کہتے ہیں، کہ:

اگر مشککین یہ قول کریں کہ نبی وہ جو زندہ رہے تو یہ قول" موجبہ کلیہ " ہے، جس میں ہر نبی کی حیات کا ادعا ہے، تو اسکے نقض میں بھی سلب جزئی کافی کہ ایجابِ کلی کی نقیض سلب کلی نہیں ہوتی۔ بلکہ سلبِ جزئی ہوتی ہے کہ فلاں گزرا ہوا نبی زندہ نہ رہا، گویا کسی ایک یا بعض وفات شدہ کا ذکر کافی تھا، قرآن کریم نے یہی اختیار کیا۔ جن کو زعم ہوا کہ ہر نبی کے لیے خلود ضروری ہے انہیں کہا گیا کہ "قد خلت من قبلہ الرسل" کہ ان سے پیشتر بہت سے رسول گزر گئے، یہاں پر تو تمام وفات شدہ رسولوں کے ذکر کی حاجت ہی نہ تھی، پھر کس طرح مرزا قادیانی کے لیے یہ روا ہوا کہ وہ خلاف عقل و منطق، لغت وبلاغت "**الرسل**" کے "**ال**" کو خواہ مخواہ استغراقی قرار دیکر اپنی مطلب بر آری کیلئے ایک طرف تو آنحضرت ﷺ سے قبل تمام انبیاء کو وفات شدہ قرار دیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے ضمن میں لا کر انہیں بھی وفات شدہ کہہ کر اس آیت سے وفات عیسیٰ پر استدلال کریں؟ اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ علیم و حکیم کے کلام کو خلاف بلاغت وفصاحت قرار دیں کہ جہاں تمام رسولوں کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں، وہاں تمام رسولوں کا ذکر زبردستی ثابت کرنے کی سعی کریں۔ کیونکہ مقصود کلام تو بعض کے ذکر کا تقاضا کرتا ہے، وہاں کل کا کیوں اثبات کریں؟ مگر قادیانیت کو تو جائز ناجائز کو اپنا کر اپنا مطلب نکالنا ہے،

اسے کلام اللہ پر قدح وطعن کی کوئی پرواہ نہیں۔

ایک قادیانی اشکال اور اسکا جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ لفظ جمع پر داخل ہونے والا "**ال**" استغراق کا فائدہ دیتا ہے تو اسکے ردّ کیلئے باری تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی کافی ہے: ﴿وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَـٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنۢ بَعْدِهِۦ بِٱلرُّسُلِ﴾ [بقرہ: ۸۷]۔ **ترجمہ:** "ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے"۔

تو اس آیت میں "**ال**" لفظ "**الرسل**" جمع پر داخل ہے مگر استغراق کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام رسول حضرت موسیٰ کے بعد نہیں آئے۔ جبکہ بہت سے ان سے پہلے اور بہت سے بعد میں آئے۔ لہٰذا اس آیت میں "**الرسل**" سے مراد یہی ہے کہ بہت سے رسول ان کے بعد آئے تو یہ "**ال**" جنس کیلئے ہی ہے۔

اس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذْ جَآءَتْهُمُ ٱلرُّسُلُ﴾ [فصلت:۱۴]، "**جب ان کے پاس بہت سے رسول آئے**"۔ یہاں پر "**ال**" برائے جنس ہے، اور جمع پر داخل ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَقَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِمُ ٱلْمَثُلَـٰتُ﴾ [رعد: ٦]، "**ان کے پہلے بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں**"۔ اس میں "المثلت" پر "**ال**" جنس کے لئے ہے، اور جمع پر داخل ہے۔

ان مذکورہ مثالوں میں "**ال**" جمع پر داخل ہوا ہے مگر استغراق کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ جنس کے لیے ہے۔ قادیانیت کے جملہ مقولات کے ابطال کے بعد اب ہم اس

آیت کی درست تفسیر بیان کرتے ہیں۔

آیت مبحوثہ عنہا کی درست تفسیر:

اس آیت کی درست تفسیر یہ ہے کہ حضرت **محمد** ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور آپ سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیونکہ "من قبله" "**الرسل**" کی صفت نہیں نہ ہی "**ال**" استغراق کیلئے ہے کہ تمام رسول مراد لیے جاسکیں۔ نیز لفظ "**خَلا**" کا معنی وفات پانا یا معدوم ہو جانا نہیں صرف گزرنا یا ایک مکان سے دوسری جگہ منتقل ہو جانا ہے۔

خود مرزا غلام احمد کے ساتھی "**حکیم نوردین**" نے بھی اس کا ترجمہ یہی کیا ہے کہ "**تحقیق گزر چکے ہیں پیشتر اس کے کئی رسول**"۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں "**خَلا**" ان کا انتقال مکانی ہے، اور وہ یہ ہے جس کی خبر قرآن نے یوں دی ہے: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ [نساء:۱۵۸]، "**بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا**"، بس اس سے مراد ان کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہے جو کہ انتقال مکانی ہے۔ پھر خلاء کا معنی وفات پانا یا معدوم کرنے سے قرآنی آیات: ﴿سُنَّةَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلُۖ﴾ [فتح: ۲۳]، اور آیت: ﴿وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ ٱللَّهِ تَبۡدِيلٗا﴾ [فتح: ۲۳] میں تناقض لازم ہو گا۔

کیونکہ مرزا قادیانی کے مذہب کے بموجب تو پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ سنت اللہ معدوم ہو چکی ہے، اور دوسری آیت کا یہ کہ سنت الٰہی تبدیل بھی نہیں ہو سکتی۔ یعنی اسے ہمیشہ کیلئے اپنے حال پر بقاء حاصل ہے۔

لہٰذا "خَلا" سے موت اور عدم مراد سمجھنا بالکل باطل ہے۔ یہاں تک ہم نے تین امور کے بارے میں تحقیق پیش کر دی ہے۔ اب چوتھے امر کے بارے تحقیق کی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

چوتھے امر کی تحقیق:

اگر بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس آیت کے مفردات اور ترکیب مرزا صاحب کی تحقیق کے مطابق ہے، یعنی حضرت محمد ﷺ سے ما قبل انبیاء وفات پا چکے تب بھی مرزا صاحب کا مطلوب حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ عمومی آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصی وفات کی دلیل نہیں بن سکتی۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں تو عام انبیاء کی وفات کا ذکر ہے جو وفات عیسیٰ کے بارے میں عام رہے گی جبکہ اس کے مقابلے میں قرآن حکیم کی وہ آیات جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ قرآن میں ثابت اور موجود ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران:۵۵]۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ [نساء: ۱۵۸]۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ﴾ [نساء: ۱۵۹]۔

یہ آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات ان کے رفع اور ان کے نزول کے دلائل خاصہ اور نصوصِ قطعیہ ہیں۔ جنکے مقابلہ میں مرزا کا استدلال آیت مبحوثہ عنہا کے عموم سے ہے، جس سے مرزا کا مقصود ہر گز ہر گز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ دلیل خاص کے مقابلے میں عام دلیل سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

مثلاً سورۃ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا ٱلْإِنسَٰنَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَٰهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا﴾ [دھر-انسان: ۲]۔ **ترجمہ: "ہم نے انسان کو مخلوط نطفے سے پیدا کیا"۔**

اور چونکہ آدم علیہ السلام بھی انسان ہیں اس لیے بموجب امروہوی صاحب کی منطق کے آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی مادہ نطفہ سے ثابت ہوئی (جو بالکل باطل ہے) کیونکہ بروئے شکل اول اس کا قیاس یوں ہے " آدم انسان ہے۔ اور سب انسان نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس آدم بھی نطفہ سے پیدا ہوئے "۔

اس وہم کا ازالہ اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش دوسرے مقام پر دلیل خاص سے ثابت ہے کہ مادہ مٹی سے ہوئی اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش نفخ روح القدس سے ہوئی۔ نیز حضرت حوا کی آدم علیہ السلام کی پسلی سے۔ لہذا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کی پیدائش کی کیفیت خاص دلیل سے دیگر طرح پر ثابت ہے۔ اس آیت سورہ "دہر" سے مستثنیٰ رکھے جائیں گے، اور ان کے علاوہ دوسرے انسانوں پر اس آیت کا حکم لگایا جائے گا کہ وہ مادہ منی سے پیدا ہوئے، اور حضرت آدم، حوا اور حضرت عیسی علیہم السلام اس حکم سے خارج ہوں گے، اس بیان سے تو مرزا صاحب اور فاضل امروہی صاحب انکار نہیں کرسکتے۔ بعینہ اسی طرح جب بعض مقامات پر سابق انبیاء کی وفات کا عمومی حکم ہے، اور دوسرے مقام پر حیات عیسیٰ علیہ السلام خاص دلیل سے ثابت ہے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت: ﴿قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ

ٱلرُّسُلُۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] کے عموم سے خارج رہیں گے۔ لہٰذا اس عمومِ حکم سے آپ کی وفات ثابت نہ ہو سکی، اور نہ مرزا قادیانی کی مراد پوری ہوئی۔

الحمد للہ! کہ یہاں تک ہم نے مرزا قادیانی کے آیت: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر استدلال کو کئی وجوہ سے باطل کر دیا۔

ابنائے ملت قادیانیت اگر مرزا صاحب کے طرزِ استدلال اور ہماری وجوہ ابطال کا بنظر غائر مطالعہ کریں گے۔ تو انشاء اللہ سبیل ھدیٰ تک با آسانی پہنچ سکیں گے۔

فالحمد لله على ذالك۔

هذا وصلى الله وسلم على نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى اله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(بائیسواں محاضرہ)

از "سلسلہ دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"ارشادِ باری تعالی: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ کے گرد قادیانی مغالطات، اور ان کا ازالہ"

بائیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) قرآن طالبانِ ہدایت کے لئے ہادی، نہ کہ اہلِ الحاد اور طالبانِ گمراہی کے لئے۔

۲) آیتِ قرآنی ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران:۱۴۴] کا مضمون ومقصود اور مرزا کا زعمِ باطل۔

۳) دوسرا اشکال نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام دونوں عظیم ہستیوں کے لئے کلمہ تشبیہ "کما" اور کلمہ "توفی" کے ورود پر۔

۴) قادیانیت کا پہلا مغالطہ اور اسکا ردّ۔

۵) قادیانیت کا دوسرا مغالطہ اور اسکا ردّ۔

۶) قادیانیت کا تیسرا مغالطہ اور اسکا ردّ۔

۷) سلبِ کلی کے ردّ میں ایجاب جزئی ہی لایا جاتا ہے، ایجابِ کلی لانا خلافِ عقل ومنطق ہے، اور قائل کی غباء کی علامت ہوتا ہے، جبکہ ایسا مطالبہ کرنا سراسر سفاہت ہے۔

۸) قادیانیت کے مغالطات درایت وروایت ہر دو اعتبار سے باطل۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}

يقول الله عز وجل: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴].

وقال الله عزّ وجلّ: ﴿ إِنَّ هَـٰذَا ٱلْقُرْءَانَ يَهْدِى لِلَّتِى هِىَ أَقْوَمُ ﴾ [اسراء:۹].

وقال جلّ وعلا: ﴿ يُضِلُّ بِهِۦ كَثِيرًا وَيَهْدِى بِهِۦ كَثِيرًا ۚ وَمَا يُضِلُّ بِهِۦٓ إِلَّا ٱلْفَـٰسِقِينَ ﴾ [بقرہ: ٢٦].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**بائیسواں محاضرہ** "ہے، جس کا عنوان ہے: "**ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِى كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴾ کے گرد قادیانی مغالطات، اور ان کا بطلان**"۔

ضروری تمہید:

قرآن کریم جو کتابِ ہدایت ہے ان کے لئے ہدایت ہے، ان کے لئے ھادی ہے، جو ہدایت کے طالب ہوں، اور اسکے لئے سرِ تسلیم خم کر دیں، رہے گمراہی کے

چاہنے والے، یا اللہ کی آیات میں الحاد کرنے والے، ان میں شبہات تلاش کرنے والے، اور ان کے گرد و پیش مغالطات کھڑا کرنے والے، تو وہ قرآن کریم کی ہدایت سے مستفید نہیں ہوتے، وہ صرف قرآن کریم الفاظ کے لفظ و نص کا تو اقرار کرتے ہیں، مگر اسکے معنی و مطلوب کو قبول نہیں کرتے، وہ اسکے الفاظ کو اللہ تعالی کی مراد اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے بر خلاف پر حمل کرتے ہیں، ہم اپنے اس محاضرہ میں قادیانیت کے ان مغالطات کا ذکر کریں گے، جو انھوں نے باری تعالی کے ارشاد گرامی ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] کے گرد اٹھار کھے ہیں، اور "انشاء اللہ" قوی ادلّہ اور حجت و برہان سے ان کا ازالہ کریں گے، تا کہ حق کا احقاق ہو، اور باطل اپنے انجامِ کار کو پالے.

اس آیت کا مضمون اور مرزا قادیانی کا اسلوب:

اس آیت میں حق تعالی شانہ نے ان لوگوں کے غلط زعم کا ردّ فرمایا، جو رسالتِ ربانی اور موت (انسانی) میں منافات سمجھ بیٹھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر نے انہیں پریشان کر دیا، اور مسلکِ ارتداد اختیار کرنے کا سوچنے لگے، کہ کوئی رسول مرتا نہیں، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہوتے تو شہید نہ ہوتے، اس وہمِ باطل کے ردّ میں یہ آیت نازل ہوئی، کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ان سے قبل بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اگر ان کی

وفات ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں، تو کیا تم الٹے پاؤں دین سے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی ایسا کریگا، وہ اللہ تعالی کا کچھ نقصان نہیں کریگا، لہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان کی رسالت کے منافی نہیں، نہ رسالت کے خلاف ہے، نہ موت مقامِ رسالت میں کوئی جرح ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ما قبل کتنے ہی رسول گذر چکے ہیں، رسالت اور وفات کے ما بین منافات کے قائلین کے جواب میں تو اتنا ہی کا کافی ہے، کہ اگر تم رسالت کے لئے موت کو منافی جانتے ہو، تو فلاں رسول کی وفات ہو گئی؟ یعنی قائل کے سلب کلی کے توڑ کے لئے ایک وفات شدہ رسول کا ذکر کافی ہوتا، مگر اللہ تعالی نے ایک کا نہیں بہت سوں کو ذکر فرمایا، تا کہ مضمونِ آیت میں مزید زور پیدا ہو.

سلبِ کلی کے ردّ میں اگر محض واحد کے ایجابِ کا ذکر ہو جو ایجاب جزئی کہلاتا ہے، تو سلبِ کلی کے رد کے لئے کافی ہوتا ہے، مگر بہت سوں کا ذکر یہ بھی ایجابِ جزئی ہی ہوتا ہے، پھر کثیر بھی کل تو نہیں ہوتا، ہاں! کثیر میں عدد کا ذکر مہمل ہوتا ہے، مگر وہ بھی جزئی ہی کے معنی میں ہوتا ہے، سلبِ کلی کے ردّ میں ایجابِ کلی نہیں لایا جاتا، بلکہ ایجابِ کلی کو لانا قائل کی غباوت اور موقع و محل کے خلاف سمجھا جاتا ہے، جب کثیر کا ذکر ہوا تو وہ بعض جنکی تخصیص خود نصِ شارع نے فرمائی موت کے وقوع کے کم سے خود ہی خارج ہو گئے، جیسے کہ حضرت عیسی علیہ السلام پھر ان کی حیات کا اقرار دیگر کی حیات کی علّت موجبہ بھی نہیں ہے، کہ اگر انہیں زندہ مانا جائے، تو دیگر سبھی

کو زندہ ماننا پڑے، اور یوں اللہ تعالی کی دلیل کی تکذیب ہو جائے، جیسا کہ مرزا صاحب کا زعم ہے کہ آیت کا مقصود تمام انبیاء کی وفات کا اثبات ہے، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کو ماننا اللہ کی اس آیت میں مذکور دلیل کی تکذیب ہو گی، حالانکہ آیت کا مقصود تو زعمِ مرزا کے بر خلاف یہ ہے کہ اگر رسالت و موت میں منافات ہوتی تو ایک رسول بھی نہ مرتا، جبکہ کثیر وفات پا چکے ہیں.

لہذا اس آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا ذکر نہیں ہے، نہ آیت کا یہ محصل ہے، نہ یہ مقصود قرآن ہے، بلکہ ایسا شخص جو کہے، کہ کوئی رسول نہیں مرتا، (یہ سلبِ کلی ہے)، اسکے جواب میں اتنا کافی ہے، کہ فلاں ایک رسول یا بعض رسول وفات شدہ ہیں، (یہ ایجابِ جزئی ہے)، بہت سوں کا ذکر مضمون کے لئے باعثِ قوت ہے، باقی رہا کہ اس موقع پر یہ کہا جائے تمام رسول وفات پا چکے، (یہ ایجابِ کلی ہے)، یوں تمام کا ذکر کرنا خلافِ عقل و منطق ہے، قرآن نے وہ کیا ہے، جو مضمون کو قوت سے ثابت کرے، اور فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، ان سے قبل بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اگر ان کی وفات ہو، یا شہادت تو یہ امر خارج از امکان نہیں، کہ تم اسے رسالت کے منافی سمجھ کر راہِ ارتداد اختیار کر لو، یعنی جس طرح ما قبل کے بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اس طرح ہر نبی کو اپنی اجل پر گذر جانا ہے، وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، یا دیگر کوئی، یہاں پر نہ حضرت عیسی علیہ السلام کے ذکر کی ضرورت ہے، نا انکا ذکر ہوا ہے،

رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان کی حیات کے اور وفات سے استثناء کے خصوصی دلائل موجود ہیں، یوں آیت ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران:۱۴۴] کا مضمون کسی شبہ اور مغالطہ کا مورد نہیں ہوتا ہے، مگر قادیانیت نے اس آیت کے بارے میں مندرجہ ذیل مغالطات قائم کر رکھے ہیں.

پہلا قادیانی مغالطہ اور اسکا ازالہ:

مرزا قادیانی کا زعم ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا اثبات ہو گا تو اس سے حق تعالیٰ شانہ کی دلیل برائے جو رسالت اور موت میں منافات کی نفی کے لئے ہے، اس کی تکذیب ہو گی، قادیانیت کے اس زعم کی اصل مرزا کا یہ قول ہے.

"اس آیت کا محصل یہ ہے کہ اگر نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے، تو کوئی ایسا نبی پہلے نبیوں سے پیش کرو جو آج تک زندہ ہے؟ اور ظاہر ہے کہ مسیح بن مریم زندہ ہے، تو پھر دلیل جو خدا تعالیٰ نے پیش کی صحیح نہیں ہو گی".

قادیانیت کا یہ قول کہ مسیح بن مریم اگر زندہ ہو، اسکو وفات شدہ نہ مانیں، تو خدا تعالیٰ کی دلیل جھوٹی ہو گی، یہ خود ساختہ قادیانی مغالطہ ہے، تاکہ وہ حضرت مسیح بن مریم کی حیات کو اس قرآنی آیت ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] کے معارض بنائے، جبکہ واقعی امر ایسا نہیں، جو شخص بھی اس آیتِ قرآنی ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ

ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِي۟ن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] کے مضمون اور شانِ نزول میں تأمل کرے گا، وہ مرزائی قول اور مغالطہ کو ہی قادیانی منطق معکوس کہے گا، جو عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے، یہ آیت مبارکہ "غزوۂ احد" میں آنحضرت کی شہادت کی خبر پر "رسالت اور وفات" کے مابین منافات کے زعم کے ردّ لئے نازل ہوئی، اور اسکا مضمون یہ ہے کہ اگر رسول کے لئے موت منافی ہوتی تو کوئی ایک رسول بھی نہ وفات پاتا، جبکہ بہت سے رسول اس دنیا سے گذر چکے ہیں، لہذا رسالت و موت میں منافاۃ نہیں ہے، نہ تو یہ آیت تمام رسولوں کی وفات پر نص ہے، نہ ہی تمام رسولوں کی وفات کے ذکر کا یہ موقع و محل ہے، اگر یہ تسلیم بھی ہو کہ ما قبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسول فوت ہو چکے، تو حضرت عیسی علیہ وسلم کی حیات کا استثناء تو مستقل نصوص شرعیہ نے فرما دیا ہے، اس آیت سے حضرت عیسی علیہ کی وفات کا قول غیر شرعی، غیر منطقی اور غیر معقول استدلال ہے.

مرزا صاحب کا یہ قول کہ نبی کے لئے ہمیشہ زندہ رہنا ضروری ہے، یہ کسی کا قول نہیں، اسکا کوئی قائل نہیں ہے، یہ مرزا صاحب اپنا مفروضہ ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کی ان کی اجل تک ہی امت مسلمہ قائل ہے، اس کے قرآن و سنت رسول ہیں، ان کی حیات تو رسالت و موت میں منافات کی تکذیب نہیں کرتی، ہاں! تکذیب تو اس صورت میں ہوتی ہے کہ کوئی بھی نبی وفات شدہ نہ ہوتا، اور اللہ تعالی

نے اس آیت میں جب فرمایا کہ بہت سے رسول وفات پا چکے ہیں،(تو ایک کی وفات سے)اس آیت کی کیسے تکذیب ہوئی؟

ہاں! مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ تمام رسول بشمولِ عیسی علیہ السلام وفات پا چکے ہیں، یہ ضرور آیات حیاتِ عیسی علیہ السلام کی تکذیب ہے، واضح ہو کہ تمام انبیاء کا ذکر قرآن میں موجود نہیں، نہ اسکے ذکر کی رسالت اور موت میں منافات کی نفی کے بیان میں ضرورت تھی، نہ ہی رسالت وموت میں منافات کے بیان کا یہ تقاضا ہے، لہذا مرزا صاحب کا آیت کا محصل باطل ہے، آیت کا محصل یہ ہے کہ اگر رسالت وموت میں منافات ہوتی تو کوئی نبی وفات نہ پاتا، جبکہ بہت سے اس دنیا سے آخرت میں منتقل ہو چکے ہیں، جو اس امر کی دلیل ہے، کہ رسالت وموت میں منافات نہیں ہے، یہی مقصودِ قرآن اور مضمونِ آیت ہے، مگر مرزا صاحب نے خود اپنا ایک محصل وضع کیا، کہ تمام انبیاء کی وفات ہے، جس سے ان کی غرض غلط اسلوب سے وفات عیسی علیہ السلام پر استدلال تھا، جیسے ہم نے الحمد للہ باطل کر دیا ہے.

مرزاصاحب کی منطق کیوں منطق معکوس ہے:

جب یہ امر واضح ہو چکا کہ سلب کلی کے ردّ میں ایجابِ جزئی آتا ہے، تو مرزا صاحب کا یہ زعم کہ اس سلبِ کلی کہ "کوئی رسول نہیں مر سکتا"، اس کا ردّ یہ ہونا چاہئے کہ "تمام رسول وفات شدہ ہیں"، تو یہی منطق معکوس ہے، جو تمام بنی آدم کے

مابین مسلمہ ضابطہ کے برعکس ہے، کہ وہ سلبِ کلی کا رڈ ایجابِ جزئی سے کرتے ہیں، مگر مرزا کی الٹی منطق جو سلبِ کلی کا رڈ ایجابِ کلی سے چاہتے ہیں.

قادیانیت کا غیر منطقی قیاس:

قادیانی مولوی "**احسن امروھوی**"(جو مرزا غلام احمد کے ایک ساتھی تھے) نے ایک منطقی قیاس شکل اول میں وضع کیا ہے، اور وہ یوں:

"صغری"-"عیسی بن مریم ما قبل محمد کے نبی ہیں".

"کبری"-"ما قبل محمد کے تمام انبیاء وفات شدہ ہیں".

"نتیجہ"-"حضرت عیسی وفات پا چکے ہیں".

ہم کہتے ہیں کہ شکل اول کے لئے شرط یہ ہے کہ کبری کلیہ ہو، مگر اس قیاس کا کبری کا کلیہ ہونا درست نہیں ہے، کیونکہ ما قبل محمد کے تمام رسولوں کی وفات کی خبر قرآنی آیت میں نہیں ہے، نہ ہی اسکی ضرورت تھی، ہاں! کثیر کی خبر ہے، جب کثیر وفات شدہ ہوئے، تو اور ان سے حضرت عیسی علیہ السلام شارع کی تخصیص اور ادلّہ حیات کی وجہ سے خارج ہیں.

لہذا جب کبری یوں ہے کہ "ما قبل محمد کے بہت سے رسول گذر چکے ہیں"، تو یہ قضیہ مہملہ ہے اس میں "کل" کلمۂ حصر کلی نہیں ہے، تو قیاس کے ایک مقدمہ کبری کے غلط ہونے کی وجہ سے یہ قیاس باطل ہوا، اور نتیجہ غلط.

کبریٰ کیوں کلیہ نہیں ہے:

ہم کبریٰ کے کلیہ نہ ہونے میں کہتے ہیں:

اولاً: یہاں پر موجبہ کلیہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے.

ثانیاً: "**ال**" جو "الرسل" پر داخل ہے، وہ برائے جنس ہے، کہ بہت سے جنسِ رسول سے گذر چکے ہیں، یہ "اَل" استغراق کے لئے نہیں ہے.

ثالثاً: "من قبله" کی ترکیب بھی اس امر کی دلیل کہ "**ال**" استغراق کے لئے نہیں ہے، کیونکہ یہ ماقبل کے رسولوں کی صفت نہیں، بلکہ ان کے گذرنے کا زمانہ بتا رہی ہے، یہ "خلت" کا ظرف ہے، اگر مرزا کا یہ قول درست ہو کہ "من قبله الرسل" کی صفت ہے، اور تمام رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماقبل تھے، اور وہ تمام فوت بھی ہو چکے، تو یوں خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرسلین سے نکل جاتے ہیں، جبکہ تمام مرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ماقبل نہیں گذر چکے، کیونکہ قرآن تو خود فرماتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، تو یہ کیسے صحیح ہوا کہ تمام رسول ان سے ماقبل ہی گذر چکے ہیں، اور نہ ہی یہ درست ہے کہ وہ سبھی وفات پا چکے ہیں، کیونکہ قرآن کریم میں تو لفظِ "خلت" آیا ہے، جس کا معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے، تو یہ منتقل ہوا عموم انبیاء کے لئے دنیا سے آخرت میں انتقال ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین سے آسمان کی طرف

انتقال ہے، اور اسکی دلیل بھی قرآن ہے: ﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ [نساء:١٥٨] **ترجمہ:** "کہ اللہ تعالی نے انہیں آسمان کی طرف اٹھالیا ہے".

اب گویا کہ مندرجہ ذیل امور مرزا صاحب کے زعم کے ابطال کی ادلّہ قاطعہ ہیں:

١- آیت کا شانِ نزول.

٢- وہم کرنے والوں کا وہم.

٣- "**اَل**" کا برائے جنس ہونا.

٤- "من قبله" کا ظرف ہونا، اور "**رسل**" کی صفت نہ ہونا.

٥- لفظِ "**خلا**" کا لغوی مدلول، لہذا ان تمام امور نے مرزا صاحب کے محصل کو کافور بنادیا ہے.

دوسرا قادیانی مغالطہ:

قادیانیت کا یہ قول ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی آیتِ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوۡ قُتِلَ ٱنقَلَبۡتُمۡ عَلَىٰٓ أَعۡقَٰبِكُمۡۚ﴾ [آل عمران:١٤٤] وفات نبی خاتم پر تمام صحابۂ کرام کے سامنے پڑھی، اور اس غرض سے پڑھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے تمام انبیاء کو وفات ثابت کرنا چاہتے تھے.

مغالطہ کا ازالہ:

یہ قادیانی مغالطہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس آیت کی تلاوت سے غرض محض رسالت اور موت میں منافات کا ابطال تھا، ان کی غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماقبل جملہ انبیاء علیہم السلام کی وفات کا اثبات نہ تھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی وہی صورتِ حال پیش آگئی، جو اس آیت کے نزول کے وقت آئی، اور جو اسکے شانِ نزول کا باعث بنی، اور وہ بعض حضرات کا وہی وہم کہ رسول اور وفات میں منافات ہے، تو اس زعم کے ردّ اور رسالت وموت کے مابین میں منافات کا ابطال اور رسولِ حق کی وفات کے امکان کی غرض سے انھوں نے یہ آیت پڑھی تھی، اس آیت کا ماقبل کے جمیع انبیاء کی وفات سے کوئی تعلق ہے ہی نہیں، اور واقعی حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی تلاوت کے بعد اس آیت کی وہی تاثیر صحابۂ کرام پر ہوئی، جو اسکے نزول کے وقت ہوئی تھی، اور تمام صحابۂ کرام کے مابین اس پر اجماع رہا کہ رسالت وموت میں منافات نہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی غرض بالکل واضح ہے، کہ وہ کسی بھی رسولِ حق کی وفات کے وقوع کا امکان تھی، وفات کے وقوع کا بیان نہ تھی، انھوں نے ایک دوسری آیت بھی رسول کی وفات کے امکان کے لئے تلاوت کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی حیات ہی میں یوں خطابِ ربانی ہوا، ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ [زمر:۳۰]، **ترجمہ:** "آپ بھی وفات پانے والے ہیں، اور وہ بھی وفات پانے والے ہیں"۔ تو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات تو اس آیت کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول وقت واقع بھی نہیں ہوئی تھی، صرف اسمیں اسکے امکان کا بیان ہے، تو حضرت عیسی علیہ السلام کی بھی ضرور وفات ہوگی، جب کہ آسمان سے نزول کے بعد ان اجل کا وقت ہوگا، اور ان کی عمر تمام ہوگی، تو اس امکانِ وفات سے ان کے لئے وقوعِ وفات کا قول کرنا سراسر جہالت ہی ہے، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کا اثبات کہ تمام انبیائے ما قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں، یہ نہ خطبۂ صدیقی میں غرض تھی، نہ آیت ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ۚ أَفَإِين مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ۚ ﴾ [آل عمران: ۱۴۴] کا محصل ہے، نہ آیت ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴾ [زمر:۳۰]، کا معنی ہے، نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مخاطبین حضرات صحابۂ کرام میں سے بعض کے زعم کا ردّ اس امر پر موقوف ہے، جو محض امکان وفات رسولِ برحق کے بیان پر موقوف تھا، اور وہی خطبۂ صدیق کی غرض وغایت تھی، رہی حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر اس سے استدلال کرنا، تو یہ درایت وروایت ہر دو اعتبار سے باطل نقطۂ نظر ہے.

درایۃً باطل ہونا:

درایۃً تو اس لئے کہ اس وہم کا ردّ کہ "کوئی رسول مرتا نہیں"، جواب میں کسی ایک وفات شدہ رسول کا ذکر یا بعض کا ذکر کافی ہوتا ہے، اب کثیر کے ذکر سے اس کا مؤکد طور پر ردّ ہو گیا، اسکے لئے تمام سابقہ انبیاء کی وفات کا ذکر تو قائل کی غباوت یا

سمجھنے والے کی سفاہت کے سوا کچھ نہیں.

روایۃً باطل ہونا:

رہا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر خطبۂ صدیقی سے استدلال کہ تمام صحابۂ کرام بالاجماع وفاتِ عیسی علیہ السلام سمجھتے تھے، یا قائل تھے، یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ غرض تھی، تو حضرات صحابہ تو اسکا انکار کر رہے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مسیح پر تمام صحابۂ کرام کے سامنے حضرت نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث برائے حیاتِ عیسی علیہ السلام بلند آواز سے بیان کرنا، اور پھر اس حدیث کی تطبیق میں قرآن کریم کی اس آیت کا تلاوت کرنا: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ [نساء:۱۵۹]، **ترجمہ:** "کہ تمام اہلِ کتاب حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے پہلے پہلے دائرۂ ایمان داخل ہو جائیں گے، اور حضرت عیسی علیہ السلام روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے"، اس آیت کی تلاوت کرنا، اور بالاجماع صحابۂ کرام کا سکوت اس امر کی دلیل ہے کہ صحابۂ کرام حیاتِ عیسی علیہ السلام کی روایت اور آیت ہر دو پر مکمل ایمان رکھتے تھے، نیز اس سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا "**موتہ**" میں "**ھاء**" ضمیر کا مرجع حضرت عیسی علیہ السلام کو ٹھہرانے پر سب کے سکوت سے اس امر پر ان کا اجماع ثابت ہوتا ہے، پھر ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس تفسیر پر انکار نہ کرنا، اجماعی طور حیاتِ مسیح کا قائل ہونا ہے.

لہذا اس آیت: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوۡ قُتِلَ

ٱنقَلَبۡتُمۡ عَلَىٰٓ أَعۡقَٰبِكُمۡۚ ﴾ [آل عمران: ١۴۴] قادیانیت کا وفاتِ مسیح علیہ السلام کو ثابت کرنا درایۃً وروایۃً ہر دو اعتبار سے باطل ہوا، نیز حضرات صحابۂ کرام کا حیاتِ عیسی علیہ السلام اور "موتہ" میں "ھاء" ضمیر کا حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف عود کرنا بھی بالاجماع ثابت ہو گیا، "الحمد للہ" قادیانیت کے جملہ مغالطات جو اس نے آیت: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُۚ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوۡ قُتِلَ ٱنقَلَبۡتُمۡ عَلَىٰٓ أَعۡقَٰبِكُمۡۚ ﴾ [آل عمران: ١۴۴] پر وارد کئے ہیں، کافور ہو گئے.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(تیئیسواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اسکا بطلان: ٢) ﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ﴾.
٣) ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِين مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴾.

تیسری قسم:

(١): ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾. (٢): ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾. (٣): ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴾. (٤): ﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾. (٥): ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً الخ﴾.

(٦): ﴿إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ﴾. (٧): ﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴾. (٨): ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا الخ﴾."

تیئیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) مرزا کے مستدلات میں قسمِ ثانی کی دوسری آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۲) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثانی کی تیسری آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۳) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی پہلی آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۴) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی دوسری آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۵) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی تیسری آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۶) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی چوتھی آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۷) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

ارشادِ باری تعالی ہے: ۱) ﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [بقرہ: ۱۳۴]. نیز ارشاد ہے: ۲) ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِين مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴾ [انبیاء:۳۴]. حق تعالی کا فرمان ہے: ۳) ﴿ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴾ [بقرہ: ۳۶]. باری تعالی نے فرمایا ہے: ٤) ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ [رحمن: ۲۶-۲۷]. قرآن حکیم میں ہے: ٥) ﴿ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴾ [حج: ٥]. نیز فرمانِ ربانی ہے: ٦) ﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾ [یس:٦٨]. اللہ تعالی کا ہے: ۷) ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ﴾ [روم: ۵۴]. فرمانِ باری تعالی ہے: ۸) ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ [یونس: ۲۴]. ارشادِ باری تعالی ہے: ۹) ﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴾ [مومنون: ۱۵]. نیز ارشادِ ربانی ہے: ۱۰) ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ [زمر: ۲۱].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ:

١- "یہ وہ امت ہے جو گذر چکی ہے، اسکے لئے جو اس نے کمایا، اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا، اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھا جائیگا". ٢- "ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہمیشگی نہیں بنائی، سو کیا اگر آپ وفات پاگئے تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟". ٣- "اور تمہارے لئے زمین میں جائے قرار ہے، اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک". ٤- "ہر جو کوئی اس پر ہے فنا ہونے والا ہے، اور تیرے رب کا چہرہ جو جلال وعزت والا ہے باقی رہیگا". ٥- "اور تم میں ایسے ہیں جو وفات دیئے جاتے ہیں، اور تم میں ایسے ہیں، جو ارذلِ عمر کو لوٹا دیئے جاتے ہیں، تاکہ علم کے بعد کچھ نہ جانے". ٦- "اور ہم جسے عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں الٹا کر دیتے ہیں". ٧- "اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنایا". ٨- "دنیاوی زندگی کی مثال پانی جیسی ہے، جسے ہم نے آسمان سے اتارا، سو اس سے زمینی نباتات مل گئیں جسے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین بارونق اور مزین ہوگئی، اور زمین والوں نے خیال کیا کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی، تو اس پر اچانک ہمارا حکم رات یا دن کو پہنچا، پھر کر ڈالا ہم اسکو ڈھیر کاٹ کر، گویا یہاں آبادی نہ تھی، اسی طرح ہم کھول کر نشانیاں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں". ٩- "پھر تم اسکے بعد

مرنے والے ہو"۔ **۱۰**- "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالی نے آسمان سے پانی اتارا، سو اس سے زمین میں چشمہ بہا دیئے، پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر تیاری پر تو اسکا رنگ زرد دیکھتا ہے، پھر چورا چورا کر دیتا ہے، یقیناً اس میں عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے"۔

"**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا یہ "**تیئیسواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے:

"مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اسکا بطلان: ۲) ﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ﴾۔

۳) ﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴾۔

تیسری قسم:

(۱): ﴿ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ﴾۔ (۲): ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾۔ (۳): ﴿ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴾۔ (٤): ﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ﴾۔ (۵): ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً الخ ﴾۔

(٦): ﴿ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ﴾۔ (۷): ﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴾۔ (۸): ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا الخ ﴾۔"۔

قسمِ ثانی سے دوسری آیت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ [بقرہ: ۱۳۴]. **ترجمہ:** "یہ وہ امت ہے جو گذر چکی ہے، اسکے لئے جو اس نے کمایا، اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا، اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھا جائیگا".

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

> **"اس وقت سے جتنے نبی ہوئے ہیں، ایک گروہ تھا، جو فوت ہو گیا، ان کے اعمال ان کے لئے، تمہارے اعمال تمہارے لئے، اور ان کے کاموں سے تم نہیں پوچھے جاؤ گے".**

ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اس آیت کے ترجمہ میں قرآن کریم کے الفاظ اور اس آیت کے سیاق وسباق کا لحاظ نہیں کیا ہے، اس نے آس میں تحریف کرتے ہوئے اسے اسکے مقصود کے بر خلاف پر محمول کیا ہے، لغت کے قواعد اور ترجمہ کے ضوابط کو جاننے والا بخوبی واقف ہوتا ہے کہ نصِ قرآنی کی مخالفت اور اسکے سیاق وسباق کا اعتبار نہ کرنا یہ سراسر باطل اسلوب ہے، یہ تو کھلی نفس پرستی اور تفسیر بالرائے کے زمرے میں آتا ہے، آیتِ مذکورہ کا مرزا قادیانی کا ترجمہ اس کا آئینہ دار ہے.

مرزا کا کہنا:

"اس وقت سے جتنے نبی ہوئے"، یہ قرآنی نص میں موجود نہیں ہے، نیز مرزا کا

لفظِ "**خلت**" کا ترجمہ "جو فوت ہو گیا" لغتِ عربی کی صریحًا مخالفت ہے، جبکہ "خلا" کے بارے میں ہم یہ تحقیق پیش کر چکے ہیں، کہ اس لفظ کے دو معنی ہیں، ایک گذرنا دوسرا جگہ خالی کر دینا، گذرنا اور انتقالِ مکانی کے علاوہ اسے "موت" پر حمل کرنا، اسکے لئے قرآن مجید یا لغت عرب میں کوئی شاہد موجود نہیں ہے.

لہذا اس آیت کا وفات عیسی علیہ السلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، نہ ہی انبیاء علیہم السلام کی عمومی وفات کے عمومی بیان کے ضمن میں اور نہ ہی ان کے خصوصی ذکر کے طور پر، کیونکہ لفظِ "تلک" اسمِ اشارہ ہے، جس کا مشارٌ الیہ صرف وہ انبیاء علیہم السلام ہیں، جنکا ذکر اس آیت سے پہلی آیات میں ہوا ہے، اور وہ ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے اور حضرت یعقوب اور ان کے بیٹے.

آیت کی درست تفسیر اور اسکا شانِ نزول:

یہود کا یہ قول تھا کہ حضرت یعقوب نے انہیں تاکید فرمائی تھی کہ وہ یہودیت سے وابستہ رہیں، نیز یہودی فخر کرتے تھے کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں، اور وہ عذاب الہی سے محفوظ رہیں گے، اللہ تعالی نے یہود کے مذکورہ دونوں غلط اوہام کے ردّ میں یہ آیت نازل فرمائی، اور بتایا کہ حضرت یعقوب کی اپنے بیٹوں کو وصیت تو یہ تھی کہ وہ اسلام کے ساتھ وابستہ رہیں، قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ ان کی اس وصیت کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَوَصَّىٰ بِهَآ إِبْرَٰهِـۧمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَٰبَنِيَّ إِنَّ ٱللَّهَ ٱصْطَفَىٰ لَكُمُ ٱلدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾ [بقرہ: ١٣٢]، ترجمہ: "کہ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو تاکید فرمائی، نیز حضرت یعقوب نے بھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ

تعالی نے تمہارے لئے دین کو اختیار فرمایا ہے، سو تم ہر گز نہ مرنا، مگر تم مسلمان ہونا".

اسی طرف قرآن کریم نے حضرت یعقوب کی وصیت کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: ﴿إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنۢ بَعْدِى قَالُوا۟ نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبْرَٰهِـۧمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ﴾ [بقرہ: ۱۳۳]، **ترجمہ:** "جب حضرت یعقوب کو موت آئی تو انھوں نے اپنے بیٹوں کو کہا، کہ میرے بعد تم کسی کی عبادت کروگے، تو انھوں نے کہا ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، واحد کی عبادت کریں گے، اور ہم تو اسکے لئے اسلام لانے والے ہیں".

ان آیات کے ذکر کرنے بعد حق تعالی شانہ نے یہود کے اس وہم پر کہ حضرت یعقوب نے انہیں یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت کی تھی، اور اس وہم پر کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں، لہذا اللہ کی پکڑ سے محفوظ رہیں گے، ان ہر دو غلط نظریات کے ردّ کرنے کے لئے یہ آیت: ﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْـَٔلُونَ عَمَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ [بقرہ: ۱۳۴]، نازل فرمائی کہ یہ حضرات انبیاء، حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب اور ان کے بیٹے ایک امت ہے جو گذر چکی ہے، اور ان کے اعمال بھی انہیں کے لئے ہیں، تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں، اور تمہیں ان کے اعمال کے بارے پوچھ نہ ہوگی.

یہی اس آیت کا درست مفہوم اور صحیح مدلول ہے، جو بھی قرآن کریم کی یہ

آیت اور اسکے سیاق وسباق کا مطالعہ کرتا ہے، اس پر ہماری بات کی صحت اور مرزا غلام احمد کے قول کا بطلان یکسر واضح ہو جاتا ہے، اور یہ کہ جو کچھ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت کے بارے میں کہا، وہ قرآن کریم میں کھلی تحریف ہے، جس سے اس کی غرض عوام کی دھوکہ دہی اور اپنے اہداف کو ناجائز طور پر ثابت کرنے کی سعی ہے، چاہے وہ قرآنی نص کو اسکے مقصود و مدلول کے خلاف پر حمل کرتا رہے، اور یوں مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکی امت قرآنی حقائق ومعارف سے دُور چلے گئے، اور آیات اللہ میں تحریف والحاد اور عوام کو گمراہ کرنے کے جرم کے مرتکب بھی ہوئے.

ہم یہ بھی کہتے ہیں:

کہ کلمہ "خلت" جو آیت میں موجود ہے اگر اسے موت پر حمل کرنا درست بھی ہو، تو اس سے مذکورہ انبیاء کی وفات ہی تو ثابت ہو سکتی ہے، ان میں حضرت عیسی علیہ السلام کا نامِ نامی تو کہیں بھی ذکر نہیں ہے، لہذا ان کی وفات کس طرح ثابت ہو سکتی ہے، "تلک" اسمِ اشارہ ہے، جب قرآن کریم نے اسکے مشارٌ الیہ انبیاء کے اسماء گرامی ذکر بھی کر دیئے، اور وہ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام ان میں سے نہیں ہے، لہذا اس آیت سے مرزا صاحب کا حضرت عیسی علیہ السلام کو فوت شدہ نبی قرار دینا کھلی تحریف قرآنی ہے، اگر قادیانیت یہ کہے کہ یہ آیت عمومِ انبیاء علیہم السلام کی وفات کو ذکر کر رہی ہے، جن میں حضرت عیسی علیہ السلام بھی ہیں.

تو ہم کہتے ہیں اس آیت کے عموم سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام اپنی خصوصی دلیل کی وجہ سے خارج ہیں، کہ ان کی حیات پر قرآن وسنت کے خصوصی دلائل مستقل طور پر موجود ہیں، جیسے کہ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا ﴾ [نساء: ۱۵۹]، اور ﴿ بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ ﴾ [نساء: ۱۵۸]، نیز ﴿ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ ﴾ [آل عمران: ۵۵]، جب ایک طرف کسی فرد کی حیات کی دلیل خاص ہو، اور دوسری جانب عموم افراد کا حکمِ عام تو اس مخصوص فرد میں حکم عام کا اعتبار نہ ہو گا، اور یہ ضابطہ تمام بنی آدم کے ہاں مسلم ہے، لہذا مرزا صاحب کا اس آیتِ مبحوثہ عنہا سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال باطل ہے.

قسمِ ثانی کی تیسری آیت اور مرزا کا وجہِ استدلال:

باری تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٖ مِّن قَبۡلِكَ ٱلۡخُلۡدَۖ أَفَإِيْن مِّتَّ فَهُمُ ٱلۡخَٰلِدُونَ ﴾ [انبیاء: ۳۴]. **ترجمہ:** "ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لئے ہیشگی نہیں بنائی، سو کیا اگر آپ وفات پا گئے تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟".

مرزا غلام احمد نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو زندہ اور ایک حالت پر رہنے والا نہیں بنایا، پس کیا اگر تو مر گیا تو یہ لوگ باقی رہ جائیں گے؟".

اس آیت کریمہ کا وفاتِ مسیح سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ آیت تو بنی نوع بشر

کے لئے ہمیشگی کی نفی پر دلالت کر رہی ہے.

وہ امت مسلمہ، جسکے اجماعی عقیدہ حیاتِ مسیح کے خلاف مرزا صاحب نے اس آیت سے استدلال کرنے کی سعی کی ہے، وہ تو حضرت مسیح کے خلود (ہمیشہ رہنے) کی قائل نہیں ہے، اسکا تو وہی عقیدہ ہے جسکی خبر نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی کہ حضرت عیسی ضرور بضرور آسمان سے نازل ہوں گے، وہ اس دنیا میں رہیں گے، ان کی شادی ہو گی، اولاد ہو گی، پھر ان کی وفات ہو گی، اور میرے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوں گے، تو کہاں "خلود" کا عقیدہ ہے، اور مسلم امت کا تو صرف ان کے نزول کے بعد اجل تک حیاتِ مسیح کا عقیدہ ہے.

بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ ارشاد والی حدیث شریف تو مرزا غلام احمد قادیانی کے مثیل مسیح ہونے، پھر مسیح بن مریم ہونے کے دعوی کو بھی باطل کر رہی ہے، اور ان کے آسمان سے نزول اور اس سے قبل تک ان کی حیات کی قوی اور بہترین دلیل ہے، نہ ہی آیتِ قرآنی میں حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے وقوع کی کوئی خبر ہے، البتہ مرزا صاحب کا اس آیت سے وفاتِ مسیح پر استدلال قادیانی منطقِ معکوس ضرور ہے، جو کہ بدیہی البطلان ہے.

یہاں تک ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے قرآن کریم کی اُن تیس آیات میں سے جن سے وہ وفاتِ مسیح پر استدلال کرتے ہیں، اور ان کی تین اقسام میں سے قسمِ اول کی سات آیات، جو حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں، نیز قسمِ ثانی کی ان تین آیات کا، جن میں عمومِ انبیاء کی وفات کا ذکر ہے مفصل بیان کر دیا ہے.

اب ہم قسمِ ثالث کی بیس آیات کا ذکر کرتے ہیں جن میں نہ حضرت مسیح کا نامِ نامی مذکور ہے، یعنی وہ آیات نہ حضرت مسیح کے ساتھ خاص ہیں، اور نہ ہی ان میں عمومِ انبیاء کی وفات کا ذکر ہے، مگر مرزا صاحب ان سے اپنے مخصوص اسلوب سے حضرت مسیح کی وفات کو ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں.

قسمِ ثالث کی پہلی آیت:

باری تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَٰعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ [بقرہ: ۳۶].

ترجمہ: "اور تمہارے لئے زمین میں جائے قرار ہے، اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک".

وجہ استدلال:

مرزا صاحب نے اس آیت کی جو تاویل وترجمہ کیا ہے، اس کی نص یوں ہے:

"تم اپنے جسم خاکی کے ساتھ زمین پر ہی رہوگے یہاں تک کہ اپنے تمتع کے دن پورے کرکے مرجاؤگے، یہ آیت جسم خاکی کو آسمان پر لے جانے سے روکتی ہے، کہ جسم خاکی آسمان پر جانہیں سکتا، بلکہ زمین سے ہی نکلا اور زمین میں ہی رہے گا، اور زمین میں ہی داخل ہوگا".

مناقشہ:

مرزا صاحب کے طرزِ استدلال کی قیمت ہر ذی شعور پر عیاں ہو جاتی ہے، استدلال تو وہ ہوتا ہے، جو دلیل ومرجع کے الفاظ کے مطابق ہو، مخالف نہ ہو، قرآن کریم کی جس نص سے مرزا صاحب استدلال کر رہے ہیں، اس کی تاویل وترجمہ میں

انھوں نے اس امر کی بالکل رعایت نہیں رکھی، کہ ان کی تاویل وترجمہ قرآنی الفاظ سے میل کھاتا ہو، اسکے مخالف نہ ہو، لہذا ان کی یہ تاویل صحت استدلال کی بنیادی شرط کی بھی حامل نہیں ہے، اس امر میں تو ذرہ بھی شک نہیں کہ حق تعالی شانہ نے زمین کو پیدا فرمایاہے، اور اسے انسانوں کے لئے طبیعی جائے قرار ٹھہرایا، وہ یہیں رہتے ہیں، اور یہیں دفن ہوتے ہیں، یہیں سے روزِ قیامت اٹھائے جائیں گے.

سوال یہ ہے کہ اس آیت کا وفات مسیح سے کیا جوڑ ہے؟ مرزا صاحب کا اس آیت سے وفاتِ مسیح پر استدلال غیر منطقی اور باطل ہے، کیونکہ کسی مکان کا اصل اور فطری جائے قرار ہونا، اور اس سے کسی کا دیگر مکان کی طرف محدود وقت کے لئے منتقل ہو جانا، پھر دوبارہ اصل مقام کی طرف آجانا ان امور میں کوئی تعارض نہیں، مثال کے طور پر فرشتوں کا اصل اور طبعی جائے قرار آسمان ہے ومگر وہ زمین پر اترتے ہیں، پھر آسمان کی طرف لوٹ جاتے ہیں، ان کا یہ انتقالِ مکانی ان کے لئے آسمان اور ملاء اعلی کے ان کے لئے اصل جائے قرار ہونے کے منافی نہیں ہے.

اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام کی کرہِ ارض سے ایک معین مدّت کے لئے برائے حکمتِ ربانی آسمان کے لئے رفع، اور وہاں اقامت بھی باعثِ استغراب نہیں، نہ اس آیت میں بیان کردہ زمین کے اصل جائے قرار ہونے کے خلاف ہے، اگر ہم حضرت عیسی علیہ السلام کے خصائص میں تامل کریں تو وہ بنی نوعِ بشر میں تنہا ایسے انسان ہیں، جو خرقِ عادت کے طور پر نفخِ جبرئیل سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے، یوں انہیں اہلِ سماء سے کچھ مشابہت بھی حاصل ہو گئی، پھر اللہ تعالی نے ان کے طبعی

مادہ کے موافق انہیں آسمان پر بھی اٹھا لیا، یوں ان کے خصائص بھی اس امر کے متقاضی ہیں کہ عمومی حکم سے ان کا استثناء ہو.

"لکم" کی تخصیص اور اس کا تقاضا:

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ کہنا کہ آیت میں لفظِ "لکم" تخصیص کا فائدہ دیتا ہے، "کہ تمہارے لئے ہی زمین میں جائے قرار ہے"، یہ بھی مرزا صاحب کے مقصود کے خلاف ہے، کیونکہ اسکا مطلب تو یہ ہے کہ زمین محض انسانوں ہی کے لئے جائے قرار ہے، دیگر حیوانات کے لئے نہیں، جو ظاہر البطلان ہے، گویا مرزا صاحب نے اپنی بے بصیرتی کی وجہ سے اپنے مقصود کے خلاف دلیل ذکر کر دی، اسے تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ "فی الأرض" ظرف کی ترکیب کی تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے، "کہ زمین میں ہی بنی آدم کی جائے قرار ہے"، تو کس طرح عیسی علیہ السلام اپنی "توفیٔ رفع" سے تا حال وہاں پر رہ رہے ہیں؟ تا کہ ہم جواب دیتے.

ہم اس کے جواب میں کہتے:

اگر مرزا صاحب نے ظرف کی تقدیم سے اور اسکے حصر کے لئے ہونے، اور "لکم" کی تخصیص سے یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام وفات پا چکے، اور زمین میں مدفون ہو چکے ہیں، کہ بنی آدم صرف زمین پر ہی قرار پکڑتے ہیں، تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ زمین کا صرف بنی آدم کے لئے جائے قرار ہونا بدیہی البطلان ہے، جسے واقع اور مشاہدہ جھٹلا رہے ہیں، تو اس تخصیص نے مرزا صاحب کو کچھ فائدہ نہیں دیا.

رہا زمین ہی کے جائے قرار کے طور پر حصر تو اسکا جواب یہ ہے.

حصر اور حقیقتِ واقعی:

باری تعالی کے ارشادِ گرامی "لکم" کی تقدیم سے حاصل شدہ تخصیص اور "فی الأرض" سے حاصل شدہ حصر کے بارے میں حقیقتِ امر یوں ہے، کہ بنی آدم کو زمین میں بطورِ خلیفہ کے خصوصی تصرف کا حق حاصل ہے، کہ حضرت انسان ہی خالق کا اسمیں خلیفہ ہے، وہی ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ [بقرہ: ۳۰] کا مصداق وہی ہے.

لہذا بنی آدم اس کرۂ ارض کی تعمیر وترقی اور آبادی میں خصوصی تصرف رکھتے ہیں، جو دیگر ارضی مخلوقات کو حاصل نہیں ہیں، اس لئے انہی سے یہ خطاب ہوا، ﴿وَلَكُمْ فِي ٱلْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ﴾ [بقرہ: ۳۶]، دیگر سے نہیں، یہاں انہیں کا ذکر ہوا دیگر کا نہیں، حالانکہ زمین ان کے لئے بھی جائے قرار ہے.

رہا حصر کے صرف زمین ہی جائے قرار ہے، تو یہ بطور اصل فطرت کے ہے، پھر ہر ذی علم وشعور واقف ہے کہ جب کسی جگہ "جعلِ تکوینی" پایا جائے، تو لزوم کے نہیں بطورِ عرض کے ہوتا ہے، وضاحت کے لئے ہم اس کی بعض مثالوں کو ذکر کرتے ہیں.

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا ٱلَّيْلَ لِبَاسًا ۝١٠ وَجَعَلْنَا ٱلنَّهَارَ مَعَاشًا ۝١١﴾ [نبأ: ۱۰-۱۱]، **ترجمہ:** "ہم نے رات کو برائے لباس، اور دن کو برائے معاش بنایا". نیز ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمِن رَّحْمَتِهِۦ جَعَلَ لَكُمُ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا۟ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا۟ مِن فَضْلِهِۦ وَلَعَلَّكُمْ

تَشْكُرُونَ﴾ [قصص: ٧٣] ترجمہ :"ہم نے رات اور دن بنائے تا کہ تم اسمیں آرام کرو، اور اللہ کا فضل تلاش کرو".- تورات کا برائے آرام بنانا، اور دن کا برائے کام بنانا، بر بنائے اصلِ فطرت ہے، ایسا نہیں کہ رات کو کام اور دن کو آرام ممنوع یا ممتنع قرار پا جائے، دنیا میں اربوں لوگ ہیں جو رات کو آرام، اور دن کو کام کرتے ہیں، جبکہ کروڑوں ایسے بھی ہیں، جو رات کو کام اور دن کو آرام کرتے ہیں، بلکہ بہت سے عمل اور آرام کبھی دن کو کرتے ہی، کبھی دن کو، نیز اس امر کی بہت سی مثالیں ہے کہ حق تعالی نے "**جعلِ تکوینی**" سے کوئی فائدہ کسی چیز میں رکھا، پھر وہ اسی کے ساتھ مخصوص نہ ہو، بلکہ وہی نفع کسی دیگر شئ میں بھی ہو.

مگر یہ فرق ضرور رہے کہ ان میں ایک بطور اصل کے دوسرا بطور عرض کے ہو، لہذا آیتِ مبحوثہ عنہا میں جو زمین کو جائے قرار کے طور پر خاص کیا گیا ہے، یہ بطورِ اصل کے ہے، اگر حق تعالی شانہ نے بطور عرض کے حضرت مسیح کو ایک مدّت کے لئے آسمان پر ٹھہرا دیا، اور یوں ان کے فطری مادہ کے خلاف بھی نہیں ہے، تو اسمیں قادیانیت کے لئے کیا استغراب ہے؟ نہ ہی یہ فیصلۂ ربانی اس آیتِ قرآنی کے معارض ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اصل جائے قرار سے عارض طور پر عارضی مکان اقامت پر کیوں لے جایا گیا ہے؟ یہ امر آیت کے تو خلاف نہیں، ہاں! مرزا صاحب کا مذکورہ قول اللہ تعالی کی قضاء سے ضرور تصادم کھا رہا ہے، جو ایمان باللہ کے منافی امر ہے، اس آیت سے مرزا صاحب کا وفات مسیح پر استدلال نہ صرف باطل استنتاج ہے، بلکہ ایمانیات سے کھلی سرکشی ہے.

قسمِ ثالث کی دوسری آیت سے قادیانی استدلال:

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾ [رحمن: ٢٦-٢٧].

ترجمہ: "ہر جو کوئی اس پر ہے فنا ہونے والا ہے، اور تیرے رب کا چہرہ جو جلال وعزت والا ہے باقی رہیگا".

مرزاصاحب اس آیت کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"ہر ایک چیز جو زمین میں موجود ہے، اور زمین سے نکلتی ہے، وہ معرضِ فنا میں ہے، یعنی دمبدم فنا کی طرف سیل کررہا ہے".

ہمارانقاشِ ایمانی:

اس آیتِ قرآنی کا حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس ارشادِ ربانی سے جو امر ثابت شدہ ہے، کوئی مؤمن اس کا منکر نہیں ہے، کہ حضرت عیسی علیہ السلام انجام کار وفات پائیں گے، ان پر فنا آئے گی، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ﴾ [آل عمران: ١٨٥]، **ترجمہ:** "ہر نفس کو موت مزہ چکھنا ہی ہے".

مگر موت کے لئے ایک وقت مقررہ ہے، "لكل أجل"، ہر ذی حیات مقررہ وقت سے پہلے نہ اس دنیا میں آیا، نہ اس دنیا سے جانے والا ہے، جب حضرت عیسی علیہ السلام اپنی مدّتِ حیات مکمل کرلیں گے، ان کی اجل آجائے گی، تویقینًا ان کی وفات ہوگی، مگر اجل سے قبل کسی کی وفات لانا کسی کے بس میں نہیں ہے، اجل ہی

کے بارے میں ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [یونس: ۴۹]، ترجمہ: "ہر ایک کے لئے وقتِ مقررہ ہے، جس میں ایک گھڑی بھی اجل سے تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی".

قادیانیت کی یہ ناکام کوشش کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ان کے لئے اللہ تعالی کی مقررہ اجل سے پہلے ثابت کرکے مرزا صاحب کی مسیحیت کو ثابت کرلیں، یقیناً یہ ناکام سعی ہے، جب کہ قرآن کریم اور سنتِ خاتم النبیین سے یہ ثابت ہوچکاہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نزول کے بعد وفات پائیں گے، تو پھر کیسے سے ان کی حیات آیت قرآنی ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝٢٦ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ [رحمن: ۲۶-۲۷] کے خلاف ہے، ہاں! مرزاصاحب کا اسی آیت سے ان کی وفات کو ان کے آسمان سے نزول سے پہلے ثابت کرنا سراسر باطل اور لغو ہے.

قسمِ ثالث کی تیسری آیت:

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا﴾ [حج: ۵].

ترجمہ: "اور تم میں ایسے ہیں جو وفات دیئے جاتے ہیں، اور تم میں ایسے ہیں، جو ارذلِ عمر کو لوٹا دیئے جاتے ہیں، تاکہ علم کے بعد کچھ نہ جانے".

مرزاصاحب نے اس آیت کا یوں ترجمہ کیاہے:

> **"اس آیت میں خداتعالی فرماتاہے، کہ سنت اللہ دوہی طرح سے تم پر جاری ہے، بعض تم میں سے عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوجاتے ہیں، اور بعض عمر**

طبعی کو پہنچتے ہیں، یہاں تک کہ ارذلِ عمر کی طرف ردّ کئے جاتے ہیں، اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے، کہ بعد علم کے نادان محض ہو جاتے ہیں".

(اس پر ہمارا نقاش بعد میں ہو گا).

قسمِ ثالث کی چوتھی آیت:

ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَن نُّعَمِّرۡهُ نُنَكِّسۡهُ فِى ٱلۡخَلۡقِ ﴾ [یٰس: ۶۸].

ترجمہ: "اور ہم جسے عمر دیتے ہیں اسے خلقت میں الٹا کر دیتے ہیں".

قسمِ ثالث کی پانچویں آیت:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن ضَعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضَعۡفًا وَشَيۡبَةً ﴾ [روم: ۵۴].

ترجمہ: "اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا، پھر کمزوری کے بعد قوت بنائی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا بنایا".

قسمِ ثالث کی چھٹی آیت:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا كَمَآءٍ أَنزَلۡنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخۡتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلۡأَرۡضِ مِمَّا يَأۡكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلۡأَنۡعَٰمُ ﴾ [یونس: ۲۴].

ترجمہ: "دنیاوی زندگی کی مثال پانی جیسی ہے، جسے ہم نے آسمان سے اتارا، سو اس سے زمینی نباتات مل گئیں جسے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین بارونق اور مزین ہو گئی، اور زمین والوں نے خیال کیا کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی، تو اس پر اچانک ہمارا حکم رات یا دن کو پہنچا، پھر کر ڈالا ہم اسکو ڈھیر کاٹ کر، گویا یہاں

آبادی نہ تھی، اسی طرح ہم کھول کر نشانیاں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں".

وجہِ استدلالِ مرزا اور نقاشِ ایمانی:

مرزا کے ان مستدلات یعنی مذکورہ آیاتِ قرآنیہ میں سے کسی آیت میں صراحتًا یا اشارۃً کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر نہیں، مگر مرزا صاحب نے اپنے مخصوص انداز اور معکوس منطق سے ان کی وفات کو ان آیات سے ثابت کرنے کی سعی کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انسان کے لئے پیدائش سے اپنی ترقی وکمال تک پہنچنے کے بعد اس کے تنزل وزوال کا ذکر کیا ہے، یہی حال جو عام انسانوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ہے، کیونکہ وہ بھی ایک انسان ہیں، ان کا بھی انہیں مراحل سے گذرنا ضروری ہے، وہ بھی پیدا ہوئے، پھر جوان ہوئے، پھر ضعیف وکمزرو ہوئے، پھر وفات پاگئے، اور فنا ہوگئے، انہیں تمام انسانوں سے کوئی استثناء حاصل نہیں، کہ وہ زندہ رہیں ہوں، نیز انسان اگر بڑھاپے اور ضعیف العمری میں پہنچ جائے، تو اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو بھی کھو بیٹھتا ہے، اور علم کے بعد پھر سے ہر شئی بھول جاتا ہے، اور کچھ بھی نہیں جانتا.

مرزا صاحب "ازالہ اوہام" کے صفحہ ۲۶/ ا میں یوں رقمطراز ہیں:

> **"اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا تسلیم کرلیں، تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدّت کے گذرنے پر پیر فرتُوت ہوگئے ہونگے، اور اس کام کے ہرگز لائق نہ ہونگے، کہ کوئی خدمتِ دینی ادا کرسکیں".**

قادیانی وہم کا ازالہ اور ایمانی جواب:

مرزا قادیانی کا مذکورہ بیان بغیر کسی شرعی سند کے ہے، جو قرآن وسنت کے تصریحات کے کھلے طور پر معارض ہے، اور محض ان کے باطل عقلی خیالات پر مبنی ہے، جو اللہ تعالی کی آیات میں کھلا الحاد ہے، لہذا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ تمام بنی نوع انسان پیدا ہوتے.

جوان ہوتے.

کمزور ہوتے ہیں.

پھر فنا ہو جاتے ہیں، یہی عیسی علیہ السلام کا حال ہے.

حضرت عیسی علیہ السلام کو اس عموم سے کوئی استثناء حاصل نہیں ہے، اس کے رد میں ہم **اولاً:** کہتے ہیں، کہ امتِ مسلمہ حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے "خلود" اور ہمیشہ کی حیات دنیوی کی قائل نہیں ہے، کہ وہ کبھی بھی موت کا ذائقہ چکھنے والے ہیں، بلکہ دیگر انسانوں کی طرح اپنی اجل پر موت کو چکھیں گے، اجل پر انہیں موت آئے گی، اس سے پہلے نہیں نہ اسکے بعد جیسے کہ بنی خاتم صلی اللہ نے اس بارے میں یہ خبر دی.

"کہ وہ نزول کے بعد شادی کریں گے، ان کی اولاد ہوگی، پھر ان کی ذمہ داریاں پوری ہو جانے پر ان کی وفات ہوگی، اور وفات کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے".

رہی قادیانی کہانی کہ حضرت عیسی علیہ السلام صلیب پر لٹکائے گئے وہ زخمی

حالت میں اتارے گئے، زخموں کے علاج کے بعد وہ کشمیر کی طرف بھاگ گئے، پھر "سرینگر" میں فوت ہوئے، اور وہیں دفن ہوئے، مکمل طور پر من گھڑت ہے، یہ محض حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے ان کی اجل سے پہلے وفات ثابت کرنے اور مرزا کی مسیحیت کے اثبات کی ناکام سعی ہے، اجل سے پہلے کسی کو موت کیسے آسکتی ہے؟ جب کہ حق تعالی کا ارشادِ قطعی ہے: ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَـْٔخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ [یونس: ۴۹]، ترجمہ: "ہر ایک کے لئے وقتِ مقررہ ہے، جس میں ایک گھڑی بھی اجل سے تقدیم وتاخیر نہیں ہوسکتی".

ثانیاً: عموم انبیاء کی وفات یا بنی نوع بشر کے مراحل حیات سے موت عیسی علیہ السلام کا استثناء قرآن وسنت کے نصوص اور اجماع امت سے ثابت ہیں، ہاں! عمومی حکم کے ذکر سے، اور اس استثناء کے بیان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ دونوں متصل اور ایک ہی مقام پر ہوں، ہاں! استثنائی حالت کا ذکر قرآن وسنت میں ہونا ضروری ہے، چاہے موقع ومقام مختلف ہوں، کیونکہ کسی بھی حکمِ شرعی کے ثابت کرنے کے لئے یہ شرعی نصوص "کلمۂ واحدہ" کی ہی کی مانند ہیں، جسکی بہت سی مثالیں ہیں، جن میں بعض کا ذکر ساتویں اور آٹھویں آیت نقل کرنے کے بعد ہم کریں گے، ان دونوں آیتوں میں حکم عام کا بیان ہے.

قسمِ ثالث کی ساتویں آیت:

باری تعالی کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ﴾ [مؤمنون: ۱۵].

ترجمہ: "پھر تم اسکے بعد مرنے والے ہو".

قسمِ ثالث کی آٹھویں آیت:

باری تعالی کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ [زمر: ۲۱].

ترجمہ: "کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالی نے آسمان سے پانی اتارا، سو اس سے زمین میں چشمہ بہا دیئے، پھر اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر تیاری پر تو اسکا رنگ زرد دیکھتا ہے، پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے، یقیناً اس میں عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے".

حکمِ عام سے استثناء کی مثالیں:

قرآن کریم میں ایک جگہ حکمِ عام کا ذکر ہوتا ہے، پھر کسی جگہ اس حکمِ عام سے مستثنی کرنے کے لئے دلیل خاص ذکر کر دی جاتی ہے، تو حکم شرعی کی تعیین کے لئے ہر دو امر کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا ہے، اور دلیلِ خاص سے مستثنی کا حکم معلوم ہوتا ہے، اور یوں وہ حکم عام سے خارج رہتا ہے، اور اپنا مخصوص حکم رکھتا ہے.

پہلی مثال:

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ﴾ [بقرہ: ۲۲۸]، **ترجمہ:** "مطلقہ عورتیں تین قروء تک انتظار میں رہیں گی"، یعنی مطلقہ عورت عقدِ جدید کے لئے تین قروء تک عدت میں رہیگی، تب کہیں جا کر عقد جدید کر سکے گی.

لفظِ "**مطلقات**" جمع ہے، جسکے عموم میں حامل، غیر حامل، مدخول بہا، غیر مدخول بہا، آئیسہ اور صغیرہ سبھی داخل ہیں، تو قادیانی منطق کی رُو سے سبھی مطلقات کی عدّت تین "قروء" (حیض یا طہر) ٹھہری، جبکہ یہ حکم سراسر باطل ہے، کیونکہ دیگر نصوص شرعیہ نے حامل، غیر مدخول بہا، آئیسہ کو اس حکمِ عام سے مستثنیٰ کر دیا ہے کہ ان کی عدّت "قروء" (حیض یا طہر) کے اعتبار سے نہ ہو گی، مگر ان کے خاص حکم یہاں پر نہیں، دیگر جگہ بیان کیا گیا ہے، پہلا حکمِ عام سورہ "**بقرہ**" میں ذکر ہوا، تو یہ استثنائی حکم سورہ "**احزاب**" میں یوں بیان ہوا ہے.

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نَكَحْتُمُ ٱلْمُؤْمِنَـٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۖ فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾ [احزاب:۴۹]. **ترجمہ:** "اے ایمان والوں جب تم نے مسلمان عورتوں سے نکاح کیا، پھر اسکو چھونے سے پہلے طلاق دے دو، تو تمہارا ان پر کوئی حق نہیں کہ عدت میں بٹھاؤ، کہ اسکو شمار کریں، تو تم ان کو کچھ فائدہ دیکر اچھے طریقہ سے رخصت کرو".

اس آیت میں غیر مدخول بہا کو عمومی حکمِ عدّت سے خارج کر دیا، اور خصوصی حکم یہ بیان فرمایا کہ غیر مدخول بہا پر کوئی عدت نہیں، ادھر اسے طلاق ہوئی، ادھر وہ نکاح کر سکتی ہے، حکم عام اور خاص دونوں یکجا ذکر نہیں ہوئے، مگر دلیل خاص سے مخصوص کے لئے الگ حکم ثابت ہو گیا.

اسی طرح "آئیسہ" وہ عورت جسے کبر سنی کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، اسکا حکم سورہ "**طلاق**" میں یوں ذکر ہوا ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَٱلَّٰٓـِٔي يَئِسۡنَ مِنَ ٱلۡمَحِيضِ مِن نِّسَآئِكُمۡ إِنِ ٱرۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَٰثَةُ أَشۡهُرٖ وَٱلَّٰٓـِٔي لَمۡ يَحِضۡنَۚ وَأُوْلَٰتُ ٱلۡأَحۡمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّۚ وَمَن يَتَّقِ ٱللَّهَ يَجۡعَل لَّهُۥ مِنۡ أَمۡرِهِۦ يُسۡرٗا﴾ [طلاق: ۴]، **ترجمہ:** "اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے ناامید ہو گئیں، اگر تم کو شبہ ہو، تو ان کی عدت تین مہینہ ہے، اور وہ عورتیں جن کو حیض نہیں آیا، اور جن کے پیٹ میں حمل ہے ان کی عدّت ان کا وضعِ حمل ہے، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے کام میں آسانی فرمادیتے ہیں".

تو اسی آیت نے مطلقات کے عمومی حکم سے آئیسہ کا اخراج فرمادیا، اور بتایا کہ اسکے لئے اپنا خاص حکمِ شرعی ہے.

دوسری مثال:

حق تعالیٰ شانہ نے حُرمت کے باب میں "جمع بین الاُختین" کا حکم قرآن کریم کی اس آیت میں ذکر فرمایا ہے: ﴿وَأَن تَجۡمَعُواْ بَيۡنَ ٱلۡأُخۡتَيۡنِ إِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورٗا رَّحِيمٗا﴾ [نساء: ۲۳]، اسکے بعد فرمایا: ﴿وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ﴾ [نساء: ۲۴].

ترجمہ: "تمہارے لئے حرام ہے کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو"، پھر فرمایا: اسکے علاوہ تمہارے لئے حلال ہے، مگر طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے پاکدامنی کیلئے، نہ کہ مستی کے لئے".

یہ نص اپنے عموم سے اس امر دال ہے کہ مذکورہ صورت جمع کے علاوہ سب حلال ہیں، مگر "بخاری شریف" میں جمع کی محرّم یہ صورتیں بھی مذکور ہیں، کہ:

کوئی زوج = بیوی اور اسکی پھوپھی.

= بیوی اور اسکی خالہ.

= بیوی اور اسکی بھانجی.

کے مابین جمع کرے، دو بہنوں کے علاوہ ان عورتوں کو بھی عقدِ نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، اور یہ "أحل لکم ماوراء" کے عموم سے خارج ہے، اگرچہ عموم توان کو بھی شامل تھا، مگر اس خصوصی دلیل نے ان کو خارج کر دیا، اور یہ رشتے حرام ہیں، انہیں جمع کرنا جائز نہیں ہے، حالانکہ حلال کا حکم عام اور حرمت کی یہ خصوصی ادلّہ یکجا مذکور نہیں ہیں، اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کے عمومی وفات کے بیان، اور خصوصی دلیلِ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سبھی کو جمع کر کے حکمِ شرعی ثابت ہو گا، اور عمومِ وفات انبیاء کے حکم، یا عمومی وفات بنی آدم کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ کی حیات کی ادلّہ خاصہ نے انہیں خارج کر دیا، اور وہ یہ ہیں:

﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ [آل عمران: ۵۵].

﴿بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ﴾ [نساء: ۱۵۸].

﴿وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا﴾ [نساء: ۱۵۹].

﴿وَيُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِي ٱلۡمَهۡدِ وَكَهۡلٗا وَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ﴾ [آل عمران: ۴٦].

﴿وَإِنَّهُۥ لَعِلۡمٞ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَٱتَّبِعُونِۚ هَٰذَا صِرَٰطٞ مُّسۡتَقِيمٞ﴾ [زخرف: ٦۱].

ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا بیان ہے، جنہوں نے انہیں

وفات شدہ ہونے کے حکم سے خارج کر دیا ہے، یوں مرزا کے اس قول کا بطلان ظاہر ہو گیا، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی عمومِ بشر یا عمومِ انبیاء کی وفات سے کوئی استثناء نہیں ہے، پھر حدیث نبوی بھی شرعی نص ہے، اسمیں بھی ان کی حیات کی مستقل نصوص موجود ہیں، اور تمام شرعی نصوص بتامہا " کلمۂ واحدہ" کی مانند ہیں، جس میں نظر تمام کر کے ہی شرعی حکم بیان کیا جائے گا.

مرزا کا ترجمہ اور غیر اسلامی نقطۂ نظر:

مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی آیت: ﴿وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرۡذَلِ ٱلۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ مِنۢ بَعۡدِ عِلۡمٖ شَيۡـٔٗاۚ﴾ [حج: ٥]. کا یوں ترجمہ کیا ہے:

"اور بعض عمر طبعی کو پہنچتے ہیں، یہاں تک کہ ارذل عمر کی طرف روّ کئے جاتے ہیں، اور اس حد تک نوبت پہنچتی ہے کہ بعد عالم کے نادان محض ہو جاتے ہیں".

مرزا صاحب نے اس ترجمہ میں عربی لغت کے قواعد کا لحاظ نہیں رکھا ہے، اور "لِكَيۡلَا" کو "لکي" پر حمل کرتے ہوئے ترجمہ "اس حد تک نوبت پہنچتی ہے"، کیا ہے، جو درست نہیں ہے، کیونکہ نحو کی کتب میں یہ تصریح موجود ہے کہ "كَيْ" پر داخل ہونے والا "لام" علت کے لیے ہوتا ہے.

لہذا درست ترجمہ یہ ہوا" کہ بعض کو ارذل عمر تک لوٹایا جاتا ہے، تاکہ علم کے بعد نہ جانے"، گویا انہیں لوٹانے کی علّت انہیں علم کے بعد لا علم بنانا ہوا، کہ حق تعالی شانہ نے انہیں کبر سن تک اس لئے پہنچایا کہ وہ اپنی معلومات کو بھول جائیں، یہ امر

اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ اور حکمتِ بالغہ پر دال ہے.

امام رازی رحمہ اللہ کی رائے:

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فقوله ومنكم من يرد إلى أرذل العمر لكيلا يعلم بعض علم شيئًا يدل على أنه تعالى إنما ردّه إلى أرذل العمر لأجل أن يزيل عقله".

"کہ تم میں سے بعض کو ارذلِ عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے، کہ وہ علم کے بعد لاعلم ہو جائے".

ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا "رفع" فرمایا کہ وہ اپنی حکمت وقدرت کا اظہار فرمائیں، انہیں آسمان پر حیات رکھا، کہ اپنی قدرت کا اظہار فرمائیں، پھر ان کے لئے "اجل" یعنی وقتِ وفات آسمان سے نزول کے بعد، بہت سے عظیم امور سر انجام دینے کے بعد، قربِ قیامت رکھی، تاکہ اپنی قدرت کا اظہار فرمائیں، اس لئے تو "رفع" کے بعد فرمایا، ﴿وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ [نساء: ١٥٨]، "کہ اللہ تعالیٰ غلبہ وحکمت والا ہے"، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے باری تعالیٰ کا قائم کردہ یہ تمام سلسلہ ان کی عقل وعلم کو زائل کرنے کے لئے نہیں ہے، نہ ہی ان کی صلاحیتوں کو فنا کرنے کے لئے ہے، بلکہ اس لئے کہ وہ اس قادر و مطلق کی حکمت وقدرت کی بدولت اس طویل عمر کے باوجود باعلم اور باصلاحیت رہیں، وہ مخلوق کو نفع پہنچائیں، دنیا میں عدل وانصاف کو قائم فرمائیں.

اسی لئے ان کی شان میں فرمایا: ﴿وَيُكَلِّمُ ٱلنَّاسَ فِى ٱلْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ ٱلصَّـٰلِحِينَ﴾ [آل عمران: ٤٦]، حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں عزیز وحکیم کی قدرت

سے علم وصلاحیت قائم رہے گا، جو ان کی خصوصیت ہے.

لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کا جس طرح حیات میں استثناء ہے، اسی طرح کبر سنی اور طویل العمری کے باوجود علم وفضل اور صلاحیتوں کے باقی رہنے میں بھی ان کا عمومِ بشر سے استثناء ہے، اور یہ تو مرزا صاحب کی افترا پر دازی کہ وہ اگر زندہ بھی رہیں، تو ان کی صلاحتیں فنا ہو جائیں گی، اور (العیاذ باللہ) وہ بے کار ہو جائیں گے، یا علم کے بعد لا علم ہو جائیں گے.

ہمارے اس بیان سے مرزا صاحب کے ترجمہ و تاویل میں غلطی کے ساتھ ساتھ اس آیت سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کا بھی بطلان ہو گیا، حضرت عیسی علیہ السلام پر اللہ تعالی کی خصوصی نعمتوں میں سے ان کی بغیر باپ ولادت، ان کا پنگھوڑے میں گفتگو فرمانا، ان کا بیماروں کو اللہ تعالی کے حکم سے شفا دینا، اور مردوں کو زندہ کرنا، - ان کا "رفع" - ان کا "نزول"، پھر طویل عمر کے بعد عظیم خدمات سر انجام دینا ہے، اور یہ سب کچھ عزیز وحکیم کی حکیمانہ قضاء کا مظہر ہے.

ایک اہم نکتہ:

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی "شہادۃ القرآن" میں تحریر فرماتے ہیں ص/۸۷:

مرزا صاحب کا یہ ترجمہ اصول وعقائد اسلامیہ کے بھی خلاف ہے، کیونکہ مرزا صاحب عمر طبعی کے قائل ہیں، اور اس کے بعد موت کو ضروری جانتے ہیں، اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب موت کو ایک عدمی امر جانتے ہیں، علمِ عقائد پر نظر

رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ عمر طبعی کو ماننا اور اسکے بعد موت کا ضروری ہونا، اور موت کو ایک عدمی امر جاننا حکمائے یونان کا مذہب ہے، نہ کہ مسلمانوں کا، چنانچہ امام فخر الدین رازی ﷫ نے سورہ "نحل" کی تفسیر میں عمر طبعی کے متعلق حکماء کا مذہب اور ان کے دلائل ذکر کئے ہیں، اور پھر عقلی دلائل سے بہت تفصیل کے ساتھ ان کا ردّ لکھنے کے بعد فرمایا:

"ایک دن میں سورہ "والمرسلات" پڑھ رہا تھا، جب آیت: ﴿أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّآءٍ مَّهِينٍ ۝٢٠ فَجَعَلْنَٰهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝٢١ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۝٢٢ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ ٱلْقَٰدِرُونَ ۝٢٣﴾ [مرسلات: ۲۰-۲۳] پر پہنچا، اور ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝٢٤﴾ [مرسلات:۲۴] پڑھا، "یعنی قیامت کے روز ان جھٹلانے والوں کے لئے ویل ہو گا"، تو میں نے کہا بے شک ان مکذبین سے مراد وہی لوگ ہیں، جو حیوانات کے بدن کی ساخت کو طبیعت کی طرف اور رطوبت میں حرارت کے اثر کرنے کی طرف نسبت کرتے ہیں، (اور کہا) اے رب العزّت میں سچے اور پختہ دل سے ایمان رکھتا ہوں، کہ یہ تدابیر طبیعت کے اثر سے نہیں ہیں، بلکہ یہ سب کچھ تیرا فعل ہے، جو خالق اور علیم اور احکم الحاکمین اور اکرم الاکرمین ہے".

پھر اس کے بعد ﴿ثُمَّ يَتَوَفَّىٰكُمْ﴾ [نحل:۷۰] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"ہم نے (اس سے اوپر) بیان کر دیا ہے، کہ حکماء نے موت کا سبب جو ذکر کیا ہے، وہ فاسد اور باطل ہے، اور اس سے دَور لازم آتا ہے، اور جب ثابت ہو گیا کہ حکماء کا مذہب باطل ہے، تو ظاہر ہو گیا کہ زندگی اور موت کا حصول اللہ تعالی کے پیدا کرنے اور مقدر کرنے سے ہوتا ہے".

نیز ہم کہتے ہیں کہ:

موت وحیات کی خلقتِ ربانی ہونے کے بارے میں مسلم امت کے عقیدہ پر تو قرآن وسنت کی نصوص کی واضح دلالت ہے، ارشادِ ربانی ہے: ﴿ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلْمَوْتَ وَٱلْحَيَوٰةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [ملک:۲]، ترجمہ: "اللہ تعالی نے ہی موت وحیات کی خلقت فرمائی، تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون بہتر ہے".- جو موت کے بارے میں "فلاسفہ" کے نظریہ کے بطلان کی بھی دلیل ہے.

نیز امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ہم نے (اوپر) دلائل سے خوب وضاحت کردی ہے کہ انسان کے حالاتِ کمال سے نقصان، اور قوت سے ضعف کی طرف انتقال کرنے کی علت (فاعلی) طبیعت نہیں ہے، لہذا یہ امر قطعی ماننا پڑیگا کہ انسان کا نوجوانی سے بڑھاپے کی طرف، صحت سے ناتوانی کی طرف، اور عقل کامل سے فسادِ عقل اور غفلت کی طرف منتقل ہونا بتقضائے طبیعت نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی فاعلِ مختار کے فعل سے ہے، جب مذکورہ امر ثابت ہوگیا، تو یہ بات عیاں ہو گئی کہ قرآن کریم کی نص جس امر پر دال ہے اسکی صحت بھی قرآن کریم کی قطعیت سے ثابت ہو چکی ہے، پھر ارشاد باری تعالی ہے، ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ﴾ [نحل:۷۰]، "یقیناً اللہ تعالی خوب قدرت والا ہے"، جو کچھ ہم نے بیان کیا، اس کی اصل اصول ہے، کیونکہ طبیعت تو ایک جاہل چیز ہے، جو مصلحت اور فساد کے وقت میں تمیز نہیں کرسکتی، لہذا انسان میں ہونے والی تبدیلیوں کی اسکی طرف نسبت کرنا ممکن ہی نہیں ہے".

لہذا مرزا صاحب کا طبیعی موت کا نظریہ شرعاً باطل نظریہ ہے، اور اس آیت سے مرزا کا وفاتِ مسیح پر استدلال بدیہی البطلان ہے.

مخلصانہ دعوت:

ہم آخیر میں ابنائے ملتِ قادیانیت کو جو قرآن وسنت اور علمائے اسلام نے کہا ہے، اور مرزا صاحب نے ان کے بر خلاف پیش کیا ہے ہر دو میں تامل کریں، اور حق تعالی شانہ کی طرف سے پیش کردہ حق جس پر اہلِ حق ہیں، اسے قبول کر کے اہلِ حق میں داخل ہو جائیں.

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(چوبیسواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اسکا بطلان:

(۹): ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾، (۱۰): ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ۗ ﴾،

(۱۱): ﴿ وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ ﴾"

چوبیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) مرزا کے استدلات میں تین آیات کی تعیّن۔

۲) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی نویں آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۳) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی دسویں آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۴) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی گیارہویں آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۵) مرزا کے مستدلات میں سے قسمِ ثالث کی بارہویں آیتِ قرآنی اور مرزا کا اس سے وفاتِ مسیح پر استدلال، اور اسکا بطلان۔

۶) "میّت اور اَموات" کی درست تفسیر۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾ [انبیاء: ۸].. نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ﴾ [فرقان: ۲۰]. حق تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَٰتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ [نحل: ۲۰-۲۱].

وقال النبي ﷺ: "الدين النصيحة".

"دین بھلائی ہے" اس سلسلہ کا یہ **"چوبیسواں محاضرہ"** ہے، جس کا عنوان ہے: **"مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل آیات سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر استدلال اور اسکا بطلان:** (۹): ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾، (۱۰): ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ ﴾، (۱۱): ﴿ وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَٰتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٢١﴾ ﴾۔

پہلی آیت: مرزا کا اسلوب استدلال:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾ [انبیاء: ۸].

مرزا صاحب نے اسکا یوں ترجمہ کیا ہے.

"کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو".

تأمل:

مرزا قادیانی کا ترجمہ نص قرآنی سے بعید اور تعبیر عجیب و غریب، اور زبان کے اعتبار سے اپنے اندر سقم رکھتا ہے، مرزا صاحب کا زعم ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو آسمان پر چونکہ کھانا میسر نہیں ہو سکتا، اور کھانے کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا، لہذا وہ وفات شدہ ہیں.

دوسری آیت:

ارشاد ربّانی ہے: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمۡ لَيَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمۡشُونَ فِي ٱلۡأَسۡوَاقِۗ﴾ [فرقان:۲۰].

مرزا نے اس کا یوں ترجمہ کیا ہے.

"یعنی ہم نے تجھ سے پہلے جس قدر رسول بھیجے ہیں، وہ سب کھانا کھایا کرتے تھے، اور بازاروں میں پھرتے تھے".

دونوں آیتوں سے موحّد وجہ استدلال:

مرزا صاحب کا ان دونوں آیتوں سے وفات عیسی علیہ السلام پر وجہ استدلال یہ ہے کہ انسان بغیر کھائے پیئے زندہ نہیں رہ سکتا، جسکا بندوبست آسمان پر نہیں ہے لہذا عیسی علیہ السلام وفات شدہ ہیں.

ابطال استدلال مرزا:

اولاً: مرزا غلام احمد قادیانی قرآنی معارف سے بہت دور نص قرآنی کے خلاف رہتے ہوئے ارشاد ربّانی کے مدلولات کا ادراک نہیں کر پاتے، وہ قرآن کریم میں تدبّر کئے بغیر اپنے مقاصد کے لئے آیات قرآن کے تراجم و تاویل اختیار کر لیتے ہیں، مذکورہ ہر دو آیات قرآنی کا مضمون بالکل واضح ہے کہ کفار نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کہ یہ شخص مدعی نبوت ہے، اور کھانا بھی کھاتا ہے اور پیتا بھی ہے، اور بازاروں میں بھی چلتا ہے، تو یہ کیسا رسول ہے؟ گویا کہ وہ نبوت اور ان انسانی حاجات میں منافات کا زعم رکھتے تھے، تو حق تعالی شانہ نے ان کے اس باطل خیال کا ردّ قرآن میں یوں فرمایا: ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ﴾ [فرقان: ٢٠].

ترجمہ: "کہ ہم نے آپ سے پہلے جسقدر مرسلین بھیجے وہ بھی کھانا کھاتے تھے، اور بازاروں میں بھی چلتے تھے".

ان میں انسانی حاجات کے باوجود ان کی نبوتوں اور رسالتوں کو تسلیم کیا گیا، تو یہ لوگ آپ کی رسالت کا اس وجہ سے کیوں انکار کرتے ہیں کہ آپ میں یہ انسانی حاجات ہیں.

ثانیاً: نیز یہ بھی فرمایا کہ وہ کیونکر نہ کھائیں پیئیں وہ کوئی بے جان لاشے تو نہیں کہ انسانی حاجات سے خالی ہوں، کیونکہ نہ کھانا، نہ پینا یہ محض بے جان اجسام کے لیے ہوتا ہے، تو گویا ان آیات میں ان کے نہ کھانے کا ذکر ہے، اور کھانے پینے پر

اعتراض کا جواب ہے، **مگر مرزا صاحب نے اسکا ترجمہ یہ کیا کہ:**

"ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ وہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو"

یہ مفہوم کسی بھی قرآنی آیت میں مذکور نہیں اور نہ ہی یہ قرآنی الفاظ کا ترجمہ ہے.

تفسیر ایمانی:

قادیانی تفسیر کے قرآن کے نص کے خلاف ہونے کو جاننے کے بعد اب ان آیات میں تأمل کیجئے کہ باری تعالی کے ارشاد گرامی: ﴿ **وَمَا جَعَلۡنَٰهُمۡ جَسَدٗا لَّا يَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ** ﴾ [انبیاء: ۸]. میں یہ جملہ "**لَّا يَأۡكُلُونَ ٱلطَّعَامَ**" یہ جسداً کی صفت ہے، اور جسد و جسم ہم معنی ہیں، تو آیت کا مضمون یہ ہے کہ ہم نے انبیاء کو ایسے جسم نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتے ہوں، تو محصل آیات یہ ہے، کہ جو اجسام روح سے خالی ہیں ان کے لیے تو کھانے سے مستفید ہونے کی نفی ضرور ہے،" کہ جسمِ بے جان کھانا نہیں کھاتا"، رہے زندہ اجساد تو ان کے لیے یہاں ضروری طور پر کھانے سے انتفاع کا بیان اس میں نہیں ہے، (جسے مرزا صاحب ثابت کرنے پر زور لگا رہے ہیں)، کیونکہ جسم و جسد تو بشر جنات اور ملائکہ سبھی کیلئے ہیں مگر فرشتے کھانے پینے کے محتاج ہیں ہی نہیں، وہ فطری طور پر بشری حاجات سے خالی ہوتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ آیت قرآنی میں ہر زندہ کے لئے کھانا کھانا غیر ملحوظ ہے، البتہ روح سے خالی جسد کے لیے ضروری طور پر نہ کھانے کا اثبات ہے، اس آیت کے مضمون کا حضرت مسیحؑ کی وفات سے کوئی تعلق نہیں ہے، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جب فرشتے آسمانوں پر بغیر

کھانا کھائے زندہ رہتے ہیں تو آسمان پر حضرت عیسی علیہ السلام کا کھانا نہ کھانا ان کی وفات کی دلیل کیسے بن سکتا ہے؟ انہیں تو خود اللہ تعالی نے زمین سے فرشتوں کے مقام پر مرفوع فرمایا ہے، وہ تو اپنی پیدائش میں بھی فرشتوں سے مشابہ ہیں، لہذا مرزا صاحب کا اس آیت: ﴿ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ ﴾ کا یہ ترجمہ کرنا کوئی **"کوئی ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا کہ زندہ تو ہو مگر کھانا نہ کھاتا ہو"** سراسر غلط ہے.

فرشتے اللہ تعالی کی مخلوق ہیں، وہ اجساد ہیں، وہ زندہ ہیں، مگر کھانا نہیں کھاتے. لہذا مرزا قادیانی کا مذکورہ دونوں آیات سے وفات مسیح پر استدلال سراسر باطل ہے.

تیسری آیت:

ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴾ [نحل: ۲۰].

مرزا صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"یعنی جو لوگ بغیر اللہ کے پرستش کئے جاتے اور پکارے جاتے ہیں، وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ آپ پیدا شدہ ہیں، مر چکے ہیں زندہ بھی تو نہیں ہیں، اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائینگے".

مرزا کا اسلوبِ استدلال:

مرزا قادیانی نے اس آیت سے وفات مسیح پر یوں استدلال کیا کہ اللہ کے سوا جو بھی معبود بنایا گیا وہ میت ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام بھی معبود بنائے گئے لہذا وہ بھی فوت شدہ ہیں.

مرزاکے استدلال کا ابطال:

اولاً: ہم کہتے ہیں کہ مرزاصاحب اس آیت کے مدلول اور قرآنی مفہوم کو نہ سمجھ سکے اس لیے انہوں نے نہ اس کا ترجمہ درست کیا اور نہ اس سے درست استدلال کیا. انہوں نے ﴿دُونِ ٱللَّهِ﴾ کا ترجمہ "بغیر اللہ کے" کیاہے. یہ غیر پر داخل "ب" کس قسم کی ہے؟ پھر اس کا معنی کیا ہے؟ جب کہ ﴿دُونِ ٱللَّهِ﴾ کا معنی تو "اللہ کے سوا" ہے، "بغیر اللہ کے" یہ ﴿دُونِ ٱللَّهِ﴾ کا درست ترجمہ نہیں ہے.

ثانیاً: قادیانی اس آیت کو وفات مسیح پر جلالی آیت گردانتے ہیں، مرزا کے ساتھی مولوی مبارک علی سیالکوٹی نے اسے وفات مسیح پر دلیل صریح کہاہے، مگر ہم تو یہی کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی اور اسکے رفیق کار اس آیت کے مدلول سے بے خبر ہیں اسی لیے اس سے غلط استدلال کرتے ہیں.

حق کیاہے؟

حق یہ ہے کہ یہ آیت ان معبودوں میتوں کے بارے میں ہے جنہیں مشرکین مکہ پکارتے تھے، وہ سب بے جان ہیں، کیونکہ یہ سورۂ "**نمل**" کی آیت ہے، جو مکی سورت ہے، اس میں یہود و نصاری یا ان کے معبودوں کا ذکر ہے ہی نہیں، نہ ہی اس سے مراد حضرت عزیر اور حضرت عیسی علیہما السلام ہیں.

وجہ استدلال اور جواب:

قادیانیت اگر مصرّ ہو کہ اس میں "الّذین" اسم موصول ہے، جو ذی عقول کیلئے خاص ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ **اولاً:** "الذین" کا ذی عقل کیساتھ مخصوص ہونا

کسی نحو و لغت کی کتاب میں مذکور نہیں ہے.

ثانیاً: تأمل کریں کہ قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیات میں "**الّذی**" اور اسکے دیگر صیغے ذی عقل اور غیر عقل، پھر ذی روح اور غیر ذی روح سبھی کیلئے استعمال ہوئے ہیں، اسی طرح لغت عرب میں بھی اسکے شواہد موجود ہیں جو قادیانیت کے اس دعوی کیلئے ردّ اور استدلال کے ابطال کے کافی وشافی ادلہ ہیں.

پہلی آیت:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ثُمَّ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ تَمَامًا عَلَى ٱلَّذِىٓ أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ﴾ [انعام:۱۵۴].

ترجمہ: "پھر ہم نے موسی کو کتاب دی نعمت کو تمام کرنے کیلئے، جو اچھے عمل کرے اور ہر شئ کی تفصیل کرنے کیلئے"، اس میں وارد کلمہ "**احسن**" کے دو معنی ہیں

۱. یہ فعل ماضی ہے تو "ٱلَّذِىٓ" ذی عقل کیلئے ہے.

۲. یہ اسم تفضیل ہے تو "ٱلَّذِىٓ" غیر عاقل کیلئے ہے. مغنی اللبیب میں ہے کہ یوں "احسن" اسم تفضیل ہو گا، فعل ماضی نہیں تو اس کا فتحہ اعراب کا ہو گا، بِنا کا نہیں. اور یہ فتحہ علامت جرّ ہے.

دوسری مثال:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا۟ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُۥ﴾ [اسراء: ۳۴].

ترجمہ: "اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جانا مگر اس طریقہ سے جو احسن ہو"، اسمیں "التي" اسم موصول غیر ذی عقل کیلئے آیا ہے.

تیسری مثال:

ارشاد باری تعالی ﴿ وَلَا تُؤْتُوا۟ ٱلسُّفَهَآءَ أَمْوَٰلَكُمُ ٱلَّتِى جَعَلَ ٱللَّهُ لَكُمْ قِيَٰمًا وَٱرْزُقُوهُمْ فِيهَا وَٱكْسُوهُمْ وَقُولُوا۟ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴾ [النساء: ٥].

ترجمہ: "اور تم نادانوں کو ان کے مال نہ دو جنکا اللہ نے تمہیں نگران بنایا ہے.

اس آیت میں "ٱلَّتِى" غیر ذی عقل کیلئے آیا ہے.

چوتھی مثال:

"متنبی" کا شعر ہے:

"والذي تنبت البلاد سرور" "والذي تمطر السحاب مُدام".

ترجمہ: "جو کچھ شہروں کی زمینیں اگائیں گی وہ شراب ہی ہو گا" - "اور جو کچھ بادل برسا رہے ہیں وہ شراب ہی ہو گا". اسمیں "الذي" اسم موصول غیر ذی عقل کیلئے آیا ہے.

پانچویں مثال:

ابو عتاہیہ کا شعر ہے.

" إلهي لا تعذبني فإني" "مقر بالذي قد كان مني".

ترجمہ: "اے میرے رب مجھے عذاب نہ دینا، جو کچھ مجھ سے صادر ہوا میں اسکا معترف ہوں"... اسمیں "الذي" غیر ذی عقل کیلئے ہے.

چھٹی مثال:

کافیہ کی شرح میں رضی کہتے ہیں:

"فإن الماء ماء أبي وجدي" "وبيري ذو حفرت و ذو طويت".

ترجمہ: "پانی میرے باپ دادا کا پانی ہے اور میرا کنواں وہ ہے جسے میں نے کھودا اور سنوارا!.. اسمیں "ذو" بمعنی "الذی" لغت طی پر غیر ذی عقل کیلئے ہے.

ہمارے اس بیان سے واضح طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ "الذي"، "الذين"، "التي" یہ اسمائے موصولہ. ذوی العقول کیساتھ مخصوص نہیں ہیں، یہ ذی عقل، ذی روح، غیر ذی عقل، غیر ذی روح سبھی کیلئے استعمال ہوتے ہیں. لہذا قادیانیت کا یہ قول کہ آیت ﴿ وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخۡلُقُونَ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمۡوَٰتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٖۖ وَمَا يَشۡعُرُونَ أَيَّانَ يُبۡعَثُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ [نحل: ۲۰-۲۱] میں معبودان سے مراد حضرت عزیر اور حضرت عیسی علیہ السلام ہیں کہ "الذين" کا اسم موصول " ذی عقول کیلئے مخصوص ہے، قادیانیت کا باطل قول ہے، اور یہ آیت اپنے محل نزول اور شانِ نزول کے اعتبار سے مشرکین مکہ کے بے جان معبودوں کیلئے ہے، نہ کہ یہود و نصاری کے جاندار ذوی العقول معبودوں کیلئے.

"دون الله" کا عموم:

اگر یہ کہا جائے کہ "دون الله" کا عموم تو حضرت مسیح اور حضرت عزیر کو شامل ہے لہذا وہ دونوں بھی اموات میں سے ہیں

جواب:

ہم کہتے ہیں کہ "دون الله" کا عموم ذی روح، غیر ذی روح تمام معبودوں کو شامل ہے اور سبھی پر میت واموات صادق آتا ہے، مگر قادیانیت کا قول پھر بھی باطل ہے، کہ وہ معبود جو "دون الله" ہیں، یعنی اللہ کے سوا ہیں، سبھی کو شامل ہے، مگر اس کے عموم سے ان کا وفات شدہ ہونا ہرگز لازم نہیں آتا، لہذا قادیانیت کا اس آیت میں موجود لفظ "اموات" سے وفات عیسی پر استدلال باطل ہے.

یہ بھی سبھی جانتے ہیں کہ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین مکہ ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں، اور ان کو معبود بناتے، مگر وہ تو عبادت کئے جانے کے وقت بھی اور اسکے بعد بھی زندہ تھے، اور آج بھی زندہ ہیں، ہاں! موت ان پر بھی لازمًا آئے گی، لہذا وہ بھی اموات ہیں، اگر کوئی مشرک آج اللہ کے سوا کسی زندہ کی عبادت کرے تو وہ کیسے اسے مردہ ماننے کیلئے تیار ہو گا، وہ تو الٹا قرآن کے بیان پر اعتراض کرے گا کہ اس کا بیان خلاف واقع ہے، جبکہ قرآن کریم اس عیب سے پاک ہے، کہ خلافِ واقعہ کو بیان کرے، نیز یاد رہے کہ کسی پر میت یا اموات کے اطلاق سے اس کا وفات شدہ ہونا ثابت نہیں ہوتا، خود باری تعالی کا خطاب جناب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے: ﴿ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴾ [زمر:۳۰]، آپ اس خطاب کے وقت اور آپ کے اعداء بھی حیات تھے"، مگر "میت" اور "میتون" کا اطلاق ہوا.

حضرت مسیح علیہ السلام کا حکم کیا ہے؟

رہا حضرت عیسی علیہ السلام کا حکم کہ وہ کیا ہیں؟ کہاں ہیں؟ انہیں کب موت آئے گی؟ تو یہ جملہ امور خارجی ادلہ سے ثابت شدہ ہیں، اس آیت سے نہیں.

حق کیا ہے:

حق تو یہ ہے کہ اس آیت کا وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں، اس سے غیر اللہ کی عبادت پر انکار، اور ان کے معبود ہونے کی نفی پر یوں استدلال ہوتا ہے، کہ چونکہ اللہ کے سوا ہر ایک پر فنا ہے وہ "میت" یعنی موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے، تو "میت" معبود نہیں ہو سکتا، کیونکہ لفظ "میت" اور "أموات" کا اطلاق ہر اس شخص پر درست ہے جسے اپنی اجل پر موت آئے گی، لہذا اس اعتبار سے حضرت عیسی علیہ السلام بھی حضرت عزیر بھی اور تمام معبودان "دون اللہ" اموات ہیں، یعنی موت کو چکھنے والے ہیں، لہذا وہ معبود نہیں ہو سکتے، اس آیت کا وفات عیسی سے کوئی تعلق نہیں ہے.

خارجی ادّلہ:

حضرت عیسی کے رفع، ان کے آسمان پر زندہ ہونے ان کے نزول، ان کی خدمات اسلامی، ان کی وفات، ان کے دفن کے بارے میں مستقل طور پر شرعی ادلّہ خارج میں موجود ہیں، جنکا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، لہذا خارجی دلیل سے جب ان کی حیات اور دیگر امور ثابت ہیں تو اصل ایمان تو انہیں تسلیم کرنا ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کو "دون اللہ" کے عموم کے تحت اسمیں انہیں شامل کرنا، پھر

ان پر اموات کا صادق آنا یہ ان کے وفات شدہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا، جیسے کہ خود امام رازی نے تو اس آیت کے عموم میں فرشتوں کو بھی داخل کیا ہے وہ کہتے ہیں تیسرا امر یہ ہے کہ ﴿ وَٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخۡلُقُونَ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمۡوَٰتٌ غَيۡرُ أَحۡيَآءٖۖ وَمَا يَشۡعُرُونَ أَيَّانَ يُبۡعَثُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ [نحل: ٢٠-٢١] سے مراد ملائکہ اور وہ لوگ ہیں جو زندہ نہ رہیں گے، تو وہ بھی "غیر احیاء" یا "اموات" تو ہیں، مگر وفات شدہ نہیں ہیں، لہذا اس آیت سے مرزا قادیانی کا اپنے مذکورہ اسلوب سے وفات مسیح پر استدلال اور انہیں وفات شدہ کہنا باطل استدلال ہے.

هذا وصلى الله وسلم على خاتم النبيين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(پچیسواں محاضرہ)

از "سلسلہ دین بھلائی ہے".

بعنوان

مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل آیات سے وفات مسیح پر استدلال اور اس ابطال:

(۱۲): ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ﴾، (۱۳): ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾، (١٤): ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾، (١٥): ﴿ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ ﴾، (١٦): ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ﴾"

پچیسویں محاضرہ کا خلاصہ:

۱) محاضرہ کا خطبہ.

۲) قسم ثالث کی بارہویں آیت، اسلوب استدلال مرزا اور اسکا ابطال.

۳) قسم ثالث کی تیرہویں آیت، اسلوب استدلال مرزا اور اسکا ابطال.

۴) قسم ثالث کی چودہویں آیت، اسلوب استدلال مرزا اور اسکا ابطال.

۵) قسم ثالث کی پندرہویں آیت، اسلوب استدلال مرزا اور اسکا ابطال.

۶) قسم ثالث کی سولہویں آیت، اسلوب استدلال مرزا اور اسکا ابطال.

۷) "میت" اور "اَموات" کی تفسیرِ حق وصواب.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد!...

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

فرمان باری تعالی ہے :﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِن شُرَكَآئِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾[روم: ۴۰]. فرمان باری تعالی ہے:﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا۟ يُدْرِككُّمُ ٱلْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾[نساء: ۷۸]. فرمان باری تعالی ہے:﴿ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾[فجر: ۲۷-۲۸]. فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا ٱشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٢﴾ ﴾[انبیاء: ۱۰۱-۱۰۲]، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلْمُتَّقِينَ فِي جَنَّٰتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍۭ ﴿٥٥﴾ ﴾[قمر: ۵۴-۵۵].

ارشاد نبوی ہے: "الدين النصيحة".

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبي الكريم.

یہ سلسلہ دین بھلائی ہے کا "**پچیسواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے

"مرزا قادیانی کا مندرجہ ذیل آیات سے وفات مسیح پر استدلال اور اس کا ابطال

(۱۲): ﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ﴾،

(۱۳): ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾، (١٤): ﴿ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾، (١٥): ﴿ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ ﴾، (١٦): ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ﴾".

قسم ثالث کی بارہویں آیت:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [روم:۴۰].

ترجمہ: "اللہ تعالی وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں مارے گا، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی چیز کر سکے؟ وہ ذات پاک ہے بلند ہے اس سے جو تم شرک کرتے ہو".

مرزا قادیانی کا وجہِ استدلال:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت سے مندرجہ ذیل اسلوب سے استدلال کیا ہے، وہ رقمطراز ہیں:

> **"اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنا قانونِ قدرت بتلایا ہے کہ انسان کی زندگی میں صرف چار واقعات ہیں، پہلے وہ پیدا کیا جاتا ہے، پھر تکمیل اور تربیت کے لئے روحانی اور جسمانی طور پر رزق مقسوم اُسے ملتا ہے، پھر اس پر موت وارد ہوتی ہے، پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے، اب ظاہر ہے کہ ان آیات میں کوئی**

ایسا کلمہ استثنائی نہیں جس کے رُو سے مسیح علیہ السلام کے واقعات خاصہ باہر رکھے گئے ہوں".

قسم ثالث کی تیرہویں آیت:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [نساء: ٧٨].

ترجمہ: "تم جہاں کہیں بھی ہوگے تمہیں موت آملے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں ہی ہو".

اسلوب استدلال مرزا:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس آیت سے مندرجہ ذیل اسلوب سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

"چونکہ اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو مستثنی نہیں کیا گیا، اس لئے حضرت مسیح علیہ السلام مر گئے".

مرزا کے استدلال کی وجوہ ابطال:

اول: ہم کہتے ہیں کہ امت مسلمہ حضرت عیسی علیہ السلام کے "خلود" یعنی ہمیشہ زندہ رہنے کی قائل نہیں ہے، البتہ جب تک اللہ تعالی نے ان کی حیات کا فیصلہ فرمایا ہے اس سے قبل انکی وفات نہ ہوسکنے کی قائل ضرور ہے.

جب انکی اجل آئے گی وہ وفات پائیں گے اور انکی نماز جنازہ ہو گی وہ مدینہ منورہ

میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوں گے.

مگر اجل سے قبل کوئی ان کو مارنے کی قدرت نہیں رکھتا نہ مرزا صاحب باطل اسلوب استدلال سے انکی وفات کو ثابت کر سکتے ہیں.

موت وحیات کے خالق اللہ تعالی ہیں، انہوں نے زندوں کے لئے آجال (موت کے اوقات) مقرر کر رکھی ہیں جن میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں کر سکتا، نہ ہی اللہ تعالی اپنے وعدہ کے خلاف کرتے ہیں.

دوم:

حکم عام سے کسی کی تخصیص کے حکم کا، حکمِ عام سے متصل ہونا ضروری نہیں، ہاں! حکم عام سے کسی مخصوص کا اخراج دلیل تخصیص سے ضرور ہو گا، وہ شارع کے بیان میں جہاں کہیں بھی وارد ہو، عام سے متصل ہو، یا اس سے منفصل، کیونکہ نص شارع بتامہ "کلمہ واحدہ" کی مانند ہے، جس کی کچھ مثالیں ہم نے اپنے سابقہ محاضرہ میں ذکر کی ہیں

سوم:

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ انسان کے لئے چار واقعات ہیں، جن سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا، جو کہ مبحوثہ عنہا آیت میں مذکور ہیں، پھر مرزا صاحب کا انسان کیلئے عمر طبعی کا قول.

اس سلسلے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ:

مذکورہ دو آیتوں میں اگر پہلی آیت میں انسان کیلئے چار مراحل کا ذکر ہے تو یہ عام حکم ہے، قرآن کریم اور سنت نبی کریم میں ایسی نصوص ہیں، جن میں اس حکم عام سے حضرت عیسی علیہ السلام کی تخصیص اور ان کا اخراج بھی مذکور ہے، اس کیلئے مستقل نصوص کثیر تعداد میں موجود ہیں، اور یہ ضابطہ تمام اہل عقل وخرد کے ہاں مسلم ہے کہ دلیل خاص دلیل عام پر مقدم ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ "**عبارۃ النص**" کے ہوتے ہوئے "**دلالۃ النص**" یا "**اشارۃ النص**" کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اور یہ بھی کہ "**منطوق**" کے ہوتے ہوئے "**مفہوم**" کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا.

قرآن کریم کی قطعی نصوص سے حضرت عیسی علیہ السلام کی حکم عام سے تخصیص موجود ہے، جیسے کہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿**يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ**﴾ [**آل عمران: ۵۵**]، **ترجمہ**: "اے عیسی میں تجھے بتمام قبضہ میں لینے والا، اور تجھے اٹھانے والا ہوں، اور تجھے کفار سے پاک کرنے والا ہوں".

اسی طرح ارشاد باری تعالی ہے: ﴿**بَل رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيۡهِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٥٨﴾**﴾ [**نساء: ۱۵۸**]، **ترجمہ**: "بلکہ اللہ نے اسکا "رفع" فرمادیا، اور اور اللہ تعالی غالب، حکمت والا ہے".

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿ **وَإِن مِّنۡ أَهۡلِ ٱلۡكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهِۦ قَبۡلَ مَوۡتِهِۦۖ وَيَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ**

يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴿١٥٩﴾ [نساء: ۱۵۹]، **ترجمہ:** "اہلِ میں سے کوئی ایسا نہیں، مگر وہ ضرور بضرور اس پر اسکی موت سے پہلے ایمان لے آئے گا، اور وہ روز قیامت ان پر گواہ ہو گا".

پھر مزید ان قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے صحیح مرفوع احادیث حضرت عیسی علیہ السلام کی اس حکم سے تخصیص میں مذکور ہیں.

اور ان کی اس حکم عام سے تخصیص اور استثناء کو بیان کرتی ہیں، ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب کے قیاسات، شخصی آراء اور اندازوں کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے؟

قسم ثالث کی چودہویں آیت:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفْسُ ٱلْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ٱرْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ ﴾ [فجر: ۲۷-۲۸].

ترجمہ: "اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، سو تو شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں".

مرزا صاحب کا وجہ استدلال:

مزرا صاحب نے اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اے نفس بحق آرام یافتہ اپنے رب کی طرف واپس چلا آ، تو اس سے راضی

اور وہ تجھ سے راضی، پھر اس کے بعد میرے ان بندوں میں داخل ہو جا، جو دنیا کو چھوڑ گئے ہیں، اور میری بہشت کے اندر آ".

نیز مرزا صاحب اس آیت کے بارے یوں رقمطراز ہیں:

"اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان جب تک فوت نہ ہو جائے گذشتہ لوگوں کی جماعت میں ہرگز داخل نہیں ہو سکتا، لیکن معراج کی حدیث سے جس کو بخاری نے بھی مضبوط طور پر اپنی صحیح میں لکھا ہے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت شدہ نبیوں کی جماعت میں داخل ہے، لہٰذا حسبِ دلالت صریحہ اس نفی کے مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا ضروری طور پر ماننا پڑا".

قسم ثالث کی پندرہویں آیت:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا ٱلْحُسْنَىٰٓ أُوْلَٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِى مَا ٱشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَٰلِدُونَ ﴿١٠٢﴾﴾ [انبیاء: ۱۰۱-۱۰۲].

ترجمہ: "جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے نیکی پہلے سے ٹھہر چکی ہے وہ اس سے دور رہیں گے، وہ اس کی آہٹ نہ سنیں گے، وہ ہمیشہ اپنے دل کے مزوں میں رہیں گے".

مرزا صاحب نے اس آیت کا یوں ترجمہ کیا ہے:

"جو لوگ جنّتی ہیں، اور ان کا جنّتی ہونا ہماری طرف سے قرار پا چکا ہے، وہ

دوزخ سے دور کئے گئے ہیں، اور وہ بہشت کی دائمی لذّات میں ہیں".

پھر مرزا صاحب نے اس آیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر یوں استدلال کیا ہے:

"اس آیت سے مراد حضرت عزیر اور حضرت مسیح علیہما السلام ہیں، اور ان کا بہشت میں داخل ہو جانا اس سے ثابت ہوتا ہے جس سے ان کی موت بھی بپایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے".

قسم ثالث کی سولہویں آیت:

ارشاد ربانی ہے: ﴿ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾ ﴾ [قمر: ۵۴-۵۵].

ترجمہ: "یقیناً متقی لوگ جنتوں اور نہر میں ہوں گے، صدق کی نشست گاہ میں صاحب اقتدار بادشاہ کے پاس".

مرزا صاحب نے اس آیت مبارکہ کا ترجمہ یوں کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"یعنی متّقی لوگ جو خدا تعالیٰ سے ڈر کر ہر ایک قسم کی سرکشی کو چھوڑ دیتے ہیں وہ فوت ہونے کے بعد جنات اور نہر میں ہیں، صدق کی نشستگاہ میں با اقتدار بادشاہ کے پاس".

یاد رہے کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے ترجمہ میں "فوت ہونے کے بعد" کا اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے، قرآنی نص میں یہ الفاظ مذکور نہیں ہیں.

وجوہ ابطال برائے استدلال مرزا:

اول:

ان آیات سے وفات مسیح پر مرزا صاحب کے استدلال کے ابطال کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان آیات میں کہیں بھی حضرت مسیح علیہ السلام یا ان کی وفات کا قطعی ذکر موجود نہیں ہے.

مرزا صاحب نے اپنے خود ساختہ قیاس سے وفات مسیح کا نقطہ وضع کیا ہے، اور یہ امر واضح طور پر ثابت و مسلم ہے کہ:

جب آیات قرآن کا منطوق حیات مسیح علیہ السلام پر اور ان کے نزول پر دلالت کر رہا ہو تو اس کے خلاف قیاس سے استدلال خود بخود باطل ٹھہرتا ہے.

دوم:

دخول جنت بروز قیامت ہو گا، وفات کے بعد نہیں، اگر وفات کے بعد ہی جنت میں دخول کا تحقق ہو جاتا ہو تا تو پھر روزِ قیامت کو قائم کرنے کی کیا ضرورت رہتی؟

نیز اللہ کے علم میں کسی کے جنتی ہونے کیلئے اس کے فوت شدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، جبکہ مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق ان کا فوت شدہ ہونا ضروری ہے، اسی کی بنیاد پر تو مرزا قادیانی نے استدلال کیا ہے، جب مرزا کی اساس قیاس، تو اسکا قیاس بھی باطل ٹھہرا، کیونکہ تو اس پر جس کی بنیاد باطل ہو وہ خود بھی

باطل ہوتا ہے.

نیز مرزا صاحب نے جو "احادیث معراج" کو اس کے ساتھ جوڑ کر یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی کہ معراج کی رات میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی جتنے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے ملاقات ہوئی وہ سب وفات شدہ ہی تھے، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام بھی فوت شدہ ہیں.

مرزا صاحب کا حدیث معراج سے استدلال اس وجہ سے باطل ہے کہ مرزا صاحب تو سرے سے معراج جسمانی کے قائل ہی نہیں، وہ اسکے کھلے منکر ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک بھاری بھر کم جسم کیلئے آسمان کی طرف جانا ممکن ہی نہیں ہے.

اگر معراج کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے تو حدیث معراج سے ان کا استدلال کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

سوم:

ہاں! مرزا صاحب کا مذکورہ قول اس بات پر واضح دلالت کرتا ہے کہ انھوں نے احادیث معراج پر غور ہی نہیں فرمایا ہے، اگر وہ بنظر غائر احادیث معراج پر غور کرتے تو انہیں یہ واضح نظر آتا کہ نبی خاتم علیہ الصلاۃ والسلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے بنفسِ نفیس ملاقات فرمائی، اور بزبان عیسی علیہ السلام ان کی دوبارہ دنزول کی خبر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی.

جیسا کہ سنن ابن ماجہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفًا اور مسند احمد میں مرفوعًا روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

> **"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء اور معراج کی رات حضرت ابراہیم اور حضرت موسی و عیسی علیہم الصلاۃ والسلام سے ملاقات فرمائی، قیامت کا تذکرہ ہوا، تو انہوں نے حضرت ابراہیم سے آغاز کیا کہ قیامت کب واقع ہو گی؟ ان کے پاس اس کا کوئی علم نہ تھا، پھر موسی علیہ السلام سے پوچھا تو ان کے پاس بھی قیامت کے متعلق کوئی علم نہ تھا، پھر بات حضرت عیسی علیہ السلام پر پہنچی تو انھوں نے بتایا کہ قیامت کا محدود علم تو اللہ تبارک وتعالی ہی کو ہے، ہاں البتہ اس کے وراء کا جو علم مجھے ہے اس میں سے دجال کے خروج کا ذکر ہے، نیز حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں اتروں گا اور اسے قتل کروں گا"، اسے ابن ماجہ نے** (باب فتنة الدجال وخروج عيسى بن مريم وخروج يأجوج ومأجوج) **میں ذکر کیا ہے".**

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنے نزول کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاکرہ فرمارہے تھے کہ ان کا نزول قُربِ قیامت ہو گا.

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ دیگر انبیاء بھی تھے جیسے کہ ابراہیم و موسی علیہما السلام جو کہ وفات شدہ ہیں.

توہم کہتے ہیں کہ:

ایسی ملاقات تین وجوہ سے ہوتی ہیں.

اول: دونوں جانب سے بدنی ہو، جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات.

دوم: دونوں جانب سے روحی ہو، جیسے حضرت ابراہیم اور موسی علیہ السلام کی ملاقات.

سوم: ایک جانب سے ملاقات روحی ہو اور دوسری جانب سے بدنی ہو، جیسے کہ معراج کی رات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابراہیم وموسی سے ملاقات.

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں اقسام کی ملاقاتیں حاصل ہوئی ہیں.

یہ ملاقات انبیاء علیہم السلام کوئی بناوٹی حکایت نہیں، بلکہ مسلم امت کے مسلمات میں سے ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے.

"ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبر وں پر سے گذرے، فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے، اور پھر فرمایا کہ کہ ان کو عذاب کسی بڑے امر کی وجہ سے نہیں، بلکہ ان میں سے ایک پیشاب سے اجتناب نہ کرتا تھا، اور دوسرا غیبت کرتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر لکڑی اٹھا کر اس کے دو ٹکڑے کئے، اور دونوں قبروں

پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، صحابہ نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ نے فرمایا کہ شاید جب تک یہ لکڑیاں تر ہوں ان کی سزا میں نرمی ہو جائے".

اس حدیث کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے، اور اس طرح یہ متفق علیہ احادیث میں شمار ہوئی ہے، یہ اپنے موضوع پر ایک پختہ دلیل ہے.

ذرا غور کیجئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابۂ کرام سے ملاقات تو دونوں جانب سے جسمانی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں قبر والوں سے ملاقات تیسری قسم کی ملاقات ہے، یعنی آپ کی طرف سے جسدی اور ان کی طرف سے روحانی.

اسی طرح "**غزوۂ بدر**" کے موقع پر جب مقتول مشرکین کو گڑھے میں ڈالا گیا تو آپ وہاں آکر کھڑے ہو کر ان سے مخاطب ہوئے اور انہیں ان کے ناموں اور ان کے آباء کے ناموں سے پکارتے ہوئے فرمانے لگے کہ:

"کیا تمہیں معلوم ہے اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے تو یہ تمہارے لئے بہتر تھا".

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس طرح نعشوں اور مردوں سے مخاطب ہوتے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ:

"یا رسول اللہ آپ ان مردوں سے مخاطب ہیں جن میں روح ہی نہیں ہے"؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سن پا رہے ہو".

یعنی یہ لوگ چونکہ خود صاحبِ حال ہیں تو میری بات کو حق الیقین کے طور پر سن اور سمجھ رہے ہیں، یا اللہ تعالی نے اپنے نبی کو ان کی اور انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز معجزانہ طور پر سنوادی.

ملاقات کی اقسام کی وضاحت اور ان واقعات سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا اس آیت مبحوثہ عنہا اور اس کے ساتھ حدیث معراج کو الحاق کرکے پھر حضرت عیسی کی ملاقات کو حضرت ابراہیم وموسی علیہما السلام کی ملاقات پر قیاس کرکے حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کو ثابت کرنا سراسر باطل استدلال ہے.

هذا وصلى الله وسلم على نبينا محمد خاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(چھبیسواں محاضرہ)

از سلسلہ "دین بھلائی ہے".

بعنوان:

"مرزا قادیانی کا قسمِ ثالث کی مندرجہ ذیل دو آیاتِ قرآنی سے وفاتِ مسیح علیہ السلام پر استدلال، اور اس کا بطلان:

(۱۷): ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝٤٠ ﴾، (۱۸): ﴿ فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٧ ﴾"

چھبیسویں محاضرے کا خلاصہ:

۱) محاضرہ کا خطبہ مرزا کے مستدلات میں سے دو آیتوں کی تعیین۔

۲) قسمِ ثالث کی سترہویں آیت ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾ [احزاب:۴۰] سے مرزا قادیانی کا وفاتِ مسیح پر استدلال اور اسکا ابطال۔

۳) قسمِ ثالث کی اٹھارہویں آیت ارشادِ باری تعالیٰ ﴿ فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ ﴾ [انبیاء:۷] سے مرزا قادیانی کا وفاتِ مسیح پر استدلال اور اسکا ابطال۔

۴) وہ احادیثِ نبویہ جنکا مرزا صاحب نے آیتِ قرآنی سے الحاق کیا۔

۵) وجوہِ استدلالِ مرزا اور اسکا بطلان۔

۶) رفعِ مسیح اور قیاس مع الفارق۔

۷) آیتِ خاتم النبیین حضرت عیسی علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے نہیں، جدید مدعیٔ نبوت کے ادّعاءِ نبوت کے منافی ہے۔

۸) آیت کی درست تفسیر۔

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! .....

{فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾ [احزاب: ۴۰]. **اور فرمانِ باری تعالی:** ﴿فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ ﴾ [انبیاء: ۷].

ارشادِ نبوی ہے: "الدين النصيحة".

آیات کا ترجمہ: ★"اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ رسول اللہ ہیں، اور خاتم النبیین ہیں".

★ "تم سوال کرو یہ اہلِ علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو".

یہ "**دین بھلائی ہے**" اس سلسلہ کا "**چھبیسواں محاضرہ**" ہے، جس کا عنوان ہے:

"مرزا قادیانی کا قسمِ ثالث کی مندرجہ ذیل دو آیاتِ قرآنی سے وفاتِ مسیح علیہ السلام پر استدلال، اور اس کا بطلان: (۱۷): ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾، (۱۸): ﴿فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾ ﴾"-

قسم ثالث کی سترہویں آیت اور مرزا کا وجہِ استدلال:

باری تعالی کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ۝٤٠ ﴾ [احزاب: ۴۰].

ترجمہ: "اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ رسول اللہ ہیں، اور خاتم النبیین ہیں.

یہ آیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مرد کے باپ نہ ہونے، ان کے رسول اللہ ہونے اور ان کے "خاتم النبیین" ہونے کی کھلی دلیل ہے، کہ ان کے بعد کوئی نبی ہے.

مرزا کا طرزِ استدلال:

مرزا صاحب اس آیت سے وفاتِ مسیح پر استدلال کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں.

> **"یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا، پس اس سے بھی بکمالِ وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آسکتا، کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے، اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے، اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت اب قیامت تک منقطع ہے، اس اسے ضروری طور پر یہ ماننا پڑتا ہے**

کہ مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئیگا، اور یہ امر خود مستلزم اس بات کو ہے کہ وہ مر گیا".

مناقشہ:

ہم کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا اس آیت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر مذکورہ طور پر استدلال بدیہی البطلان ہے، کہ اس نے اپنے استدلال میں قرآنی نص اور الفاظ شارع کا بالکل لحاظ نہیں رکھا ہے، بلکہ اس نے اپنے استدلال کی بنیاد خود ساختہ اپنے قیاس پر رکھی ہے، جو کتاب وسنت کے خلاف ہے، اور جو قیاس نص کتاب وسنت کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات، ان کے رفع، اور نزول پر شارع کی نصوصِ قطعیہ مستقل طور پر موجود ہیں، ہاں! اسی آیت سے مرزا کے اپنے دعوی نبوّت کا بطلان ضرور ثابت ہوتا ہے، جسکی طرف ہم بعد میں اشارہ کرتے ہیں.

آیتِ "خاتم النبیین" کی تفسیر پر ہم نے مستقل ایک مفصّل مقالہ لکھا ہے، جسکا اجمال یہ ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ کے بعد کسی کو نبوت نہ ملنے پر یہ آیت نصِ قطعی ہے، رہے حضرت عیسی علیہ السلام تو انہیں تو نبوت آنحضرت سے قبل عطا ہوئی، جبکہ مرزا کا ادّعاء نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کا ہے.

رہا مرزا کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال کہ اگر وہ زندہ ہوں، اور دنیا میں دوبارہ آجائیں، تو یا تو وہ مسلوب النبوۃ ہوں گے، اور اگر نہیں تو ہمارے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم خاتم النبیین نہ رہیں گے، اور جب وہ اس آیت کی رُو سے خاتم النبیین ہیں، تو حضرت عیسی علیہ السلام وفات شدہ ہیں، اب ہم اسکا بطلان بیان کرتے ہیں.

مرزا کے استدلال کا ابطال:

ہم کہتے ہیں کہ آیتِ خاتم النبیین کا معنی تو واضح ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوتِ ربانیہ کے سلسلہ کی آخری کڑی ہیں، اور اللہ تعالی کے دیگر انبیاء علیہم السلام سے پہلے مبعوث ہو چکے ہیں، ان کے بعد کوئی نبی نہیں بنے گا، حضرت عیسی علیہ السلام کا ادعاءِ نبوت تو آنحضرت سے پہلے کا ہے، البتہ مرزا اور دیگر جھوٹے مدعیانِ نبوت کے دعوے، نبی خاتم کے بعد ہیں، لہذا وہ اس آیت کی رُو سے کذاب ٹھہرتے ہیں، حضرت عیسی علیہ السلام وفات شدہ نہیں ٹھہرتے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خاتم النبیین کی تفسیر میں جب یہ فرمایا: "لا نبي بعده"، تو اسکا مدلول تو متعین ہو چکا، کہ اسمیں آنحضرت صلی اللہ کے بعد شرفِ نبوت ملنے کی نفی ہے، اور اس امر کا بیان ہے، کہ حضرت نبیٔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوتِ ربانیہ بند ہو چکا ہے، اگر ان سے پہلے منصبِ نبوت سے مشرّف ہونے والے کی دوبارہ آمد ہو، تو یہ آیت اسکے ہرگز منافی نہیں ہے، حضرت عیسی علیہ السلام جو نبی خاتم سے پہلے منصبِ نبوت سے مشرّف ہوئے، اور بنص شارع ان کا "رفع" ہوا، اور بنص شارع ان کا "نزول" ہوگا، وہ آمدِ ثانی پر کوئی نئی شریعت لیکر نہیں آئیں گے، نہ اپنی شریعت کو جاری فرمائیں گے، وہ تو خاتم النبیین کی خاتم الشرائع ہی کے داعی اور

متبع ہوں گے، ہاں! وہ مسلوب النبوۃ نہیں ہوں گے، ان کا شرفِ نبوت کے ساتھ موصوف رہنا نبی خاتم کی ختم نبوت کے معارض نہیں ہے، نہ عقلاً نہ نقلاً، نہ روایۃً نہ درایۃً، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کی تفسیر یہ فرمائی ہے، کہ نبوتِ ربانیہ کا سلسلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے، آپ اسکے آخری فرد ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ورسالت نہیں ملے گی.

لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کی آمدِ ثانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے معارض نہیں، البتہ آپ کے بعد کسی کا ادعاءِ نبوت اس آیت کے منافی ضرور ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ مفہوم ختم نبوت کے کھلے طور پر مخالف ہے، **جیسے کہ "مسندِ احمد" میں حضرت انس ؓ کی روایت ہے:**

"قال رسول الله ﷺ إن الرسالة والنبوّة قد انقطع بعدي، فلا رسول بعدي، ولا نبي".

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت ونبوت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے، نہ کوئی میرے بعد رسول ہو گا، نہ نبی".

پھر اس کی جو مثال دی امام بخاری ؒ نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اسے یوں نقل فرمایا ہے:

"کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے، جس نے ایک گھر بنایا، اسے حسین وجمال بنایا، صرف ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ باقی رکھی، لوگ اس کے گرد گھومتے اس کے حسن وجمال پر تعجب کرتے،

اور یہ کہتے کہ اس جگہ پر اینٹ رکھ دی جاتی؟ تو میں وہی اینٹ ہوں، اور میں خاتم النبیین ہوں".

تو یوں نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے اپنے بعد شرفِ نبوت ملنے کی نفی سے ختم نبوت کا مفہوم بیان فرمایا، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام نبی سابق کی آمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں، البتہ بعد والے مدّعیانِ نبوت کے دعوے خاتم النبیین کی ختم نبوت اور اس آیت خاتم النبیین کے خلاف ضرور ہیں، اللہ تعالی کی حکمتِ بالغہ ملاحظہ ہو، کہ مرزا صاحب کو جو صدیوں بعد ہوا، کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی آمدِ ثانی آیت خاتم النبیین کے خلاف نظر آنے لگی، جسکی بنیاد پر اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کیا، اسکا ردّ حق تعالی شانہ کے فضل وکرم سے صدیوں پہلوں کے مفسرین کے زبان وقلم سے یوں قرطاس پر ریکارڈ ہو چکا ہے، حق تعالی شانہ نے اس نکتہ پر ان کی آگہی اس وقت فرما دی، کہ مستقبل میں ایسے اشکالات اور مغالطات پیدا کرنے والوں کا ردّ امت کو پیشگی معلوم رہے، چنانچہ "تفسیرِ خازن"، "بیضاوی"، "مدارک" اور "فتح البیان" وغیرہ ہیں، اس نکتہ کی وضاحت موجود ہے، ہم صرف ایک مثال "ارشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم" کی "آیت خاتم النبیین" کی تفسیر میں تحریر سے پیش کر دیتے ہیں.

وہ یوں رقمطراز ہیں:

"ولا يقدح فيه نزول عيسى بعده ﷺ لأن معنى كونه "خاتم النبيين"، أنه لا ينبأ أحد بعده وعيسى ﷺ، ممن يُنبّأ قبله، وحين ينـزل، إنما ينـزل عاملاً على شريعة محمد ﷺ مصليًا إلى قبله، كأنه بعض أمته".

ترجمہ:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد، آیت خاتم النبیین کے منافی اس لئے نہیں ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو شرفِ نبوت عطانہ ہوگا، رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو وہ نبی خاتم سے پہلے اس منصب سے مشرف ہو چکے ہیں، پھر اپنی آمدِ ثانی پر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہی عمل پیراہوں گے، وہ آپ ہی کے قبلہ کی طرف نماز ادا کریں گے، گویا کہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے".

ایک اہم سوال:

یہاں پر ایک اہم سوال جو قادیانیت اور دیگر مدعیانِ نبوت کے پیروکاروں پر خود بخود وارد ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جنہیں نبوت، نبیٔ خاتم سے پہلے عطاہوئی، ان کی آمدِ ثانی اور آسمان سے نزول، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے منافی ہے، تو پھر بعد از خاتم النبیین مدعیانِ نبوت، وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہو یا اسکے علاوہ کوئی اور، اپنے ادعاءِ نبوت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

الحمد للہ کہ اہلِ اسلام کے ہاں تو ان کا حکم واضح ہے، خود ارشادِ نبی خاتم ہے، **جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے:**

"سيكون في أمتي ثلاثون كذابون دجالون كل منهم يدّعي أنه نبي، ولا نبي بعدي".

"میری امت میں میرے بعد تیس جھوٹے کذاب ودجال مدعیانِ نبوت ہوں گے".

لہذا ہم کہتے ہیں:

نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد والے مدعیان نبوت جھوٹے اور دجال ہیں، کہ ان کے دعوے آیتِ خاتم النبیین اور حدیثِ "لا نبي بعدي" کے متعارض ہیں، مگر نزولِ مسیح جو ربّانی فیصلہ، اس اولی العزم نبی کے بارے میں ہوا ہے، جو نبی خاتم سے پہلے نبوت سے مشرف ہوئے، ان کا نزول اور آمدِ ثانی، آیتِ خاتم النبیین اور حدیث "لا نبي بعدي" سے ہرگز معارض نہیں ہے.

البتہ ان مدعیانِ نبوت کے دعوے ضرور متعارض ہیں، کہ جس قرآن وسنت نے ان کے دعووں کو جھوٹا کہا ہے، اسی قرآن وسنت نے حضرت عیسی علیہ السلام کے "رفع"، "نزول" اور ان کی حیات کو ثابت کیا ہے.

عمومی بشریت اور اہلِ اسلام میں سے، یا ابنائے ملت قادیانیت میں سے قرآن وسنت میں وارد شارع کی نصوص میں معمولی تأمل کرنے والے پر یہ بات عیاں ہو

جاتی ہے، کہ مرزا غلام احمد نے کسی شرعی حجّت کے بغیر ہی نزولِ مسیح کا انکار کیا ہے؟ انہیں محض ان اوہام و اشکالات نے گھیر رکھا تھا، جو انھوں نے حیاتِ عیسی علیہ السلام کی ادلّہ کے گرد اٹھا رکھے تھے، جن میں سے ان کا یہ وہم بھی تھا، کہ نزولِ مسیح آیتِ خاتم النبیین کے منافی پڑتا ہے، جس کا ہم نے الحمد للہ ازالہ کر دیا ہے.

نیز مرزا صاحب کا یہ وہم کہ اگر مسیح علیہ السلام تشریف لے آئے تو ماہیتِ نبوت جسکا وجود نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد "لا نبي بعدي" کی رُو سے منفی ہے؟ کیا وہ آمدِ ثانی پر مسلوب النبوۃ ہوں گے؟ پھر اگر وہ آئیں گے تو کس شریعت کی اتباع کریں گے؟ شریعتِ عیسوی کی یا شریعتِ محمدی کی؟

امتِ مسلمہ کی طرف سے اس مرزائی وہم کا جواب بالکل واضح ہے کہ منصبِ نبوت ملنے کے بعد چھپتا نہیں ہے، یہ عطاء ربانی واپس نہیں ہوتی، نبی خاتم کی خاتم الشرائع تا قیامت باقی رہنے اور نافذ العمل ہونے کے لئے ہے، عیسی علیہ السلام اپنی اسی نبوت کے شرف سے مشرّف رہتے ہوئے ہی اتریں گے، جو انہیں نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عطا ہوئی، اور اترنے کے بعد وہ شریعتِ محمدیہ کی اتباع کریں گے، اور اسی کے مطابق فیصلے فرمائیں گے، کیونکہ ان کا نزولِ ثانی نبی خاتم کے دور میں ہو گا، اور وہ اسی خاتم الشرائع کی تقویت کے لئے کوشاں رہیں گے، یہ تمام ربّانی فیصلے ہیں، جن کے بارے میں کسی قسم کے اوہام میں مبتلا ہونا، یا شکوک وشبہات میں پڑنا، ایمان کے منافی ہے.

علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے بخاری شریف کی شرح میں طبرانی کے حوالے سے حضرت عبد اللہ ابن مغفل رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو ذکر کیا ہے:

"ينـزل عيسى ابن مريم عليه السلام مصدقاً بمحمد ﷺ على ملته، واختاره الله عزّ وجلّ لهذه الخدمة الجليلة والنعمة الجليلة ليكون آية للناس حيث قال قبل ولادته: ﴿وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّاۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ٢١﴾ [مريم: ٢١]".

"حضرت عیسی ابن مریم نازل ہوں گے، وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والے، اور انہی کی ملت پر ہوں گے، حق تعالی شانہ نے اس عظیم خدمت کے لئے اور اس نعمتِ بے پایاں کے لئے ان کا انتخاب فرمایا ہے، تاکہ وہ لوگوں کے لئے عظیم نشان ثابت ہوں، کیونکہ ربّ تعالی نے ان کی ولادت کے وقت فرمایا تھا: ﴿وَلِنَجْعَلَهُۥٓ ءَايَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّاۚ وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا ٢١﴾ [مریم:۲۱]، تاکہ ہم انہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دیں، اور اپنی طرف سے رحمت، اور یہ حق تعالی شانہ کا طے شدہ فیصلہ ہے".

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

"أنا أولى الناس بعيسى ابن مريم"، [رواه البخاري].

"میں عیسی بن مریم کے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں".

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ صحیح وثابت اخبار ہیں، جن سے حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع ونزول اور ان کی حکمتیں واضح طور پر ثابت ہو رہی

ہیں، نیز وہ اس موضوع پر مرزا کے اوہام وخیالات اور باطل شبہات کا صفایا کرتی ہیں، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام کا نزول آیت خاتم النبیین کے معارض نہیں ہے.

پھر ایک ہی وقت میں ایک نبی کا بطور دوسرے نبی کے تابع اور دوسرے کا بطور امام ومتبوع ہونا اسکی سابقہ انبیاء میں نظائر بھی موجود ہیں، تاریخ رسل میں یہ کوئی نرالا یا مستحیل امر نہیں ہے.

حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام دونوں ایک ہی وقت میں نبی تھے، حضرت موسی صاحبِ شریعت، امام اور مطاع تھے، جبکہ حضرت ہارون ان کے وزیر تابع اور خلیفہ تھے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى ٱلْكِتَٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهُۥٓ أَخَاهُ هَٰرُونَ وَزِيرًا ﴿٣٥﴾ ﴾ [فرقان:۳۵]. ترجمہ: "ہم نے موسی کو کتاب دی، اور ان کے ساتھ ان کے بھائی کو وزیر بنایا".

سورہ "اعراف" میں ہے: ﴿وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَٰرُونَ ٱخْلُفْنِى فِى قَوْمِى وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿١٤٢﴾ ﴾ [اعراف:۱۴۲]، ترجمہ: "موسی نے ہاروں سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے خلیفہ رہو، اور اصلاح کرتے رہو، اور مفسدین کی راہ پر نہ چلنا".

حضرت ہارون علیہ السلام خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ نبی اللہ بھی تھے، وہ امت کو حضرت موسی علیہ السلام کی اطاعت کی تعلیم دیتے تھے، قرآن کریم نے حضرت ہارون کی نبوت کی تصریح بھی فرمائی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهُۥ مِن رَّحْمَتِنَآ

أَخَاهُ هَٰرُونَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ ﴾ [مریم:۵۳]، ترجمہ: "اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا".

اسی طرح حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام ایک ہی وقت میں دونوں نبی تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام امام اور صاحبِ شریعت تھے، جبکہ حضرت لوط علیہ السلام نبی اور ان کے تابع تھے، قرآن کریم نے حضرت لوط علیہ السلام کی نبوت کو تو یوں بیان فرمایا: ﴿ وَإِنَّ لُوطًا لَّمِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٣﴾ ﴾ [صافات:۱۳۳]، ترجمہ: "حضرت لوط یقیناً مرسلین میں سے تھے". اور ان کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کو یوں بیان فرمایا، ﴿فَـَٔامَنَ لَهُۥ لُوطٌ﴾ [عنکبوت:۲۶]، ترجمہ: "سو ان پر لوط ایمان لے آئے".

اسی طرح حضرت عیسی اور یحی علیہما السلام دونوں ایک وقت میں نبی تھے، حضرت عیسی علیہ السلام امام ومتبع اور یحی علیہ السلام تابع تھے، قرآن کریم نے حضرت عیسی علیہ السلام کی اس صفت کو یوں بیان فرمایا: ﴿ فَنَادَتْهُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُصَلِّى فِى ٱلْمِحْرَابِ أَنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴿٣٩﴾ ﴾ [آل عمران:۳۹]، ترجمہ: "پھر ان کو فرشتوں نے آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے، کہ اللہ تعالی آپ کو یحی کی خوشخبری دیتے ہیں، جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہیں، سید ہیں، پاکدامن ہیں، اور نبی ہیں صالحین میں سے".

اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ شریعتِ محمدیہ کی پیروی کریں گے، اور متّبع اور امام حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے، اور تابع، وزیر اور خلیفہ حضرت عیسی علیہ السلام ہوں گے، لہذا ان کا نزول آیتِ خاتم النبیین کے معارض نہیں ہے، ہاں! یہ آیت: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾ [احزاب:۴۰]، جناب نبی خاتم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعیٔ نبوت کی تکذیب کر رہی ہے، اور اسکے دعوی کے منافی اور معارض ضرور ہے، حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے نہیں، مرزا اور دیگر مدعیانِ نبوت کے خلاف ضرور ہے، لہذا مرزا صاحب کا اس آیت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کے منافی قرار دیکر اس آیت سے ان کی وفات پر استدلال باطل ہے.

قسمِ ثالث کی اٹھارویں آیت:

باری تعالی کا ارشاد ہے: ﴿فَسْـَٔلُوٓا۟ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٧﴾﴾ [انبیاء:۷].

ترجمہ: "تم سوال کروں اہلِ علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو".

اس آیت پر مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل رائے ہے:

"یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں، تو اہلِ کتاب کی طرف رجوع کرو، اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو، تاکہ اصل

حقیقت تم پر منکشف ہو جائے، سو جب ہم نے موافق حکم اس آیت کے اہلِ کتاب یعنی یہود اور نصاری کے کتابوں کی طرف رجوع کیا، اور معلوم کرنا چاہا، کہ کیا اگر کسی نبی گذشتہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہو، تو وہی آجاتا ہے؟ یا ایسی عبارتوں کے کچھ اور معنی ہوتے ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ اسی امر متنازع فیہ کا مشکل ایک مقدمہ حضرت مسیح ابن مریم آپ ہی فیصل کر چکے ہیں، اور ان کے فیصلے کا ہمارے فیصلے کے ساتھ اتفاق ہے، دیکھو کتاب "سلاطین" وکتاب "ملاکی نبی" اور "انجیل" جو ایلیاء کا دوبارہ آسمان سے اُترنا کس طور سے حضرت مسیح نے بیان فرمایا ہے".

مرزا کے کلام کا ماحصل:

مرزا کے مذکورہ قول کا ماحصل یہ ہے کہ چونکہ انہیں اہلِ کتاب سے پوچھنے کا پابند بنایا گیا ہے، تو انھوں نے "ایلیا" کے آسمان سے نزول کے بارے میں اہلِ کتب کی کتب سے رجوع کیا، تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے حضرت الیاس علیہ السلام کے نزول کی پیش گوئی ان کے مثیل حضرت یحی علیہ السلام کی آمد کی صورت میں مکمل ہوتی بتائی ہے، لہذا حضرت مسیح کا نزول بھی ان کے مثیل مرزا غلام احمد قادیانی کی آمد سے پورا ہو گیا ہے.

مناقشہ:

مرزا کا یہ اسلوبِ استدلال بدیھی البطلان ہے، نیز اسکا مذکورہ قول اس امر کی دلیل بھی ہے، کہ اسے اس قرآنی آیت کے مدلول کا بالکل ہی علم نہیں ہو سکا، اس

آیت کا صحیح مدلول کیا ہے؟ اسے بیان کرنے سے قبل ہم مرزا صاحب کے اسی آیت سے وفاتِ عیسی علیہ السلام کے استدلال کے بطلان کو بیان کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ:

اولاً: اگر مرزا صاحب کا یہ قول کہ ہم اہل کتاب سے رجوع کرنے کے پابند ہیں، درست ہو تو اسکی اسی شرط کو جو آیت میں مذکور ہے، اور تمام مسلمان کے علم میں ہے، اسے مرزا صاحب نہ جان سکے، یا عمداً ابھلا بیٹھے، اور وہ کہ جب ہمیں اپنی شریعت کے کسی امر کا علم نہ ہو، ﴿فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٧﴾ [انبیاء: ۷]، کی شرط کا یہی معنی ہے.

ثانیاً: جب ہمیں قرآن وسنت کی واضح تعلیمات سے حضرت عیسی علیہ السلام کا حقیقی رفع ان کا بعینہ نزول اور حیات کا علم ہو چکا ہے، اور اس باب میں ہمیں کوئی کج فہمی، جہالت یا شک وتردد نہیں ہے، تو ہم کیونکر اہل کتاب سے رجوع کریں؟

ثالثاً: اس صورتِ حال میں ہمارا اہلِ کتاب سے رجوع کرنا کھلے طور پر قرآن وسنت سے اعراض ہے، اور اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظ ومعصوم تعلیمات کو ترک کرکے محرّف ومبدّل اوراق پر اعتماد کرنا ہے، اور یہ باری تعالی کے اس ارشاد کا مصداق ہے: ﴿أَتَسْتَبْدِلُونَ ٱلَّذِى هُوَ أَدْنَىٰ بِٱلَّذِى هُوَ خَيْرٌ﴾ [بقرہ: ۶۱]، **ترجمہ:** "کیا تم بہتر کو چھوڑ کر اسے ابتر سے تبدیل کر رہے ہو".

رابعاً: حضرت الیاس علیہ السلام کے رفعِ سماوی اور وہاں سے نزول کو کلی طور پر

ہم قرآن وحدیث میں نہیں پاتے ہیں، نہ ہی اسکی مثال یا حقیقت کا کہیں بھی اسلامی مراجع میں ذکر پاتے ہیں، جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع ونزول قرآن وسنت میں مذکور ہے، اور حضرت "ایلیاء" کا کہیں ذکر نہیں تو مرزا صاحب ایک موجود امر کو معدوم پر کیسے قیاس کرتے ہیں، پھر اسکی بنا پر خود کو مثیلِ عیسی کس طرح کہتے ہیں؟ حالانکہ یہ تو محض یہود کا خود ساختہ عذر ہے، اس سے بڑھکر اسکی کوئی حقیقت نہیں ہے.

خامسًا: حضرت یحی علیہ السلام، مثیل الیاس نہیں ہیں، قرآن کریم نے حضرت یحی کا ذکر ان کے والد سے مخاطب ہو کر یوں فرمایا ہے: ﴿ يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسۡمُهُۥ يَحۡيَىٰ لَمۡ نَجۡعَل لَّهُۥ مِن قَبۡلُ سَمِيّٗا ۝٧ ﴾ [مریم:۷]، **ترجمہ:** "اے زکریا ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جسکا نام یحی ہے، ہم نے اس قبل اسکا ہم نام نہیں بنایا". نیز فرمایا: ﴿أَنَّ ٱللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحۡيَىٰ مُصَدِّقَۢا بِكَلِمَةٖ مِّنَ ٱللَّهِ وَسَيِّدٗا وَحَصُورٗا وَنَبِيّٗا مِّنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۝٣٩ ﴾ [آل عمران:۳۹]، **ترجمہ:** "اللہ تعالی آپ کو یحی کی خوشخبری دیتے ہیں، جو کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہیں، سید ہیں، پاکدامن ہیں، اور نبی ہیں صالحین میں سے".

اگر یحی علیہ السلام مثیلِ الیاس علیہ السلام ہوتے تو خوش خبری کے اس موقع پر حق تعالی شانہ اس امر کا بھی ان کے تعارف میں ضرور ذکر فرماتے، اور پھر حضرت زکریا جو نبی اللہ تھے، کامل العلم تھے، اور اپنے زمانہ میں مقامِ مرجعیت کے حامل

تھے، ضروری تھا کہ حق تعالیٰ شانہ انہیں اس پر مطلع فرماتے، کہ یہ "مولودِ مسعود" جس کا تجھے انتظار ہے، اور جسکی ہم بشارت دے رہے ہیں، یہ مثیل الیاس ہے، حق تعالیٰ شانہ نے ان کے جمیع اوصاف ذکر فرمائے، نیز یہ بھی فرمایا کہ انکا ہم نام پہلے نہیں ہوا، تو یہ کیونکر ذکر نہیں فرمایا کہ یہ مثیلِ الیاس ہے؟

قادیانیت سے سوال:

ہمارا قادیانیت سے سوال ہے کہ جب قرآن وسنت اس امر سے خالی ہیں، کہ یحیٰ علیہ السلام مثیلِ مسیح ہیں، تو مرزا صاحب نے کس بنیاد پر انہیں مثیلِ الیاس ٹھہرایا ہے؟ نیز مرزا صاحب کس بنیاد پر خود مثیلِ مسیح بن بیٹھے ہیں؟.

سادسًا: انجیل سے ثابت نہیں کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام نے خود مثیلِ ایلیاء ہونے کا دعویٰ کیا ہو؟ بلکہ ان کا اس امر سے انکار موجود ہے، جب یہود نے ان سے اس بارے میں استفسار کیا، تو انہوں نے صاف طور پر اسکا انکار کیا.

انجیل "یوحنا" باب اول کی ۱۹ سے لیکر اکیسوں آیت میں یوں آیا ہے:

۱۹- "اور "یوحنا" کی گواہی تھی جبکہ یہودیوں نے کاہنوں اور پادریوں کو بھیجا کہ اس سے پوچھیں کہ تو کون ہے"؟

۲۰- "اور اس نے اقرار کیا، اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ مسیح نہیں ہوں".

۲۱- "تب انھوں نے اس سے پوچھا تو اور کون ہے؟ کیا تو الیاس ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں، پس آیا وہ نبی ہے، اس نے جواب دیا نہیں".

اس انجیلی حوالہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت یحیٰ جن کا نام انجیل میں "یوحنا" ہے، انھوں نے یہود علماء کے سوال پر اس امر سے انکار کیا کہ وہ مثیلِ الیاس ہیں، لہذا مرزا صاحب کا ان کے مثیلِ ایلیاء ہونے کا دعوی باطل ہوا، اور یہی مرزا صاحب کے مثیلِ مسیح ہونے کی بنیاد تھی، لہذا مرزا اپنے دعوئ مماثلت میں بلا اصل واساس رہ گیا.

سابعًا: اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ الیاس کی دوبارہ آمد کی پیشگوئی موجود تھی، اور اسکا پورا ہونا ان کے مثیل یحیٰ علیہ السلام کی آمد سے ہوا، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مسیح کی دوبارہ آمد کی پیش گوئی بھی اسکے مثیل کے آنے سے پوری ہو، کیونکہ دوسرے قضیہ کے پہلے قضیہ کی طرح ہونے کی دلیل شرعی مطلوب ہے، جو نہیں ہے.

ہمارے اس مذکورہ بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ مرزا صاحب نے اپنے مثیلِ مسیح ہونے کے لئے جس امر کو اساس ٹھہرایا تھا، وہ فی حدّ ذاتہ باطل ہے، لہذا مرزا کا دعوی بھی باطل ہوا، نیز اس سے مرزا کا آیت ﴿فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٧﴾ سے وفاتِ مسیح کا استدلال بھی باطل ہو گیا، اب ہم اس آیت کا درست مفہوم بیان کرتے ہیں.

آیت﴿فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ﴾ کا درست مفہوم:

اس آیت کے درست مدلول کو جاننے کا راستہ نہایت ہی آسان ہے، اور وہ اس آیت کے سیاق وسباق کا مطالعہ ہے، جس میں حق تعالی شانہ نے اپنے نبی کو یہ خبر دی

کہ ہم نے آپ سے قبل جتنے رسول بھیجے، وہ تمام کے تمام بشر تھے، اور یہ سمجھانا مقصود ہے کہ بشریت اور رسالت میں منافاۃ نہیں ہے، مگر نبوت ورسالت کی شرط یہ کہ بشر رسول وحی ربانی سے ہدایات حاصل کرے، پھر آخر آیت میں یہ ہدایت دی کہ اگر کوئی شخص قاصر الفہم ہے، وہ حکمِ ربّانی اور خطاب رحمانی کے مدلول کو نہ سمجھ سکا تو اسے اہلِ علم سے رجوع کرنا چاہئے، رہے وہ حضرات کہ جن پر وحی ربانی کا نزول ہوتا ہے، ان کے لئے بشریت سے خروج اور حاجاتِ بشریت سے استغناء لازم نہیں ہے، وہ بھی کھانے پینے کے محتاج رہے ہیں، وہ محض بلا جان ورُوح "لا شے" نہیں تھے کہ نہ کھاتے نہ پیتے، بلکہ وہ بشر تھے، احتیاجاتِ بشری انہیں لاحق تھیں.

اسی طرح رسول کے لئے "خلود" یعنی ہمیشہ رہنا ضروری نہیں، یہ اس لئے بتایا کہ کفار آنحضرت پر اعتراض کرتے تھے کہ: ﴿مَالِ هَٰذَا ٱلرَّسُولِ يَأْكُلُ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي ٱلْأَسْوَاقِ﴾ [فرقان: ۷]؟ **ترجمہ:** "یہ کیا رسول ہے کہ کھاتا پیتا ہے، اور بازاروں میں چلتا ہے"؟.

تو فرمایا کہ رسول بے جان لا شئے نہیں ہوتے کہ نہ کھائیں نہ پئیں، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی ایسا گذرا ہے کہ کھاتا پیتا نہ ہو، نہ ایسا گزرا کہ اسے موت نہ آئے، اسے ہمیشگی ہو، تو کسی نبی کے کھانے پینے سے اسکی نبوت کی نفی نہیں ہوتی، نہ کسی کے نہ کھانے پینے سے اسکی نبوت ثابت ہوتی ہے.

اسکے بعد حق تعالی شانہ نے فرمایا کہ اگر کسی مسئلہ میں التباس ہو، سمجھ میں نہ آئے تو اہلِ علم سے پوچھ لو، نیز فرمایا کہ رسالت ونبوت کی تصدیق کے دلائل میں

سے ہے، کہ: ﴿ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ ٱلْوَعْدَ فَأَنجَيْنَاهُمْ وَمَن نَّشَآءُ وَأَهْلَكْنَا ٱلْمُسْرِفِينَ ۝٩ ﴾ [انبیاء: ۹]، **ترجمہ:** "کہ حق تعالی شانہ نے نبی اور اسکے اتباع کو نجات دے دی، اور اس کے منکرین اور معارضین کو ہلاک کر دیا". حالانکہ وہ ایک ہی مقام پر رہائش پذیر رہے.

یوں اگر مرزا﴿ فَسْـَٔلُوٓاْ أَهْلَ ٱلذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٧ ﴾ کو اسکے سیاق وسباق کی روشنی میں دیکھتا تو وہ اس آیت کے درست مدلول کو پالیتا، پھر وہ بعید از عقل ومنطق، بعید از فہم وفراست اور بعید از شان ونزول، خود ساختہ وہم وقیاس کے ذریعہ اس آیت کو اپنے مقصد کے لئے استعمال نہ کرتا، لہذا مرزا صاحب کا اس آیت سے وفاتِ مسیح اور اپنے آپ کو مثیلِ مسیح ثابت کرنے کا استدلال کرنا مذکو وجوہ سے باطل ہو گیا. **ولله الحمد والمنة.**

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

(ستائیسواں محاضرہ)

از: "سلسلہ دین بھلائی ہے".

بعنوان

"مرزا قادیانی کا دو آیاتِ قرآنی ارشاد باری تعالی:

﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْ ﴾

اور ارشاد باری تعالی: ﴿ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرٗا رَّسُولٗا ﴾ سے وفات مسیح پر استدلال،

اور اس کا ابطال"

ستائیسوے حاضرہ کا خلاصہ:

۱) خطبۂ محاضرہ- مرزا قادیانی کے مستدلات میں سے دو آیاتِ قرآنی کی تعیین.

۲) **پہلی آیت:** باری تعالی کا ارشاد گرامی: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمۡ عَنۡهُ فَٱنتَهُواْۚ﴾ [حشر: ۷]، اور مرزا قادیانی کا وجہ استدلال.

۳) مناقشہ وابطال استدلال مرزا.

۴) **دوسری آیت:** باری تعالی کا ارشاد گرامی: ﴿قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرٗا رَّسُولٗا﴾ [اسراء: ۹۳]،اور مرزا قادیانی کا وجہ استدلال.

۵) نص قرآنی کا اصل مفہوم ، موردِ آیت اور دیگر قرآنی آیات کی روشنی میں.

۶) اس آیت سے مرزا قادیانی کے وجہ استدلال کا ابطال.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ...

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ إِنَّ ٱللَّهَ شَدِيدُ ٱلْعِقَابِ ۝٧﴾ [حشر: ۷].

نیز فرمانِ ربانی ہے: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [اسراء: ۹۳].

ارشاد نبوی ہے: (الدين النصيحة).

صدق الله العظيم، وصدق رسولنا النبي الكريم.

سلسلہ دین بھلائی ہے کا یہ "**ستائیسواں محاضرہ**" ہے جس کا عنوان ہے "**مرزا قادیانی کا دو آیاتِ قرآنی ارشاد باری تعالیٰ:** ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ **اور ارشاد باری تعالیٰ:** ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ **سے وفات مسیح پر استدلال اور اس ابطال**".

قسم ثالث میں سے انیسویں آیت اور مرزا قادیانی کا اس سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال اور اس کا ابطال:

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ [حشر: ۷].

اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

"یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے، وہ لے لو، اور جس سے منع کرے، وہ چھوڑ دو".

یاد رکھیں کہ:

مرزا صاحب نے ترجمہ میں "علم و معرفت" کا میں سے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا ہے، حالانکہ قرآن کریم کی نص میں یہ قید نہیں ہے.

اس آیت کے ساتھ بعض احادیث نبویہ کو ملا کر مرزا صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں.

ذیل میں ان احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے:

پہلی حدیث:

حضرت أبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"أعمار أمتي ما بين الستين إلى السبعين وأقلهم يجاوز ذلك". (رواه الترمذي وابن ماجة).

ترجمہ: "میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر برس کے مابین ہیں اور ان میں تھوڑے ہی اس سے تجاوز کریں گے".

اس حدیث کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی "ازالۂ اوہام" کے صفحہ ۲۵۵ پر لکھتے ہیں.

"ظاہر ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اس امت کے شمار میں آگئے ہیں، پھر اتنا فرق کیونکر ممکن ہے کہ اور لوگ تو ستر برس تک مشکل سے پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار کے قریب ان کی زندگی کے برس گذر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ دنیا میں آکر پھر چالیس یا پینتالیس برس زندہ رہیں گے".

دوسری حدیث:

"عن جابر ﷺ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر تسألون عن الساعة وإنما علمها عند الله وأقسم بالله ما على الأرض من نفس منفوسة يأتي عليه مائة سنة وهي حية". (رواه مسلم).

ترجمہ:

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انکی وفات سے ایک ماہ قبل یہ سنا کہ تم قیامت کا پوچھتے ہو - اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اس زمین پر کوئی

زندہ ایسا نہیں جس پر ایک سو سال آئے اور وہ وزندہ ہو"۔ (مسلم نے اس کو روایت کیا ہے).

مرزا غلام احمد قادیانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ:

"اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص زمین کی مخلوقات میں سے ہو وہ سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے کہ آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائیں لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور "ما على الأرض**" میں داخل ہیں".**

قادیانی اوہام کا ازالہ:

مذکورہ دونوں حدیثوں کے گرد مرزا صاحب کے اوہام واشکالات اور مغالطات کے ازالہ اور ان سے وفات عیسی علیہ السلام پر استدلال کے ابطال کیلئے ہم کہتے ہیں کہ:

اولاً: حضرت عیسی علیہ السلام کا آسمانی رفع اور پھر وہاں سے نزول اور انکی حیات یہ وہ شرعی حقائق ہیں جو آیات قرآنیہ قطعیہ اور احادیث نبویہ صحیحہ مرفوعہ سے ثابت شدہ ہیں جن کے مقابلے میں مرزا صاحب کے قیاسات واجتہادات شخصیہ کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے.

رہی مذکورہ دونوں حدیثیں تو وہ دونوں حضرت عیسی علیہ السلام کے نام نامی ان کے رفع کی نفی اور ان کے نزول کی نفی یا انکی حیات کی نفی سے یکسر خالی ہیں.

لہذا مرزا صاحب کا ان سے اپنے مقصود پر استدلال سرے سے ہی باطل ہے.

ثانیاً: آیت قرآنی میں صرف الفاظ یہی ہیں کہ جو کچھ تمہیں رسول عطا کریں لے لو، مگر مرزا صاحب نے اپنی طرف سے اس کے ترجمہ میں "علم و معرفت" کی تخصیص کر کے الحاد و تحریف کا ارتکاب کیا ہے.

حق اور صواب یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق میں غور کرنے والا بخوبی جان سکتا ہے کہ حق تعالی شانہ نے اس سے قبل غنیمت اور فیئ کا ذکر فرمایا ہے.

پھر یوں فرمایا کہ جو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطا کریں اسے لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور باز رہو.

تو ظاہر ہے کہ مال غنیمت اور فیئ سے حصہ ملنے پہ تقسیم نبوی پر رضا کا حکم دیا جا رہا ہے.

پھر اگر لفظ "ما" کے عموم کو دیکھا جائے تو پھر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا ہونے والی ہر چیز کو شامل ہے وہ مال و متاع ہو یا علم و معرفت یا آپ کی قضاء اور بیان شرائع اسلام تو اس اعتبار سے تو اس عموم کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے حضرت عیسی کے رفع ان کے نزول اور انکی حیات اور نزول کے کے علاوہ ان کے عظیم الشان کارناموں پھر ان کی شادی انکی اولاد اور ان کی وفات ان کے جنازہ اور دفن تک کے بارے میں بیان فرمایا ہے، تو ان سبھی امور بسر و چشم قبول کیا جائے، کہ ان سب امور کو یہ آیت شامل

ہے، اس اعتبار سے اس آیت کا مضمون امت مسلمہ کیلئے نافع ہوا، نہ کہ قادیانیت کیلئے.

ثالثًا: وہ حدیث نبوی جس میں امت محمدیہ کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے مابین بتائی گئ ہیں اس سے وفات مسیح کا اثبات مندرجہ ذیل وجوہ کی بناپر انتہائی کج فہمی ہے.

الف:

اس حدیث میں بعض کی عمروں میں اس سے زائد کی تصریح بھی موجود ہے، مگر اس زائد کی تعیین نبوی نہیں ہے کہ جس کی روشنی میں حضرت عیسی علیہ السلام کی عمر کے بارے میں کہا جائے، کہ وہ حد سے متجاوز ہو گئ ہے اور ہم مجبورًا تعیین نبوی کی روشنی میں حضرت عیسی علیہ السلام کو وفات شدہ کہیں.

ب:

اس حدیث میں "امتی" کی تصریح حضرت عیسی علیہ السلام پر منطبق نہیں ہوتی کہ وہ تو دراصل انبیاء کی جنس کے ایک فرد ہیں، وہ مستقل نبی ہیں، نزول کے وقت مشرف بنبوت ہوں گے، صرف بسبب خصوصیت نبی خاتم کے اتباع میں سے ہوں گے.

جو اصل میں نبیوں کی جنس سے ہیں امتیوں کی جنس سے ہے ہی نہیں، نیز ان کا

اس امت میں شمار خود انکی دعا کی مقبولیت کا بھی مظہر ہے، ان کے بارے میں یہ ربانی فیصلہ ہے اور نبی خاتم اور سید الرسل کا بھی شرف ہے، نیز یہ خیر امت کا بھی شرف ہے، یہ ربانی قضاء ہے، جسے بیانِ شارع کا قبول کر لیناہی ایمان ہے.

اس میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے کہ مرزا صاحب اس سے اپنی رائے اور خیال سے الٹ سلٹ امور خلاف بیانِ شارع ثابت کرتے رہیں.

ج:

حدیث (لا تزال طائفة من أمتی ظاهرين على الحق) ألخ.

"میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا جنہیں چھوڑنے والے ان کا نقصان نہ کریں گے".

اسی لئے جب حضرت عیسی علیہ السلام نازل ہوں گے اور امام مہدی انہیں امامت کیلئے پیش کش کریں گے تو وہ فرمائیں گے (إمامكم منكم) یعنی تمہاراامام تمہی میں سے ہے.

تو اگر وہ اس امت سے ہوتے تو ان کا یہ عذر درست نہیں ہو گا.

بہر حال حضرت عیسی علیہ السلام کا خود مستقل نبی ہونا جہاں ان کے اس امت سے خارج ہونے کی دلیل ہے، یہ امر مرزا صاحب کے مثیل مسیح ہونے کے دعوی کے بطلان کی بھی پختہ دلیل ہے کہ وہ مثیل مسیح نہیں ہے، کیونکہ جب مسیح موعود اس امت سے خارج ہے تو مثیل مسیح کیونکر اس امت میں سے ہو؟ مرزا صاحب تو اس

امت میں سے ہیں، وہ کیسے مثیل عیسی عوئے؟

ان تمام امور کے پیشِ نظر حضرت مسیح کی عمر طویل امت محمدیہ کی کم عمروں والی حدیث کے حکم میں نہیں آتی، کہ انہیں اس حدیث کی روشنی میں وفات شدہ نبی ٹھہرایا جائے، البتہ مرزا صاحب کا اس حدیث سے انکی وفات پر استدلال سراسر باطل ہے.

د:

حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں قرآن کا یہ فرمانا کہ وہ سن کہولت میں ہمکلام ہوں گے (ويكلم الناس في المهد وكهلا) اس میں (کہل) کا کلمہ یہ بتارہا ہے کہ ان کی زمینی عمر شمار ہو گی جس میں وہ سن کہولت میں پہنچیں گے.

نیز ہم کہتے ہیں کہ "**کہل**" کا لفظ بذات خود بتارہا ہے انکی طویل العمری ایسی ہو گی کہ اس عمر میں کسی بشر نے ان سے قبل تکلم نہ کیا ہو گا، لہذا وہ اگر امت ہی کے فرد ہیں تو ان میں سے ان کا استثناء حدیث میں موجود ہے، یا وہ اصل امر میں اس امت سے خارج ہیں، لہذا یہ حدیث ان پر منطق نہ ہو گی.

یادرہے کہ:

خود مرزاصاحب کی بھی تصریح اسکی تایید میں ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

"یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح بن مریم اس امت کے شمار میں ہی آگئے ہیں".

یہ امر بدیہی ہے کہ کسی شخص کے اصل امت سے ہونے اور اس کے امت میں شمار ہونے میں واضح فرق ہوتا ہے.

تو یہ حدیث حضرت عیسی علیہ السلام کی طویل العمری کے ہرگز خلاف ہے، مرزا صاحب کا اس سے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال باطل ہے.

۵:

نہایت ہی اہم اور اقوی ترین دلیل یہ ہے کہ ایک طرف حدیث مذکور یکسر حضرت عیسی علیہ السلام کے ذکر سے خالی ہے، مرزا صاحب نہ اس کے منطوق سے نہ اشارہ وکنایہ سے وفات مسیح کا اثبات کرسکے، بلکہ وہ محض قیاس ورائے سے یہ ناکام سعی کرتے رہے.

جبکہ دوسری طرف "نزول مسیح" کی احادیث نص صریح کے طور پر ان کے نام نامی کے ساتھ ان کے نزول پر ناطق ہیں جو حضرت عیسی علیہ السلام کا اعمار امتی والی حدیث سے استثناء کررہی ہیں، لہذا اس حدیث سے وفات مسیح پر استدلال کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی ہے، یہاں تک تو پہلی حدیث پر ہماری گفتگو ختم ہوئی.

حدیث دوم کا جواب:

مرزا قادیانی نے آیت قرآنی (ما آتاکم الرسول فخذوه) والی آیت کے ذیل میں جس دوسری حدیث سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ذی حیات کیلئے ایک سو سال تک وفات شدہ

ہونے کی حتمی خبر دی ہے.

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر حضرت عیسی علیہ السلام زندہ بھی تھے تو اس مدت میں ان کی وفات ہوچکی ہے.

ہم اس کے جواب میں اتنا کہتے ہیں کہ اس حدیث کے الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا خود بخود اس سے استثناء ظاہر وبین ہے.

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ما علی الأرض" جو کوئی زمین پر ہے، وہ تو اس وقت آسمان پر تھے، اور آج بھی ہیں، لہذا وہ اس حکم سے مستثنی ہیں. اس حدیث سے انکی وفات پر مرزا صاحب کا استدلال درست نہیں ہے

قسم ثالث میں سے بیسویں آیت:

باری تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرٗا رَّسُولٗا﴾ [اسراء: ۷].

ترجمہ: "آپ کہہ دیں کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں".

یہ مرزا صاحب کے حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات پر استدلال کی تیسویں آیت قرآنی ہے:

اس آیت کے ترجمہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"بعض کفار کہتے ہیں کہ تو آسمان پر چڑھ کر ہمیں دکھلا تب ہم ایمان لاویں

گے ان کو کہہ دے کہ میرا خدا اس سے پاک تر ہے کہ اس دار الابتلاء میں کھلے کھلے نشان دکھلاوے اور میں بجز اس کے اور کوئی نہیں ہوں مگر ایک آدمی".

مناقشہ:

اولاً: ہم کہتے ہیں:

کہ مرزا صاحب نے اپنے ترجمہ و تاویل میں اپنی طرف سے بہت سے امور کا اضافہ کیا ہے اور انھوں نے اس میں قرآنی الفاظ کی رعایت بالکل نہیں رکھی.

پھر ان کا مزید یہ بھی کہنا ہے کہ:

" اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان پر چڑھنے کا نشان مانگا تھا اور انہیں صاف جواب ملا کہ یہ عادت اللہ نہیں کہ کسی جسم خاکی کو آسمان پر لے جائے".

اب اگر جسم خاکی کے ساتھ ابن مریم کا آسمان پر چڑھنا صحیح مان لیا جائے تو یہ جواب مذکورہ بالا سخت اعتراض کے لائق ٹھہرے گا اور کلام الہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا، لہذا قطعی اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح بجسدہ العنصری آسمان پر نہیں گئے بلکہ موت کے بعد آسمان پر گئے ہیں.

ثانیاً: مرزا صاحب نے معراج کی رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذشتہ انبیاء کی ملاقات کا ذکر کیا ہے جن میں حضرت آدم حضرت یحیی اور

حضرت ادریس حضرت ابراہیم حضرت یوسف اور حضرت عیسی علیہم السلام کے اسماء مبارکہ ہیں.

پھر حضرت عیسی علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کو بھی دیگر انبیاء سے ملاقات کے ہم مثل قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

> **"جس طرح معراج کی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نبی ملے ہیں اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام بھی ملے، پس جس طرح موت کے بعد یہ سب اٹھائے گئے ہیں اسي طرح حضرت عیسی علیہ السلام بھی موت کے بعد اٹھائے گئے ہیں"**

مرزا قادیانی کے قیاس کا بطلان:

شبِ معراج کو نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات کو دیگر انبیاء کی ملاقات کا ہم مثل قرار دیکر مرزا صاحب حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات کو روحانی ملاقات قرار دینا چاہا، جیسے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کےِ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی ملاقات تھی.

یہ مرزا صاحب کا اپنا قیاس ہے جو انھوں نے اس لئے کیا تا کہ وہ اس قیاس کے ذریعے ایک زندہ نبی کی وفات کو ثابت کر سکیں.

مگر دوسری طرف قرآن کریم کی نصوص صریحہ اور احادیث کی اخبار صحیحہ حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات پر دال ہیں.

اور جو تا قیامت اس موضوع پر امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے کافی وشافی ہیں، جن

سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات دونوں طرف سے جسدی تھی.

کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر اپنے جسد خاکی کے ساتھ مرفوع ہوئے اور وہ اس وقت بحالت حیات تھے، اور تاحال بھی ہیں.

یاد رہے کہ ملاقات کی تین صورتیں ہیں جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں.

۱) دونوں طرف سے جسمانی ملاقات ہو (جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور روح اللہ کی ملاقات).

۲) دونوں طرف سے روحانی ملاقات ہو (جیسے کہ حضرت آدم اور ابراہیم کی ملاقات).

۳) ایک طرف سے جسمانی اور دوسری طرف سے روحانی ملاقات ہو، جیسے کہ نبی خاتم کی دیگر انبیاء کے ساتھ ملاقات (ماسوائے عیسی علیہ السلام کے).

مگر مرزا صاحب کا حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات کو دیگر انبیاء کی ملاقات پر قیاس کرنا باطل ہے جو نصوص شرعیہ کے خلاف ہے، اور یہ مجمع علیہ حکم ہے، کہ جو قیاس نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہو وہ فاسد اور باطل قرار پاتا ہے.

ثانیاً ہم کہتے ہیں:

اگر مرزا قادیانی ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ **[اسراء: ۹۳]** کے سباق میں تامل کرتا، تو الحاد فی آیات اللہ کا مرتکب نہ ہوتا، اور نہ ہی وہ تاویل باطل

پیش کرتا، اور نہ ہی اس آیت سے وفات مسیح پر باطل استدلال کرتا، نیز اس پر اس ارشاد گرامی کا صحیح مدلول بھی واضح ہو جاتا.

حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس توجیہی کلمہ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ سے قبل قرآن کریم نے کفار کے جملہ مطالبات اور انکی مرضی کے مطابق تمام نشانات کی طلب کا ذکر یوں فرمایا ہے:

﴿ وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ﴿٩٠﴾ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴿٩١﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ﴿٩٢﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴿٩٣﴾ ﴾ [اسراء: ٩٠-٩٣].

ترجمہ: "اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عجیب وغریب باتیں نہ دکھاؤ یعنی یا تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔ یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اسکے بیچ میں نہریں بہا نکالو، یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دو، یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ، یا تمہارا سونے کا گھر ہو۔ یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں، کہدو کہ میرا پروودگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں"۔

حق تعالیٰ شانہ نے ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ والے جملے سے پہلے کفار کے مندرجہ ذیل چھ مطالبات کا ذکر فرمایا ہے:

۱) زمین سے چشمہ نکالنا.

۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کھجور اور انگور کا باغ ہو تا جس میں نہریں بہتی ہوں.

۳) آسمان سے کسی ٹکڑے کو بطور عذاب کے گرانا.

۴) وہ اللہ تعالی اور فرشتوں کا مشاہدہ کرلیں.

۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سونے کا گھر ہو.

۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان پر چڑھنا اور وہاں سے ایسی کتاب کو اتارنا جسے کفار پڑھ سکیں.

کفار کی ان تمام تجاویز اور مطالبات کے جواب میں یہی وحیٔ ربانی ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ نازل ہوئی.

کفار کے ان تمام مطالبات کو صرف ایک نکتے میں محدود کرنا، اور اس جملے ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ کو کفار کی ایک طلب کا جواب بنانا ہرگز درست نہیں ہے.

کیونکہ مذکورہ فرمانِ ربانی کفار کے صرف آسمان پر چڑھنے کے مطالبے کا جواب نہیں بلکہ ان کے تمام مطالب و تجاویز کا جواب ہے، اسے صرف آسمان پر چڑھنے کا جواب بنانا، اور اس سے یہ ثابت کرنا کہ چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام بشر اور رسول ہیں، لہذا اس لئے ان کیلئے آسمان پر جسد خاکی کے ساتھ چڑھنا مستحیل ہے، لہذا

حضرت عیسی علیہ السلام کا رفع نہیں ہوا بلکہ وہ وفات پا چکے ہیں، یہ باطل طرزِ استدلال ہے، بلکہ یہ قادیانی الٹی منطق ہے جس کے ذریعہ قادیانی قرآنی مفاہیم میں ردوبدل اور اپنی مطلب بر آوری کی مذموم کوشش کرتے رہے ہیں.

ایسا کرنا سراسر جہالت اور کھلا عناد ہے، پھر اگر یہ کہا جائے کہ کفار کا صرف چھٹا مطالبہ مستحیل ہے، تو پھر ان کے دیگر تمام مطالب کو بھی مستحیل ماننا ہو گا، کیونکہ باری تعالی نے تو نبی کریم کو یہ جواب کفار کے تمام مطالبات کے ردّ میں سکھایا ہے.

اصل حقیقت کیا ہے؟

یاد رہے کہ کفار کے جملہ مطالبات اور ان کی تمام تجاویز اللہ تعالی کی قدرت میں ہیں، جو ممکن الوقوع ہیں، اس قادر مطلق کیلئے ان مطالبات کو پورا کرنا کوئی مشکل نہیں ہے، ان خوارق عادت امور کا بطور معجزات واقع ہونا ہمیں جا بجا انبیاء علیہم السلام کے قصص مبارکہ میں پڑھنے کو ملتا ہے، اور یہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ واقعات اور معجزات ہیں، لہذا کفار کے ان مطالب کا پورا کرنا قادر مطلق کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے.

آخر مذکورہ جواب کیوں دیا گیا؟ اسکی کیا حکمت ہے؟

اولاً: ہم ان امور کے باری تعالی کی قدرت میں ہونے کا بیان کرتے ہیں، پھر (ان شاء اللہ) اس کے بعد اس جواب پر باری تعالی کے اکتفاء کی حکمت کو بھی بیان کریں گے.

مطالبات کی فہرست یوں ہے.

پہلا مطالبہ: "نبی حق کے ہاتھوں چشموں کو جاری کرنا":

اسکا ممکن الوقوع ہونا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے.

قرآن کریم میں باری تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَإِذِ ٱسۡتَسۡقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوۡمِهِۦ فَقُلۡنَا ٱضۡرِب بِّعَصَاكَ ٱلۡحَجَرَۖ فَٱنفَجَرَتۡ مِنۡهُ ٱثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنٗاۖ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٖ مَّشۡرَبَهُمۡۖ كُلُواْ وَٱشۡرَبُواْ مِن رِّزۡقِ ٱللَّهِ وَلَا تَعۡثَوۡاْ فِي ٱلۡأَرۡضِ مُفۡسِدِينَ﴾ [بقرہ: ۶۰].

ترجمہ: "اور جب موسٰی نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، انہوں نے لاٹھی ماری تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، اور تمام لوگوں نے اپنا اپنا گھاٹ معلوم کر لیا، (ہم نے حکم دیا کہ) اللہ تعالی کی عطا فرمائی ہوئی روزی کھاؤ، اور پیو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرنا"۔

حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے پتھر پر لاٹھی ماری تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے.

اسکا مطلب یہ ہوا کہ چشمہ کو کسی نبی کے ہاتھوں جاری کرنا اللہ تعالی کی قدرت میں ہے، اور یہ ممکن الوقوع ہے اور اللہ تعالی نے بطور معجزہ یہ حضرت موسی علیہ السلام کے ہاتھ سے جاری بھی فرمایا.

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کے چشموں کا بہنا بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے.

دوسرا مطالبہ اور پانچواں مطالبہ: رسول برحق کیلئے محلات اور انہار ہوں:

یہ مطالبہ بھی ممکن الوقوع ہے، اور اسکا ممکنات میں ہونا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے.

سورہ "**فرقان**" میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِيٓ إِن شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيۡرٗا مِّن ذَٰلِكَ جَنَّٰتٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ وَيَجۡعَل لَّكَ قُصُورٗا ﴿١٠﴾ ﴾ [فرقان: ۱۰].

ترجمہ: "وہ اللہ بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر چیزیں بنادے یعنی باغات جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہوں نیز تمہارے لئے محل بنادے۔

قرآن کریم میں حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے شیشے کے محل کا ذکر ہے:

سورہ "**نمل**" میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ قِيلَ لَهَا ٱدۡخُلِي ٱلصَّرۡحَۖ فَلَمَّا رَأَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُجَّةٗ وَكَشَفَتۡ عَن سَاقَيۡهَاۚ قَالَ إِنَّهُۥ صَرۡحٞ مُّمَرَّدٞ مِّن قَوَارِيرَۗ قَالَتۡ رَبِّ إِنِّي ظَلَمۡتُ نَفۡسِي وَأَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمَٰنَ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٤٤﴾ ﴾ [نمل: ۴۴].

ترجمہ: "اسکے بعد اس سے کہا گیا کہ محل میں چلئے۔ جب اس نے اسکے فرش کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا، اور کپڑا اٹھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں، سلیمان نے کہا یہ ایسا محل ہے جس کے نیچے بھی شیشے جڑے ہوئے ہیں وہ بول اٹھی کہ پروردگار میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی تھی، اور اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں"۔

قرآن کریم میں اسکا ذکر بھی موجود ہے کہ جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے سمندر سے قیمتی جواہرات نکال کر لاتے تھے، پھر یہ مادی اشیاء اور قیمتی خزینے

اگر باری تعالی عام انسانوں کیلئے مہیا اور میسر کرسکتے ہیں تو انبیاء کرام جو اس کے محبوب ترین بندے ہیں انہیں عطا کرنا اس کیلئے کیسے ممتنع ہو سکتا ہے؟ یا وہ ان پر اس میں کیوں بخل کریں گے؟

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِٱلرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَٰبًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَٱلْـَٔاخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾ ﴾ [زخرف: ۳۳-۳۵].

ترجمہ: "اور اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ ہم انکے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے۔ اور انکے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگاتے ہیں۔ اور یہ سب چیزیں سونے کی بنا دیتے، اور یہ سب دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے، اور آخرت تمہارے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے"۔

غور کریں کہ ان آیات قرآنیہ میں چاندی کی چھتوں سیڑھیوں اور دروازوں اور طلائی تختوں اور تکیہ گاہوں کا میسر ہوسکنے کا بیان ہے۔

جو اس امر کی دلیل ہے کہ یہ تمام امور قدرتِ قادرِ مطلق میں داخل ہیں، اور یہ امور ممکن الوقوع ہیں۔

ان میں سے کوئی بھی چیز مستحیل و ممتنع اور غیر ممکن نہین ہے، نہ ہی ان کا حصول اور باری تعالی کی طرف سے عطا ہونا انسانی طاقت سے خارج ہے۔

تیسرا مطالبہ: "آسمان سے بطور عذاب ٹکڑا گرنا".

کفار کا یہ کہنا "کما زعمت" "جیسے تو گمان کرتا ہے"، اس امر کی دلیل ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس قرآنی وعید کو سن رکھا تھا:﴿ أَفَلَمْ يَرَوْاْ إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ ٱلْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ﴿٩﴾ ﴾ [سبأ: ٩].

ترجمہ: "کیا انہوں نے اسکو نہیں دیکھا جو انکے آگے اور پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین۔ اگر ہم چاہیں تو انکو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ اس میں ہر بندے کے لئے جو رجوع کرنے والا ہے ایک نشانی ہے"۔

قرآن کریم نے آسمان کا گرنا خود ذکر فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ امر ممکن الوقوع ہے۔

بلکہ قرآن نے تمام آسمانوں اور زمینوں کے گرنے اور زوال کا بھی بہت سی آیات میں ذکر فرمایا ہے۔

سورہ "فاطر" میں ہے :

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يُمْسِكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن زَالَتَآ إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِهِۦٓ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿٤١﴾ ﴾ [فاطر: ٤١].

ترجمہ: "اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ کہیں وہ اپنی جگہ سے ٹل نہ جائیں۔ اور اگر وہ ٹلنے لگیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو انکو تھام سکے۔ بیشک وہ بردبار ہے بخشنے والا ہے"۔

قرآن کریم میں قیامت کے روز زمین وآسمان کے مکمل طور پر فنا ہونے کا بھی ذکر ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ ٱلْأَرْضُ غَيْرَ ٱلْأَرْضِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ ۖ وَبَرَزُوا۟ لِلَّهِ ٱلْوَٰحِدِ ٱلْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ ﴾ [ابراہیم: ۴۸].

ترجمہ: "جس دن یہ زمین دوسری ہی زمین بنادی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے جو یکتا ہے بڑا زبردست ہے"۔

یہ تمام تصریحات اس امر پر شاہد ہیں کہ آسمانی ٹکڑوں کا بطور عذاب گرنا یہ بھی قدرت الہی سے خارج نہیں نہ یہ غیر ممکنات میں سے ہے۔

چوتھا مطالبہ: "حق تعالی اور فرشتوں کا آپ کی صداقت کی گواہی دینا".

کفار کا چوتھا مطالبہ یہ تھا کہ حق تعالی اور فرشتے نبی خاتم علیہ الصلاۃ والسلام کی صداقت کی شہادت دیں۔

اس ضمن میں بہت سی قرآنی آیات شاہد ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ لَّٰكِنِ ٱللَّهُ يَشْهَدُ بِمَآ أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُۥ بِعِلْمِهِۦ ۖ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾ ﴾ [نساء: ١٦٦].

ترجمہ: "لیکن اللہ نے جو کتاب تم پر نازل کی ہے اسکی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے۔

اس آیت میں "قبیلا" کا کلمہ آیا ہے، وہ "قُبل" کے معنی میں ہے یعنی حق تعالی کی آمد ہو - تو یہ بھی باری تعالی کی شان کے لائق ہے، اور ممتنع اور غیر ممکنات امور میں سے نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ هَلۡ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأۡتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِي ظُلَلٖ مِّنَ ٱلۡغَمَامِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ ٱلۡأَمۡرُۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرۡجَعُ ٱلۡأُمُورُ ﴾ [بقرہ: ۲۱۰].

ترجمہ: "کیا یہ لوگ اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان پر اللہ کا عذاب بادل کے سائبانوں میں آنازل ہو اور فرشتے بھی اتر آئیں اور کام تمام کر دیا جائے۔ اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے"۔

چھٹا مطالبہ: "بشر کا آسمان پر بارادہ الٰہی چڑھنا":

کسی بشر کا آسمان پر قادر مطلق کے ارادہ سے چڑھنا ممتنع اور مستحیل نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِم بَابٗا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فَظَلُّواْ فِيهِ يَعۡرُجُونَ ١٤ لَقَالُوٓاْ إِنَّمَا سُكِّرَتۡ أَبۡصَٰرُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٞ مَّسۡحُورُونَ ١٥ ﴾ [حجر: ۱۴-۱۵].

ترجمہ: "اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں۔ تو بھی وہ یہی کہیں کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے"۔

تو جب کفار کیلئے ایسا ہونا خارج از امکان نہیں ہے، اور یہ باری تعالی کی قدرت میں داخل ہے تو مقربین و صالحین اور سادات مرسلین کیلئے یہ کیسے مستحیل ہے؟

اس طرح آسمان سے لکھی ہوئی کتاب کا اترنا، یہ بھی خارج از ممکنات یا مستحیل نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَٰبًا فِى قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧﴾ ﴾ [انعام: ۷].

ترجمہ: "اور اے پیغمبر اگر ہم آپ پر کاغذوں پر لکھی ہوئی کوئی تحریر نازل کرتے، اور یہ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے۔ تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو صاف صاف جادو ہے۔

حاصل کلام:

کفار کے جملہ مطالبات بشمول آسمان پر بشر کے جانے کے یہ تمام مطالبات اور تجاویز ممکن الوقوع اور باری تعالیٰ کے زیرِ قدرت ہیں بلکہ کفار کو بھی اس بات کا علم تھا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج جسمانی کے مدعی ہیں۔

اسی لئے انہوں نے ساتھ کتاب کی شرط بھی لگادی تا کہ آپ اپنے سابقہ آسمان پر جانے سے حجت نہ پکڑ سکیں۔

بلکہ ان خوارق عادت امور کے مطالبات کا انبیاء ومرسلین کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے کو تو وہ کفار بھی ممکنات میں سے ہی جانتے تھے، تبھی تو انہوں نے یہ تجاویزی معجزات کی پیش کش کی تھی، اور آپ کو یہ بھی تسلی دی کہ اگر آپ ہمارے مطالبات مکمل کردیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے مگر بجائے ان ممکنات کے موجود کر دینے اور کفار کی طلب کے مطابق ویسے معجزات کے پیش کرنے کے حق تعالیٰ شانہ

نے اپنے پیغمبر کو یہ ہدایت فرمائی کہ آپ فرمادیں: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [اسراء: ۹۳]، "میرا رب پاک ہے میں صرف بشر رسول ہوں".

اسکی کیا حکمت ہے؟

اب ہم اس جوابِ ربانی کی حکمت اور توجیہ کا کچھ بیان "تفسیر صحیح" کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔

فرمانِ باری تعالی کی تفسیر صحیح:

باری تعالی کے اس جامع اور کافی وشافی فرمان کو کفار کی جملہ تجاویز ومطالبات کے جواب میں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھلانے کے بارے میں مسلم علمائے تفسیر نے جو لکھا ہے اسے ملاحظہ فرمائیں، اور اپنا ایمان مضبوط کیجئے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ (جو قادیانیت کے ہاں مجدد ہیں) اور مسلم امت کے نامور مفسرین میں ان کا شمار ہوتا ہے، **وہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:**

"وقوله: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ أي سبحانه وتعالى وتقدس أن يتقدم أحد بين يديه في أمر من أمور سلطانه وملكوته، بل هو الفعال لما يشاء، إن شاء أجابكم إلى ما سألتم، وإن شاء لم يجبكم، وما أنا إلا رسول إليكم أبلغكم رسالات ربي وأنصح لكم، وقد فعلت ذلك، وأمركم فيما سألتم إلى الله عز وجل".

"آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا تنہا مالک ہے جو چاہے کرے نہ چاہے نہ کرے تمہاری منہ مانگی چیز ظاہر کرے یا نہ کرے، یہ اس کے اختیار کی بات ہے،

میں تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والا رسول ہوں اور میں نے اپنا فرض ادا کر دیا اور احکام الٰہی تمہیں پہنچا دیئے، اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی".

تفسیر "السراج المنیر" میں ہے:

" ولما تمّ تعنتهم وكان لسان الحال طالباً من الله تعالى الجواب عنه أمر الله تعالى بجوابهم بقوله تعالى: {قل} أي: لهؤلاء البعداء والأشقياء: {سبحان ربي} أي: تعجباً من اقتراحاتهم وتنزيهاً لله من أن يأتي أو يتحكم عليه أو يشاركه أحد في القدرة. وقرأ ابن كثير وابن عامر بصيغة الماضي والباقون قل بصيغة الأمر و{هل كنت إلا بشراً} لا يقدر على غير ما يقدر عليه البشر {رسولاً} كما كان من قبلي من الرسل وكانوا لا يؤتون قومهم إلا بما يظهره الله تعالى على أيديهم بما يلائم حال قومهم ولم يكن أمر الآيات إليهم ولا لهم أن يتحكموا على الله حتى يتخيروها".

"چونکہ ان کی سرکشی حد کو پہنچ چکی اور آپ کی لسان حال حق تعالیٰ شانہ سے اسکا جواب طلب فرما رہی تھی، تو حق تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ یہ جواب دیں اور جواب بھی باری تعالیٰ نے یوں سکھایا(قل سبحان ربي هل كنت الا بشراً رسولا) آپ ان بدبختوں کو فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس پر حکم وزور کر سکے، یا قدرت میں اسکا شریک بن سکے، میں تو اپنے اختیار سے ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ میں تو ایک رسول ہوں، اور مجھ سے قبل جتنے رسول ہوئے وہ اپنے اختیار سے معجزات نہ دکھاتے تھے، صرف وہی دکھاتے تھے جو اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں پر ظاہر کرتے، اور جو انکی قوم کے احوال کے مطابق ہوتے ، معجزات کا اظہار ان

کے اختیار میں نہ ہوتا، اور نہ وہ اللہ تعالی پر اس سلسلے میں کوئی زور وقدرت رکھتے کہ وہ اپنی خواہش سے معجزات کو اختیار کریں".

یہ وہ مجمل جواب ہے اس کی تفصیل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، اور ان معجزات کے قدرت ربانی سے خارج نہ ہونے کا مفصل بیان بھی کر چکے ہیں۔

مسلم مفسرین کی مذکورہ تفسیر نے ان تمام شبہات اور اوہام اور وساوس کا خاتمہ کر دیا جو کفار کے مطالبوں کے بارے میں قادیانیت وغیرہ کی طرف سے اٹھائے گئے۔

الحمد للہ کہ جن کے مطالعہ سے اہل ایمان کے ایمان میں یقینا اضافہ ہوتا ہے، اور وہ اس ارشاد ربانی کے مقصد ومدلول کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔

امام رازی رحمہ اللہ (جو قادیانیت کے ہاں مجدد کا درجہ رکھتے ہیں) اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

"تقرير هذا الجواب أن يقال: إما أن يكون مرادكم من هذا الاقتراح أنكم طلبتم الإتيان من عند نفسي بهذه الأشياء، أو طلبتم مني أن أطلب من الله تعالى إظهارها على يدي لتدل على كوني رسولا حقا من عند الله، والأول باطل لأني بشر، والبشر لا قدرة له على هذه الأشياء، والثاني أيضا باطل، لأني قد أتيتكم بمعجزة واحدة، وهي القرآن، والدلالة على كونها معجزة، فطلب هذه المعجزات طلب لما لا حاجة إليه ولا ضرورة، فكأن طلبها يجري مجرى التعنت والتحكم، وأنا عبد مأمور ليس لي أن أتحكم على الله، فسقط هذا السؤال فثبت أن قوله: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ (جواب كاف في هذا الباب)".

"جواب کی تقریر یہ ہے کہ کفار کے سوال کی دو صورتیں ہیں: اول: یہ کہا جائے کہ تمہاری مراد اس تجویز یہ ہے کہ تم مجھ سے یہ چاہتے ہو میں یہ سب کچھ اپنی طرف سے کروں، دوم: یہ کہ میں اللہ تعالی سے یہ معجزات طلب کروں کہ وہ میرے ہاتھوں پر ان کو ظاہر کریں تا کہ اللہ کے ہاں میری رسالت وحقانیت کی دلیل بن سکیں، تو پہلا امر باطل ہے کہ میں بشر ہوں اور بشر ان امور پر قدرت نہیں رکھتا، اور دوسرا بھی باطل ہے کہ معجزہ تو میں تمہارے پاس لا چکا ہوں، یہ قرآن کریم میری تصدیق رسالت اور بیان حقانیت کیلئے کافی وشافی حجت ہے، لہذا تمہارا مطالبہ محض تعنت وسرکشی اور تحکم ہے، اور میں تو اللہ تعالی کا مطیع وفرمان بردار بندہ ہوں، میں اللہ تعالی پر اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ تحکم اور زور سے کوئی امر اس سے طلب کروں، کفار کا مذکورہ مطالبہ مردود ہے، لہذا یہ امر ثابت ہو چکا کہ باری تعالی کی طرف سے اپنے نبی کو یہ جواب سکھلایا گیا کہ ﴿قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرٗا رَّسُولٗا﴾ جو اس باب میں کافی اور شافی جواب ہے".

مسلم مفسرین کی تفاسیر سے نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالی کی طرف سے کفار کے مطالبات پر سکھائے گئے اس جواب کا مراد الہی کے عین مطابق ہونا عیاں ہو چکا ہے، یہی وہ حق ہے جس کی قرآن کریم کی دیگر آیات بھی تصدیق وتائید کر رہی ہیں۔ لہذا یہ قرآن کی قرآن ہی سے تفسیر ہے جو تفسیر کی سب سے اعلی قسم شمار ہوتی ہے۔

اس مضمون کے بارے میں سورہ "رعد" کی یہ آیت بھی ملاحظہ ہو:

﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأۡتِيَ بِـَٔايَةٍ إِلَّا بِإِذۡنِ ٱللَّهِۗ﴾ [رعد: ۳۸].

ترجمہ: "کسی رسول کے اختیار میں نہیں کہ وہ معجزہ لائے مگر اللہ کے حکم سے".

معجزہ بشر کی طاقت سے خارج امر کا نام ہے اور رسول بھی بشر ہونے کے حیثیت بوجہ مستقل اس پر قادر نہیں ہوتا۔

ہاں! اللہ کے حکم سے وہ اس کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

وہ امور جن سے دیگر انسان عاجز ہوتے ہیں باری تعالی اپنے انبیاء کرام اور رسول بر حق کے ہاتھوں پر انکی صداقت کی دلیل کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے ہاتھوں مٹی سے پرندے بنانا اور اللہ کے حکم سے ان کا اڑانا، مردوں کو زندہ کرنا، حضرت موسی علیہ السلام کے ہاتھوں پر انکی تصدیق رسالت کی خاطر، ان کا فرعون کے سامنے یہ فرمانا: ﴿قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۝٣٠ قَالَ فَأْتِ بِهِۦٓ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ۝٣١﴾ [شعراء: ۳۰-۳۱].

ترجمہ: "موسٰی نے کہا خواہ میں آپکے پاس روشن چیز لاؤں یعنی معجزہ؟ فرعون نے کہا اگر سچے ہو تو اسے لا دکھاؤ"۔

الغرض اظہار معجزات برائے تصدیق رسالتِ رسولِ بر حق - یہ اللہ تعالی کی سنت رہی ہے، مگر اس میں وہ اپنی حکمت کے ساتھ جو چاہے اور جب چاہے ظاہر فرماتا ہے۔

معجزات اختیار ربانی میں ہوتے ہیں، اس میں کفار کی تجاویز ملحوظ خاطر نہیں ہوتی ہیں، بلکہ باری تعالی اپنی مشیئت سے انہیں ظاہر فرماتے ہیں۔

قرآن کریم نے بعض مقامات پر کفار کے تجویز کردہ معجزات کا ذکر فرمایا ہے،

اور ان کے جواب میں اپنے نبی بر حق کو یہی تعلیم دی کہ انہیں صاف کہہ دو کہ:

﴿إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ﴾ [احقاف: ۹] "میرا کام صرف وحی کی اتباع ہے" اور تبلیغ رسالت ربانی ہے۔

رہے معجزات تو وہ اللہ کے اختیار میں ہیں چاہے تو دکھائے چاہے تو نہ دکھائے اور جو جو چاہے دکھادے، جو جو چاہے نہ دکھائے، اس میں میرا تحکم اور زور نہیں کہ میں معجزہ طلب کروں، نہ ہی دیگر کسی کا تحکم ہوتا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے معجزات چاہے۔

قرآن حکیم کی سورہ "**اعراف**" میں ایسا ہی سوال وجواب موجود ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: ﴿وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِـَٔايَةٍ قَالُوا۟ لَوْلَا ٱجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيَّ مِن رَّبِّى ۚ هَـٰذَا بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠٣﴾ وَإِذَا قُرِئَ ٱلْقُرْءَانُ فَٱسْتَمِعُوا۟ لَهُۥ وَأَنصِتُوا۟ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٢٠٤﴾﴾ [اعراف: ۲۰۳-۲۰۴].

ترجمہ: "اور جب تم انکے پاس کچھ دنوں تک کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے اپنی طرف سے کیوں نہیں بنالی۔ کہدو کہ میں تو اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے یہ قرآن تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش وبصیرت اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو۔ اور خاموش رہا کرو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

سورہ "**اعراف**" کی اس آیت میں یہ امر صاف طور پر بتایا گیا ہے کہ رسول امر

ربانی کے تابع ہوتے ہیں، وہ اپنی قوت وقدرت سے معجزات اختیار نہیں کرتے، اگر ان مطالبات سے تمہاری غرض طلبِ حق وصواب، ہدایت حاصل کرنا ہے اور تصدیق رسالت ہے تو قرآن کریم تمہارے اس مقصود کے حصول کیلئے کافی اور شافی ہے.

یوں سورہ "**عنکبوت**" میں بھی اسی مضمون کو ذکر کیا گیا ہے۔

ارشادربانی ہے: ﴿ وَقَالُواْ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَٰتٌ مِّن رَّبِّهِۦ ۖ قُلْ إِنَّمَا ٱلْءَايَٰتُ عِندَ ٱللَّهِ وَإِنَّمَآ أَنَا۠ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٥٠﴾ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ ﴾ [**عنکبوت: ٥٠-٥١**].

ترجمہ: "اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اسکے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہدو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔ اور میں تو کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انکو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لئے اس میں رحمت اور نصیحت ہے"۔

قرآن کریم کی یہ آیات بالاتفاق مذکورہ مضمون کو بیان کررہی ہیں، اور کفار کو ان کے تجاویز کردہ معجزات کے مطالبہ پر یہی جواب مل رہا ہے۔ کہ معجزات پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتے، وہ تو اللہ تعالی کی مرضی اور اختیار میں ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی سورہ "**ابراہیم**" میں بھی یہی مضمون بیان ہورہا ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لَنَآ أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَٰنٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ﴾ [ابراہیم: ۱۱].

ترجمہ: "ہم اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ پیش نہیں کر سکتے"۔

یہی نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے تجویزی معجزات اور مطالبات کے جواب میں سکھلایا گیا کہ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [اسراء: ۹۳]۔

ترجمہ: "آپ فرمادیں کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف بشر اور رسول ہوں"۔

تاکہ سبھی جان لیں کہ یہ امور اللہ تعالی کی قدرت سے خارج نہیں۔ حق تعالی چاہیں تو وہ بشر کے ہاتھوں پر انہیں ظاہر کر سکتا ہے جیسے وہ اپنے مرسلین کے ہاتھوں ظاہر کرتا رہا ہے۔ مگر وہ اپنی سلطنت اور ملکوت میں صرف اپنی مرضی سے ہی تصرف کرتا ہے۔ وہ کسی کو اپنے پر تحکم کی اجازت نہیں دیتا، نہ ہی معجزات انکی تجویز پر ظاہر کرتا ہے۔

اگر ان کفار کا مقصود طلب حق اور تصدیقِ رسالت ہے تو اس کیلئے قرآن کریم ایک عظیم اور ابدی معجزہ ان کے پاس موجود ہے، جس میں حق وصواب اور ہدایت ورحمت اور تصدیق رسالت کے کافی وشافی ہدایات موجود ہیں۔

قرآن تو بآواز بلند اعلان کر رہا ہے: "محمد رسول اللہ" کہ "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں"، قرآن کلام خالق ہے، بے مثل ہے، اس کی نظیر لانے سے انس وجن سبھی عاجز ہے.

ارشادِ ربانی ہے: ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا﴾ [اسراء: ۹۳] سے پہلی آیات کو پڑھنے اور اس کے ساتھ دیگر مذکورہ آیات کو ملانے سے سبھی پر بآسانی

اس جواب ربانی کی عظمت اور اس کے کافی وشافی ہونے، اور اس سے مقصود ربانی معلوم ہوگیا کہ حق تعالی شانہ نے کفار کی طلب والے معجزات کے جواب میں انہیں قرآن کریم کی طرف متوجہ فرمایا جو ہدایت کے حصول میں تمام معجزات سے بڑا، اور تاقیامت باقی رہنے والا معجزہ ہے۔

باری تعالی کی حقانیت اور رسول اعظم کی رسالت کی تصدیق کیلئے قرآن کریم ابدی ہدایت کا سرچشمہ ہے، یہی اس آیت کا مدلول ہے۔

رہا مرزا کا اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال کرنا تو اس امر کا اس آیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے جو اس کے وفات مسیح پر اس آیت سے استدلال کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ **ولله الحمد والمنة۔**

وصلى الله وسلم على رسوله محمد، وعلى آله، وصحبه أجمعين.

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

(اٹھائیسواں محاضرہ)

از سلسلہ: "دین بھلائی ہے".

بعنوان

"مسك الختام"
في البيان الموجز
لمستدلات الميرزا على وفاة المسيح
من آيات القرآن، وملخص وجوه إبطالها"

اٹھائیسوے محاضرہ کا خلاصہ:

۱- قسم اول، سات آیاتِ قرآنی، مرزا کے وجوہِ استدلال، اور ہمارے وجوہِ ابطال کا مختصراً بیان.

۲- قسم ثانی، تین آیاتِ قرآنی، مرزا کے وجوہِ استدلال، اور ہمارے وجوہِ ابطال کا مختصراً بیان.

۳- قسم ثالث، بیس آیاتِ قرآنی، مرزا کے وجوہِ استدلال، اور ہمارے وجوہِ ابطال کا مختصراً بیان.

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الرسل، وخاتم النبيين، وعلى آله، وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! ...

{أعوذ بالله من الشيطان الرجيم}

{بسم الله الرحمن الرحيم}.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَآۗ ﴾ [فصلت: ٤٠].

ارشاد نبوی ہے: **{لا تزال أمتي طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم}.**

اور ارشاد نبوی ہے: **"الدين النصيحة".**

صدق الله العظيم، وصدق رسوله النبى الكريم.

ناظرین کرام محاضرات مکیہ کے اس مبارک سلسلہ "***دین بھلائی ہے***" کا یہ "***اٹھائیسواں محاضرہ***" ہے، جس کا عنوان ہے،**"مسك الختام في البيان الموجز لمستدلات الميرزا على وفاة المسيح من آيات القرآن وملخص وجوه إبطالها".**

اس محاضرہ میں ہم نے قرآن کریم کی ان تیس آیات کو جمع کیا ہے جن سے مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ ومؤسس جماعت قادیانیہ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ان کے "آسمان سے نزول" سے قبل ہی وفات پر استدلال کیا ہے، ہم نے چارٹ کی

صورت میں **اولاً:** ان آیاتِ قرآن کریم اور ان کے اردو تراجم کو ذکر کیا ہے، جس سے مرزاغلام احمد نے وفاتِ مسیح پر استدلال کیا ہے.

ثانیاً: ہم نے مرزاصاحب کے اسالیب استدلال کا خلاصہ بیان کیا ہے.

ثالثاً: مرزا کے مستدلات کے وجوہِ ابطال کو مختصراً جمع ہے.

محاضرے کے ان محتویات کی اسی ترتیب کی وجہ سے ہم نے اس کا عنوان: **"مسك الختام في البيان الموجز لمستدلات الميرزا على وفاة المسيح من آيات القرآن وملخص وجوه إبطالها"** رکھا ہے.

یاد رہے کہ جن آیات قرآنی سے مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نزولِ آسمان سے قبل ان کی وفات پر استدلال کیا ہے، وہ آیات تین قسم کی ہیں، اور ان کی مجموعی تعداد تیس ہیں.

پہلی قسم:

یہ وہ سات آیات مبارکہ ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں، ان آیات میں مخصوص طور پر انہی کا ذکر مبارک ہے، اور ان میں بیان کردہ احکام الٰہی حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں، یا وہ احکام حضرت عیسی علیہ السلام کے خواص ہیں.

مگر مرزا صاحب ہیں، جو اپنے مخصوص انداز سے اور اپنی مطلب بر آوری کیلئے خاص کی خصوصیت کا اعتبار نہیں کرتے، نہ عام کے عموم کی پاسداری کرتے ہیں، وہ اپنے مزعومہ مقاصد کی خاطر ان آیات کی تاویل میں لغت اور نقلِ مسلسل کا بھی اعتبار نہیں کرتے، یوں وہ ان آیات کی تفسیر میں صراطِ مستقیم سے انحراف کرتے ہوئے، امتِ مسلمہ کے اجماعی راستہ سے نکل جاتے ہیں.

دوسری قسم :

یہ تین آیاتِ قرآنی ہیں، جو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی عمومی وفات پر دلالت کرتی ہیں، ان آیات میں عموم انبیاء کی وفات کا حکم ہے، مرزا صاحب اس عمومی حکم کے ضمن میں ہی حضرت عیسی علیہ السلام کو بھی وفات شدہ نبی ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں، مرزا صاحب اس میں اللہ تعالی کی طرف سے حضرت عیسی علیہ السلام کیلئے کسی تخصیص یا استثناء کے قائل نہیں ہے.

اپنے اس اسلوب میں وہ اس اہم مجمع علیہ ضابطہ کہ "دلیل خاص کے دلیل عام" کے مقابلہ میں خصوصی احکام وآداب ہیں، ان کا بھی لحاظ نہیں رکھتے، اور یوں وہ اپنے اس خصوصی طرزِ عمل سے امت کے اجماع سے بھی خارج ہو جاتے ہیں، اور عقلاء کے ہاں مجمع علیہ قاعدہ سے بھی خروج کرتے ہیں.

تیسری قسم:

یہ بیس آیاتِ قرآنیہ کا مجموعہ ہے، جن میں نہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کا خصوصی ذکر ہے، اور نہ ہی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی عمومی وفات کا ذکر ہے.

مگر مرزاصاحب نے ان آیات سے اپنے مخصوص خود ساختہ قیاس وآراء سے وفات مسیح علیہ السلام پر استدلال کیا ہے، جس میں وہ لغت اور نقل متواتر کی بھی مخالفت کرتے ہیں، اور ان آیات قرآنی کے سیاق وسباق کی بھی بالکل رعایت نہیں کرتے، اور یوں وہ نصوص کے مقابلہ میں اپنی آراء اور تاویلات کو ترجیح دیکر امت مسلمہ کے اجماع سے بھی خروج کے مرتکب ہوتے ہیں، اور اہل عقل کے مابین مجمع علیہ امور سے بھی باہر نکل جاتے ہیں.

اب ہم چارٹ کی شکل میں ان آیات کو اولاً مسلسل نمبر، پھر ہر قسم کے ذیلی نمبر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، جس میں مرزاصاحب کے اسالیبِ استدلال کا خلاصہ اور امتِ مسلمہ کی طرف سے ان کے وجوہِ ابطال کو مختصراً پیش کرتے ہیں.

قسم اول: وہ سات آیات جو حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں.

نمبر شمار	ذیلی نمبر	آیات مبارکہ	مرزا کا اسلوبِ استدلال	وجوہ ابطال
۱	۱	ارشادِ ربانی ہے: ﴿يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ وَجَاعِلُ ٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوكَ فَوْقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾ [آل عمران: ٥٥]. اے عیسی میں تمہیں بتمامہ قبضے میں لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں	✦ مُتَوَفِّيكَ بمعنى مميتك تجھے مارنے والا ہوں. ✦ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ تجھے عزت سے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں (مراد عزت کی موت)، ✦ وَمُطَهِّرُكَ دشمن کی تہمتوں سے تجھے پاک کرنے والا ہوں، ✦ "توفی" مارنا، "رفع"۔عزت	★ لغت میں مُتَوَفِّيكَ کا معنی مارنا نہیں بلکہ مکمل طور پر قبضہ میں لینا ہے. ★ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ اپنی طرف اٹھانا سے مراد آسمان پر اٹھانا ہے. ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ ٱلْكَلِمُ ٱلطَّيِّبُ وَٱلْعَمَلُ ٱلصَّٰلِحُ يَرْفَعُهُۥ﴾ [فاطر: ١٠]. ★ وَمُطَهِّرُكَ کفار کے ناپاک ہاتھوں سے پاک کرنے والا، (ایسی جگہ لیجانا کہ وہاں تک دشمنوں کی پہنچ

		اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے متبعین کو تا قیامت کافروں پر برتر کرنے والا ہوں.	سے اٹھا لینا (یعنی مارنا)، **"تطہیر"** دشمنوں کی تہمتوں سے پاک کرنا.	نہ ہو). ★ توفی / رفعِ عیسی اور آسمان پر پہنچانا جہاں پر کفار کی پہنچ نہ ہو.
۲	۲	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿وَكُنتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيدٗا مَّا دُمۡتُ فِيهِمۡۖ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِي كُنتَ أَنتَ ٱلرَّقِيبَ عَلَيۡهِمۡۚ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ شَهِيدٌ﴾ [المائدة: ۱۱۷]. اور میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں موجود	✦ توفی سے مراد اماتہ (مارنا) ہے. وہ وفات پا چکے ہیں، جس کو انہوں نے بطورِ عذر کے پیش کیا، وہ قوم کی گمراہی کے اپنی وفات کی وجہ سے ذمہ دار نہیں ٹھہرتے، کیونکہ یہ اس	★ **اولاً:** یہ وقوع شدہ توفی کی حکایت ہے جو توفی رفع ہے. **ثانیاً:** رفع کا لفظ قرینہ ہے توفی رفع کا. ★ **"توفی"** جنس ہے جس کی نوع **"رفع"** یہاں پر متعین ہے. ★ **"توفی"** بمعنی مارنا اور **"رفع"** بمعنی مارنا، یہ فصاحت قرآنی کے خلاف ہے، مسلم مفسرین کی یہی رائے ہے. **ثالثاً:** عیسی کی طرف سے ان کی موت ان کی قوم کی گمراہی میں ان کی طرف سے عذر نہیں ہو سکی، کیونکہ قائلین موت

		رہا، سوجب تونے مجھے قبضہ میں لے لیا، تو تو ہی ان نگران تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے.	سوال کے جواب میں ہے، جو ان سے قوم کی گمراہی کے بارے میں عالم برزخ میں ہوا.	کے ہاں وفات ۸۷ سال بعد واقع ہوئی، اور قوم اس سے قبل گمراہ ہوچکی تھی، ہاں! ہجرت بن سکتی تھی. ★ رہی ہجرت کشمیر اس کا ذکر ہی نہیں کیا جاتا یہی قصہ کے خود ساختہ ہونے کی دلیل ہے. البتہ رفع سماوی عذر ہے کہ بحالت مرفوعیت وہ قوم میں نہ تھے، گواہ کا وجود مشہود علیہ میں ہونا ضروری ہوتا ہے.
۳	۳	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿بَلْ رَّفَعَهُ ٱللَّهُ إِلَيْهِ﴾ [النساء: ۱۵۸]. بلکہ اللہ نے انکو اپنی طرف	✦ رفع / عزت کی موت ہے. رفعِ عیسی رفع ادریس کی طرح درجات کا رفع ہے اللہ تعالی کے فرمان: ﴿وَرَفَعْنَٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾ [مریم: ۵۷] پر قیاس، ✦ نیز اس کی مثال مقربین کی ارواح کے علیین	★ اپنی تاویل میں مرزا صاحب نے رفع کے اصل معنی نیچے سے اوپر جانے کا اعتراف کر لیا ہے. ★ رفعِ عیسی علیہ السلام کا قیاس حضرت ادریس پر مع الفارق ہے کہ وہاں رفع کے ساتھ قرینہ برائے مجازی معنی رفعِ درجات موجود ہے.

		اٹھالیا.	میں پہچانے جیسی ہے، جیسے کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [قمر: ۵۵].	★ رفع کا معنی عزت کی موت کا کوئی شاہد قرآن وسنت یا لغت میں نہیں ہے. ★ ارواح مقربین پر قیاس دنیوی اور اخروی امور میں خلط کرنا ہے.
۴	۴	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿ وَإِن مِّنْ أَهْلِ ٱلْكِتَٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِۦ قَبْلَ مَوْتِهِۦ ۖ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ {النساء: ۱۵۹}. اہل کتاب کا ہر فرد انکی وفات سے قبل ان پر ضرور بضرور ایمان لائے	✦ "ليؤمنن به" کو مرزا کا "حال" پر اور اس کے رفیق "حسن امروہوی" کا امر پر حمل کرنا لغت کی صریح	★ "ليؤمنن" مضارع مؤکد ہے جو مستقبل میں ایمان لانے کی یقینی خبر ہے، "ھاء" کا مرجع باجماع صحابہ عیسی علیہ السلام ہیں. ★ آیت میں موجود شرط حیات عیسی پر نص ہے کہ وہ حیات ہیں کہ ان کی موت کی شرط تاحال نہیں پائی گئی، ان کے نزول کے بعد ان کی وفات کے وقوع سے پہلے جملہ اہلِ کتاب کا ان پر ایمان لانا، اور ان کا ان مؤمنین پر روزِ قیامت

		گا اور وہ روزِ قیامت ان پر گواہ ہوں گے.	مخالفت ہے.	گواہ ہونے کی قرآنی شہادت ان کی حیات کی دلیل ہے. زعماء قادیانیت کے مابین اس آیت کے ترجمہ میں اختلاف ہے.
۵	۵	ارشادِ ربانی ہے: ﴿مَا ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ إِلَّا رَسُولٞ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِهِ ٱلرُّسُلُ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٞۖ كَانَا يَأۡكُلَانِ ٱلطَّعَامَۗ﴾ [المائدة: ۷۵]. مسیح بن مریم صرف رسول ہیں اور انکی والدہ صدیقہ ہیں، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے.	✦ یہ تصریح ہے کہ وہ دونوں اب کھانا نہیں کھاتے ماضی میں کھاتے تھے. ✦ دونوں کا کھانے سے رکنا ایک ہی سبب سے ہے، اور وہ دونوں کی وفات ہے. ✦ مریم علیہا السلام کی طرح حضرت مسیح بھی وفات پاچکے ہیں.	★ مرزا صاحب کا اب کھانا نہ کھانے کا دعوی تصریح باطل ہے، یہاں اسکی تصریح نہیں ہے، نیز مرزا صاحب کی طرف سے قرآنی نص میں "جب تک زندہ تھے" کی زیادتی ہے. ★ مقصودِ بیانِ قرآن صرف دونوں کے احتیاج کا بیان اور الوہیت کی نفی ہے. ★ کسی مسلم مفسرین نے اس آیت سے وفات مسیح پر استدلال نہیں کیا ہے.

٦	٦	ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَأَوۡصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمۡتُ حَيّٗا ٣١﴾ [مریم: ۳۱]. اور مجھے نماز وزکوۃ کی تاحیات تاکید	✦ حضرت عیسی علیہ السلام پر نماز اور زکوۃ تادم حیات واجب ہیں، جن کی ادائیگی ان کے لئے آسمان پر ممکن نہیں، لہذا وہ وفات پا چکے ہیں. ✦ اگر انہیں زندہ تسلیم کیا جائے تو وہ کس شریعت کے مطابق نماز ادا کرتے ہیں؟ ✦ وہ کس کو زکوۃ دیتے ہیں؟ آسمان پر تعمیل	★ اہل سماء اہل ارض جیسے احکام کے پابند نہیں آسمان پر تعمیل حکم ربانی مستحیل نہیں، کہ اس پر مجبورًا انہیں وفات شدہ ماننے کا قول کہا جائے. ★ زکاۃ سے مراد طہارت وصلاح ہے جس کی نظائر قرآن میں ہیں: ﴿وَحَنَانٗا مِّن لَّدُنَّا وَزَكَوٰةٗۖ وَكَانَ تَقِيّٗا ١٣﴾ [مریم: ۱۳]. اور: ﴿خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۰۳]. ★ اگر صدقہ مفروضہ بھی ہو تو وجوبِ ادا کے لئے پہلے شروط کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے. ★ نماز عیسوی کے ارکان بھی نماز محمدی جیسے قرآن

		کی.	احکامِ باری تعالی جو اس آیت میں ہیں، ممکن ہی نہیں، لہذا وہ فوت شدہ ہیں.	کریم میں مذکور ہیں، نیز اگر فروع میں اختلاف بھی ہو تو ایسا حکمت کے عین مطابق ہے، جبکہ اصول دین مشترک ہوتے ہیں.
۷	۷	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيًّا ﴾ [مریم: ۳۳]. مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا.	✦ آیت میں حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق اہم واقعات کا بیان ہے، اور اس میں رفع ونزول کا ذکر ہی نہیں ہے. لہذا "رفع" تو وفات میں داخل ہے، اور نزول سراسر باطل تصور ہے، وہ وفات پا چکے ہیں.	★ کسی امر کا ذکر نہ ہونا اس کے عدم وقوع کو مستلزم نہیں. ★ نصوصِ شرعیہ میں رفع کی تصریح اور نزول کا ذکر موجود ہے. ★ نیز ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيۡنَ مَا كُنتُ وَأَوۡصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ مَا دُمۡتُ حَيًّا ٣١ ﴾ [مریم: ۳۱] جسکی وسعت بہت سے امور کو شامل ہے، وہ "رفع" سے قبل کے ہوں، یا نزول کے بعد کے.

قسم ثانی کی تین آیاتِ قرآنیہ، جن میں عمومِ انبیاء علیہم السلام کی وفات کا ذکر ہے:

نمبر شمار	ذیلی نمبر	آیات مبارکہ	مرزا کا اسلوبِ استدلال	وجوہ ابطال
۸	۱	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ أَفَإِيْن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ ٱنقَلَبْتُمْ عَلَىٰٓ أَعْقَـٰبِكُمْ ﴾ [آل عمران: ١٤٤]. اور حضرت محمد	✦ "قد خلت" وفات پا چکے ہیں یہ آیت آپ سے قبل کے تمام انبیاء کی وفات پر دلیل ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی شامل ہے. ✦ ٱلرُّسُلُ میں "أل" استغراق کیلئے	★ "خلا" کے معنی ہیں "گذرنا" یا "مکان خالی کر دینا" (انتقالِ مکانی)، ★ مِن قَبْلِهِ (ٱلرُّسُلُ کی صفت نہیں) کہ "ما قبل کے رسول" ترجمہ کیا جائے، یہ "خلت" کیلئے ظرف ہے کہ بہت سے رسول آپ سے ما قبل گذر چکے ہیں، ★ "أل" ٱلرُّسُلُ پر جنس کیلئے، استغراق کے لئے نہیں ہے، مضمون یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بہت سے رسول گذر چکے ہیں، یا انتقال مکانی کر چکے ہیں. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

		صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف رسول ہیں، ان سے قبل بہت سے رسول گذر چکے ہیں سو اگروہ طبعی وفات پاجائیں یا قتل (شہید) کر دئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے ؟	ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ما قبل کے تمام رسول وفات شدہ ہیں، چونکہ حضرت عیسی علیہ السلام بھی آپ سے قبل کے رسول ہیں، لہذا انکی وفات کی بھی اسمیں خبر ہے.	حق میں انتقالِ مکانی زمین سے آسمان پر جانا، اور دیگر کے حق میں دنیا سے دار آخرت کو منتقل ہونا ہے. ★ اَلرُّسُلُ پر "أل" کا برائے استغراق ہونا فصاحت کے خلاف ہے، اور "من قبلہ" کی نص میں بھی دلیل ہے. ★ نیز سلب کلی (کوئی نبی مرتا نہیں) کا نقض ایجاب جزئی ہوتا ہے، (بعض کی وفات سے اسکا نقض ہوگا)، جمیع کا ذکر خلافِ عقل ومنطق ہے، حیاتِ عیسی علیہ السلام کی دلیل خاص کو عموم انبیاء کی وفات کی دلیل عام پر ترجیح حاصل ہے.
۹	۲	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُونَ	✦ یہ ایک گروہ تھا، جو فوت ہو چکا.	★ "خلا" کو موت پر حمل کرنا لغت کی مخالفت ہے. آیت کا شان نزول درست مفہوم کو متعین کرتا ہے.

		عَمَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴾ [البقرة: ١٣٤]. یہ وہ جماعت ہے جو گذر چکی ہے، اس کیلئے اس کے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا.	عیسی بھی فوت شدہ گروہ کا ایک فرد ہے، لہذا وہ وفات پا چکے ہیں.	★ (تلك) اسم اشارہ مذکور لوگوں کیلئے ہے، جن میں عیسی علیہ السلام نہیں ہیں. ★ اگر مرزا صاحب کے قول کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام کو وفات شدہ جماعت مان بھی لیا جائے تو تب بھی خصوصیت عیسی علیہ السلام کی نصوص حضرت عیسی علیہ السلام کے عمومی حکم سے اخراج کیلئے کافی ہیں.
١٠	٣	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَا جَعَلۡنَا لِبَشَرٖ مِّن قَبۡلِكَ ٱلۡخُلۡدَۖ أَفَإِيْن مِّتَّ فَهُمُ ٱلۡخَٰلِدُونَ ﴾ [الأنبياء: ٣٤]. آپ سے قبل ہم نے کسی بھی بشر کیلئے ہمیشگی نہیں رکھی.	✦ "الخُلد" کی نفی سے مراد ما قبل کے بشر کے لئے ایک حالت میں قرار کا نہ ہونا ہے جو ان کے زندہ نہ رہنے کی دلیل ہے. لہذا حضرت عیسی زندہ نہیں.	★ خلود کسی بشر کا نہیں ہے. "خلد" کی نفی کا وفات عیسی علیہ السلام سے تعلق ہے نہ امت مسلمہ خلود عیسی کی قائل ہے.

قسم ثالث:

وہ بیس آیات جو نہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ خاص ہیں، نہ ان میں عموم انبیاء کی وفات کاذکر ہے، مگر مرزاصاحب نے صناعتِ خاصہ سے ان سے وفات عیسی پر استدلال کیاہے، اور یہ مندرجہ ذیل ہیں.

نمبر شمار	ذیلی نمبر	آیات مبارکہ	مرزاکااسلوبِ استدلال	وجوہ ابطال
۱۱	۱	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ [البقرة: ٣٦]. تمہارے لئے زمین پر ایک	✦ یہ آیت بنی آدم کے جسد عنصری سمیت آسمان پر جانے کیلئے مانع ہے اور زمین ہی پر حیات گذارنے اور	★ بشر کے لئے زمین کا مقرّ اصلی ہونا، اور قدرت ربانی سے برائے حکمت الہی کسی فرد کے عارضی طور پر آسمان پر جانے میں تعارض نہیں، نہ یہ آیت اس سے مانع ہے، جیسے کہ رفع عیسی اور معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم. ملائکہ بھی اپنے مقرّ اصلی آسمان سے زمین پر آتے ہیں. **مقراصلی اور عارضی میں فرق:** ★ بشر کے لیے زمین کی

		مقررہ وقت تک جائے قرار اور نفع اٹھانا ہے.	یہیں وفات اور یہیں سے بعثت کی تخصیص پر نص ہے.	تخصیص اور حصر سے غرض بشر کے لئے خلافت ارضی کے بیان کی خاطر ہے. ★ نیز حضرت عیسی کی جبلت میں بھی دیگر سے اختلاف ہے. ★ حضرت عیسی کی تخصیص کی نصوص ان کے حکم عام سے استثناء کی مستقل دلیل ہیں.
۱۲	۲	ارشادِ ربانی ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ [الرحمن: ٢٦-٢٧]. جو کوئی اس (زمین) پر ہے، فنا ہونے والا ہے، اور میرے رب کا چہرہ باقی رہے گا جو بزرگی اور عظمت والا ہے.	✦ جملہ اہل ارض فناء کی طرف رواں دواں ہیں، کسی کو استثناء نہیں ہے.	★ اجل سے کسی کو مفر نہیں امت مسلمہ کو اس سے انکار نہیں ہے. مگر یہ آیت وفات عیسی پر دال نہیں. ★ اجل عیسی مشروط و مقید ہے، جس کی قید و شرط پوری ہو گی، تو ان کی وفات ہو گی، تاحال پوری نہیں ہوئی، لہذا حضرت عیسی علیہ السلام تاحال حیات ہیں.

۱۳	۳	ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰٓ أَرْذَلِ ٱلْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا﴾ [الحج: ٥]. اور تم میں سے کچھ کو وفات دی جاتی ہے اور کچھ کو ارذل عمر تک پہنچایا جاتا ہے کہ علم کے بعد بھی کچھ نہ جانیں.	✦ سنت اللہ کی دو صورتیں ہیں ۱- طبعی عمر سے قبل وفات. ۲- طبعی عمر سے تجاوز اور ارذل عمر تک رسائی کے علم کے باوجود بھی کچھ نہ جان پائیں.	★ آیت میں حضرت عیسی کی وفات کا صراحتًا اور نہ ہی اشارتًا ذکر ہے. ★ مراحل مذکورہ سے حضرت عیسی کا اگر استثناء نہیں تو اجل تک پہنچنے سے پہلے کی وفات تو سنت اللہ کے خلاف ہے.
۱۴	۴	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَمَن نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى ٱلْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴾ [يس: ٦٨]. اور جس کو ہم معمر	✦ حضرت عیسی کا اس عمر کو بلوغ ان کے انسانیت کے لئے غیر	★ حضرت عیسی علیہ السلام کو استثناء حاصل ہے، حضرت عیسی علیہ السلام جس قدر بھی طویل عرصہ حیات رہیں، وہ صاحب صلاحیت رہیں گے، اور بشریت کے لئے نافع ہوں گے، وہ مسلوب العلم و مسلوب الصلاحیت

		بنائیں، اسکی خلقت میں الٹا کر دیتے ہیں، کیا وہ نہیں سمجھتے.	مفید ہونے کی دلیل ہے.	نہ ہوں گے، چاہے جب بھی نازل ہوں. ★ عمومی حکم سے کسی خاص فرد کا استثناء یا تخصیص متصل ہو یا منفصل ہر طرح اسکا اعتبار ضروری ہوتا ہے.
۱۵	۵	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن ضَعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ ضَعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضَعۡفًا وَشَيۡبَةً﴾ [الروم: ٥٤]. اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے پھر کمزوری کے کے بعد قوت دی، پھر قوت کے بعد دے گا، کمزوری اور سفید بالوں کا سفید ہونا.	✦ ان مراحل سے حضرت عیسی علیہ السلام کا استثناء نہیں.	★ نص شارع کے "کلمہ واحدہ" ہونے کے سبب حکم خاص کے استثناء کرنے کے بعد ہی حکم شریعت مقرر ہو گا. ★ عمر طبعی کا نقطہ نظر غیر اسلامی ہے جو سنت اللہ میں قدح ہے. حضرت عیسی علیہ السلام کا خصوصی حکم اور ان کی حیات اللہ تعالی کی حکمتوں کی خاطر ہے، انکی تخصیص کا عدمِ اعتراف حکم شارع کا ردّ اور حکمتِ ربانیہ میں طعن ہے.

١٦	٦	ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا مَثَلُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا كَمَآءٍ أَنزَلۡنَٰهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ فَٱخۡتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ ٱلۡأَرۡضِ مِمَّا يَأۡكُلُ ٱلنَّاسُ وَٱلۡأَنۡعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ ٱلۡأَرۡضُ زُخۡرُفَهَا وَٱزَّيَّنَتۡ وَظَنَّ أَهۡلُهَآ أَنَّهُمۡ قَٰدِرُونَ عَلَيۡهَآ أَتَىٰهَآ أَمۡرُنَا لَيۡلًا أَوۡ نَهَارٗا فَجَعَلۡنَٰهَا حَصِيدٗا كَأَن لَّمۡ تَغۡنَ بِٱلۡأَمۡسِۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ ٱلۡأٓيَٰتِ لِقَوۡمٖ يَتَفَكَّرُونَ ٢٤﴾ [يونس: ٢٤]. "دنیاوی زندگی کی مثال پانی جیسی ہے، جسے ہم نے آسمان سے اتارا، سو اس سے زمینی نباتات مل گئیں جسے لوگ اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین بارونق اور مزین ہو گئی، اور زمین والوں نے خیال کیا کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی، تو اس پر اچانک	//	//

		ہمارا حکم رات یا دن کو پہنچا، پھر کر ڈالا ہم اسکو ڈھیر کاٹ کر، گویا یہاں آبادی نہ تھی، اسی طرح ہم کھول کر نشانیاں بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں"		
١٧	٧	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ﴾ [المؤمنون: ١٥]. پھر اس کے بعد تم مر جاتے ہو۔	//	//
١٨	٨	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴾ [الزمر: ٢١]. "کیا تم نے نہیں دیکھا کہ	//	//

		اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا پھر اسکو زمین میں چشمے بنا کر جاری کرتا پھر اس سے کھیتی اگاتا ہے جسکے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔ پھر وہ تیار ہو جاتی ہے پس تم اسکو دیکھتے ہو کہ زرد ہو گئی ہے پھر اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔		
۱۹	۹	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿ وَمَا جَعَلْنَٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَمَا كَانُوا۟ خَٰلِدِينَ ﴾ [الأنبياء: ٨]. اور ہم نے انکے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ کھانا نہ کھائیں اور نہ وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔	✦ نمبر (۹-۱۰) یہ دونوں آیتیں زندہ کے بالضرورۃ کھانے پر نص صریح ہیں. اور نہ کھانے والے کی وفات پر دلیل ہیں.	★ یہ دونوں آیات بے جان کے نہ کھانے پر صریح نصوص ہیں، اور زندہ کے بالضرور کھانے پر نص صریح نہیں ہیں. ★ دونوں کا شان نزول مفہوم قرآنی کا صحیح تعین کرتا ہے.

۲۰	۱۰	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ ٱلْمُرْسَلِينَ إِلَّآ إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ ٱلطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِى ٱلْأَسْوَاقِ﴾ [الفرقان: ۲۰]. اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے.	//	//
۲۱	۱۱	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿وَٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْـًٔا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝٢٠ أَمْوَٰتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النحل: ۲۰-۲۱]. اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود	✦ یہ غیر اللہ معبودوں کی وفات کی دلیل ہے. اور یہاں اس سے مراد حضرت عزیر اور عیسی علیہ السلام ہیں. کیونکہ اسم	★ **اولاً:** یہ مکی صورت ہے اسکا شانِ نزول یہود ونصاری کا ردّ نہیں. ★ **ثانیاً:** مخلوق میں سے کسی پر "اموات کا اطلاق "انکی الوہیت کی نفی کے لئے ہے، جسکا قرآنی شاہد اور مؤید ہے. ★ **ثالثاً:** اسم موصول

		بنائے جاتے ہیں۔ وہ تو مردہ ہیں بے جان۔ ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔	موصول "الذین" ذی عقول کے ساتھ مخصوص ہے.	"الذین" ذی عقول سے مخصوص نہیں، اسکی مثالیں قرآن وسنت اور لغت میں موجود ہیں.
۲۲	۱۲	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ﴾ [الروم: ٤٠]. اللہ ہی تو ہے جس نے تمکو پیدا کیا پھر اس نے تمکو رزق دیا پھر وہ تمہیں موت دے گا۔ پھر زندہ کرے گا۔	✦ سنت اللہ کے مطابق حضرت انسان کی زندگی کے یہ چار مراحل ہیں. ✦ آیت میں حضرت عیسی کیلئے کوئی استثناء نہیں ہے.	★ عمر طبعی کا قول الحاد ہے. ★ اگر حضرت عیسی علیہ السلام کا ان سے استثناء نہیں، تو اجل کے آنے پر ان کی موت واقع ہو گی، کہ عام انسانوں کی طرح انکی موت بھی اجل کے ساتھ مخصوص ہے. ★ حضرت عیسی کا مستثنی ہونا، یا ان کی تخصیص قرآن وسنت میں مذکور ہے.
۲۳	۱۳	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ أَيْنَمَا تَكُونُوا۟ يُدْرِككُّمُ ٱلْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِى بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء: ٧٨]. تم کہیں رہو موت تو	✦ آیت میں حضرت عیسی کیلئے کوئی استثناء	//

		تمہیں آکر رہے گی خواہ مضبوط قلعوں میں رہو.	نہیں ہے.	
۲۴	۱۴	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ [الفجر: ٢٧ - ٣٠]. اے اطمینان والی جان! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی سو تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا، اور میری بہشت میں داخل ہو جا.	✦ موت سے قبل مقربین میں داخلہ نہیں ہو سکتا جس سے حضرت عیسی کی وفات ثابت ہوتی ہے جس کے بعد ہی وہ صالحین میں شامل ہوئے ہیں.	★ اول کسی آیت میں بھی مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے نہ ہی ان کی وفات کا. ★ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں قرآن وسنت کی نصوص ناطقہ موجود ہیں. ★ نص کے خلاف قیاس ورائے زنی واجب الردّ ہوتے ہیں، خلاف نص قیاس کا یہی حکم ہے. ★ بعد از وفات دخول جنت خلاف نص شارع ہے، ورنہ روز قیامت کے انعقاد کا مقصد فوت ہو جائے گا. لہذا یہ آیات قادیانیت کے مقصود پر استدلال نہیں بن سکتی ہیں.

٢٥	١۵	ارشادِ ربانی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ سَبَقَتۡ لَهُم مِّنَّا ٱلۡحُسۡنَىٰٓ أُوْلَٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُونَ ١٠١ لَا يَسۡمَعُونَ حَسِيسَهَاۖ وَهُمۡ فِي مَا ٱشۡتَهَتۡ أَنفُسُهُمۡ خَٰلِدُونَ ﴾ [الأنبياء: ١٠١- ١٠٢]. جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اسکی آواز بھی تو نہیں سنیں گے۔ اور جو کچھ ان کا جی چاہے گا اس میں یعنی ہر طرح کے عیش اور مزے میں ہمیشہ رہیں گے.	✦ حضرت عزیر اور مسیح علیہما السلام وفات کے بعد ہی جنت میں داخل ہوئے ہیں، وہ دونوں وفات شدہ ہیں.	//

۲۶	۱۶	ارشادِ ربانی ہے: ﴿إِنَّ ٱلْمُتَّقِينَ فِى جَنَّـٰتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِى مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍۭ﴾ [القمر: ٥٤ - ٥٥]. جو پرہیز گار ہیں وہ باغوں اور نہروں میں ہوں گے. سچی بیٹھک میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں.	✦ وفات کے بعد ہی اہل تقوی جنت میں داخل ہوتے ہیں، حضرت مسیح علیہ السلام کے صالحین کے گروہ میں مل جانے کی خبر سے ان کی وفات ثابت ہوتی ہے.	★ آیت نبی خاتم کے بعد نبوت ملنے کے خلاف نص قطعی ہے.
۲۷	۱۷	ارشادِ ربانی ہے: ﴿مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَـٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ﴾ [الأحزاب: ٤٠]. محمد ﷺ تمہارے	✦ یہ آیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر نص ہے. ✦ حضرت مسیح کی دوبارہ آمد اس کے	★ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کی دوبارہ آمد آیت کے خلاف نہیں کہ وہ ماقبل کے نبی ہیں. ★ ان کے رفع ونزول پر قرآن وسنت کی آیات اور نصوص قطعیہ دال ہیں.

		مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں لیکن اللہ کے پیغمبر اور نبیوں کی مہر یعنی سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہیں.	خلاف ہے. ✦ رسول محض وحی سے تعلیم پاتا ہے جو تا قیامت منقطع ہو چکی ہے، اس لئے نزول مسیح مستحیل ہے.	★ نصوص قرآن وسنت کے خلاف مرزا کا قیاس واجب الردّ ہے. ★ ہاں! مرزا صاحب اور دیگر مدعیان نبوت کے دعوے اس آیت کے ضرور معارض ہیں.
۲۸	۱۸	ارشادِ ربانی ہے: ﴿فَسۡـَٔلُوٓاْ أَهۡلَ ٱلذِّكۡرِ إِن كُنتُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ﴾ [الأنبياء: ۷]. اگر تم نہیں جانتے تو جو یاد	✦ ہم اہل کتاب سے رجوع کرنے کیلئے مامور ہیں تاکہ امور کی حقیقت کا ادراک کریں. ✦ حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول کی حقیقت جاننے کیلئے حضرت ایلیاء کے نزول کو جاننا ہوگا، کہ انکا نزول حضرت یحی جو ان کے مثیل	★ جن امور شریعت کی حقیقت کتاب وسنت کی نصوص سے ہمیں یقینی طور پر معلوم ہو ان میں شارع نے اہل کتاب سے مراجعت کا حکم نہیں دیا. ★ شارع نے ملتبس امور کو جاننے کیلئے قاصرینِ علم و نظر کو کاملین کی مراجعت کا حکم دیا ہے.

		رکھتے ہیں ان سے پوچھ لو۔	تھے-کی آمد سے پورا ہوا. اس طرح نزول عیسی کا مفہوم ان کے مثیل اور قائم مقام مرزا غلام احمد کی آمد سے متحقق ہو چکا ہے.	★ ایلیاء کے نزول کا ذکر کتاب و سنت میں نہیں ہے. ★ یحی کے ایلیاء کے قائمقام ہونے کا ثبوت نہیں البتہ انجیل میں انکار ضرور مذکور ہے.
۲۹	۱۹	**ارشادِ ربانی ہے:** ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾ [الحشر: ۷]. اور جو چیز تم کو	✦ **حدیث "أعمار أمتي" اور حدیث "ما علی**	★ **اول:** دونوں حدیثیں حضرت مسیح کے ذکر سے خالی ہیں. ★ نصوص قرآن و سنت حیات مسیح پر دال ہیں. ★ خلاف نص قیاس ورائے زنی واجب الرد ہوتی ہے. ★ "أعمار أمتي" والی حدیث میں بعض کے لئے اس سے زیادتی عمر پر بھی نص ہے.

		پیغمبر ﷺ دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو۔	الأرض" وفات مسیح علیہ السلام پر نص ہیں.	★ حدیثِ ثانی نے "ما علی الأرض" کی قید سے حضرت عیسی کا استثناء کر دیا ہے کہ وہ اہل سماء میں سے ہیں. ★ "امتی" کی ترکیب بھی حضرت عیسی کے استثناء کی دلیل ہے، وہ اصل میں تو اس امت میں سے نہیں نزول کے بعد اس امت میں شامل ہوں گے.
۳۰	۲۰	ارشادِ ربانی ہے: ﴿قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرٗا رَّسُولٗا﴾	✦ اس آیت میں کفار کے طرف سے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانے کے	★ یہ جواب آپ کو اور آپ سے قبل کے انبیاء کو کفار کے اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق معجزات کی طلب پر باری تعالی کی طرف سے ربّانی تعلیم وتوجیہ کے طور پر ہے، ان امور کے مستحیل ہونے کی دلیل نہیں ہے. ★ ان امور کے ممکنات

		[الإسراء: ٩٣]. کہہ دو کہ میرا پروودگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں۔	مطالبے کا رد ہے جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا. ✦ اگر "رفعِ عیسی" کو تسلیم کیا جائے تو یہ قرآن کے جواب کا ابطال ہو گا.	ہونے کا ذکر تو آیات قرآنیہ میں موجود ہے. ★ قرآن نے یہ بھی بتلایاہے کہ تمام معجزات خالق و قادر کی قدرت میں ہیں یہ نبی اور مخلوق کی قدرت میں نہیں ہوتے. ★ معجزات خالق کی مرضی سے ظاہر ہوتے ہیں اور انکی غرض تصدیق رسول اور ہدایت مخلوق ہوتی ہے. ★ قرآن کریم حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی کافی وشافی دلیل ہے، اور وہ راہِ ہدایت کے لئے دائمی وابدی معجزہ ہے، انہیں اس کی طرف رجوع کرنا ہو گا.

الحمد للہ کہ ہم نے اس محاضرہ میں ان تیس آیاتِ قرآنی کو جمع کر دیا ہے، جن سے مرزا غلام احمد قادیانی نے نزولِ آسمان سے قبل وفاتِ مسیح پر استدلال کیا ہے، نیز ہم نے جدول کی صورت میں مرزا صاحب کے اسلوبِ استدلال اور اہلِ اسلام کی طرف سے ان کے وجوہِ ابطال کو بھی پیش کر دیا ہے، اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو قبول و منظور فرمالیں، اور اسے عمومی انسانیت کے لئے راہِ ہدایت، ابنائے ملتِ اسلامیہ کے لئے استقامت اور ابنائے ملتِ قادیانیت کے لئے حق وصواب تک پہنچنے کا ذریعہ بنائے. (آمین).

وصلى الله وسلم على النبي الخاتم، وآله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

